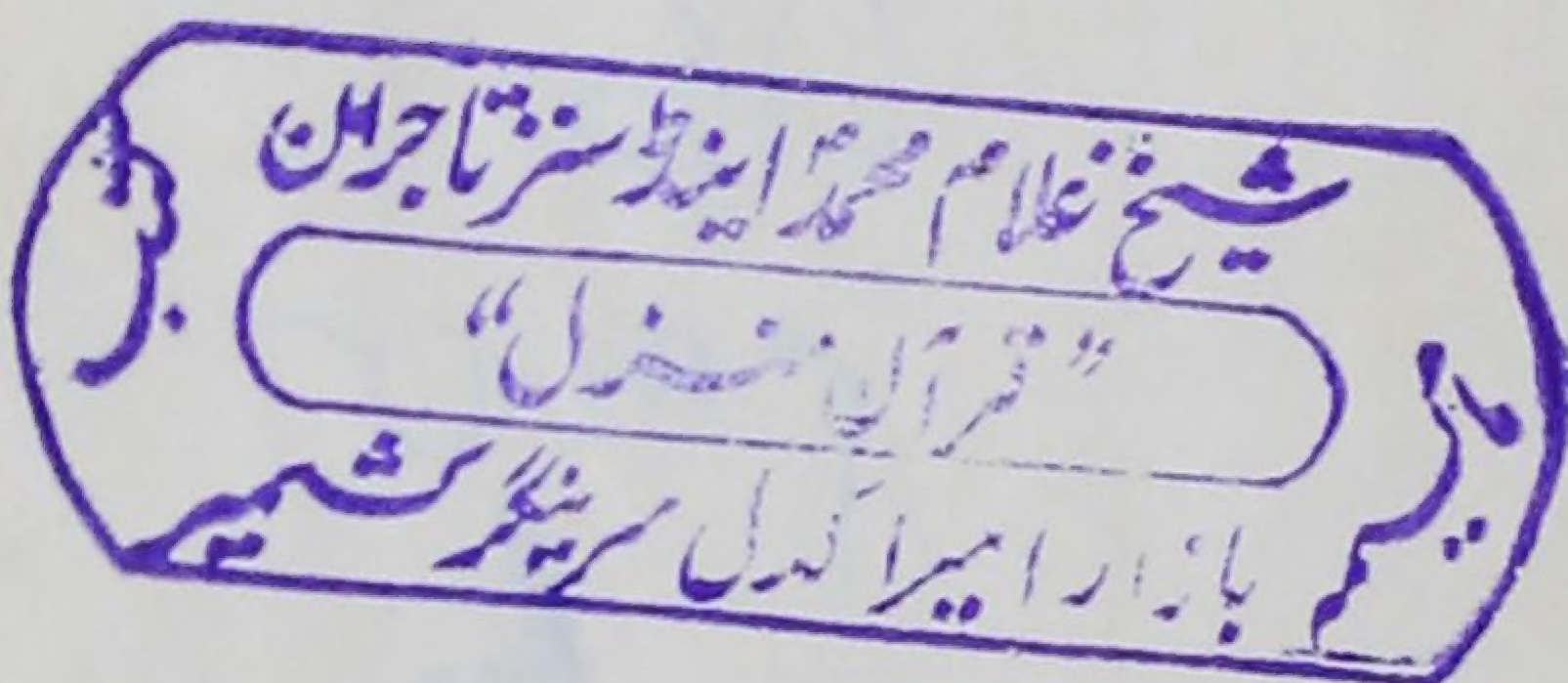


مکاتیب سید سلیمان ندوی

2357

مرتب

مسعود عالم ندوی



مکتبہ چراغ راہ، لاہور

(نہرو پبلشرز، لاہور)

لکھنؤ لائبریری

~~1915~~
~~س ۵۱~~

46
س ۵۱ م

Kan
CHECKED

برادری لائبریری

مکاتیب سید سلیمان ندوی

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ
کے خطوط

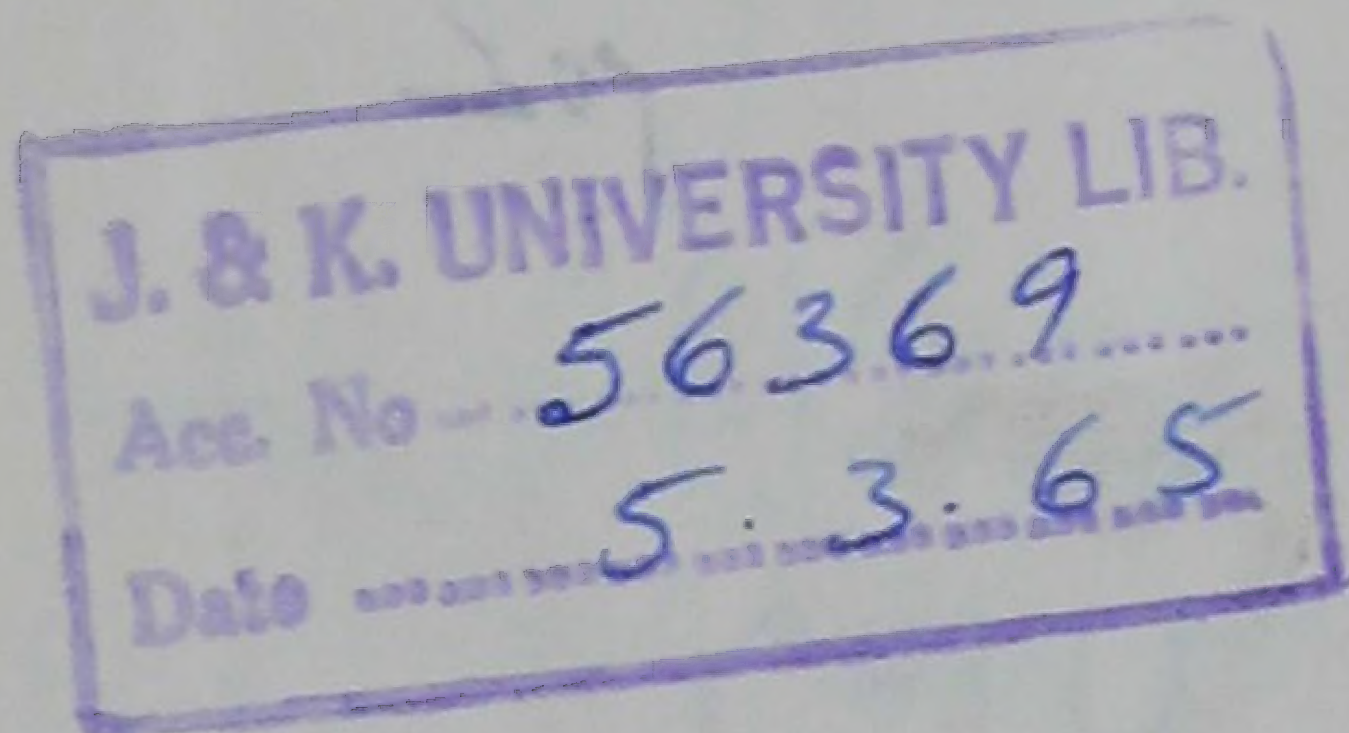
مسعود عالم ندوی
کے نام

۲۷ ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ	تا	۷ رمضان ۱۳۷۲ھ
۸ اگست ۱۹۵۳ء		۲۸ فروری ۱۹۲۸ء

حقوق محفوظ



قیمت : تین روپے چار آنے



اشاعت اول مئی ۱۹۵۴ء

ST 01
117

ناشر مکتبہ چراغ راہ لاہور

مطبع انشا پریس لاہور

عرض مرتب

فہرست

۱۔ عرض مرتب

۲۔ تقریب

۳۔ مکاتیب

۴۔ تاریخ ترتیب مجموعہ مکاتیب

۵۔ اندکس

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

بالحمد لله الذي هدانا لهذا

الحمد لله

بالحمد لله

بالحمد لله

بالحمد لله

بالحمد لله

بالحمد لله

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض مرتب

استاذ محترم حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کا یہ مجموعہ نذر ناظرین ہے۔ گذشتہ پچیس سالوں میں حضرت الاستاذ کے قلم سے جو چیز بھی ملی، اُسے سینہ سے لگا کر رکھا۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے، صرف ایک مکتوب ضائع ہوا۔ "الضیاء" کے زمانہ میں عاجز نے "عربوں کی جہاز رانی" کا عربی میں ترجمہ کیا تھا، جو رسالے میں بالاقساط شائع ہوتا رہا۔ اس کی دوسری قسط پڑھ کر استاذ مرحوم نے حوصلہ افزائی کے کلمات تحریر فرمائے تھے، جو نو عمری کی خوشی میں دوستوں اور ہم چشمیوں کو دکھاتے دکھاتے گم ہو گیا۔ جس کا آج تک افسوس ہے۔ اس کے علاوہ تین چار خط بالکل نجی معاملات سے متعلق تھے، انہیں اس وقت ضائع کر دیا گیا تھا۔ موجودہ مجموعہ مکاتیب میں بھی کہیں کہیں نجی معاملات کی طرف اشارے تھے، انہیں بھی حذف کر دیا گیا ہے۔ مگر وہ سب ہٹا کر چار پانچ سطروں سے زیادہ نہیں۔

میں نے اپنی مصروفیت اور ضعیف صحت کے باوجود اس مجموعہ کی ترتیب میں خامی محنت اور محبت سے کام لیا ہے۔ اللہ کرے، یہ جلد سے جلد زیور طبع سے بھی آراستہ ہو اور باذن حق حلقوں میں مقبولیت حاصل کرے۔

ان مکاتیب کی تاریخی ترتیب اور تبیین میں برادر عزیز سید محمد کاظم سابق سلمہ اللہ

(اسسٹنٹ انجینئر — بہاولپور) نے بڑی مدد دی، جس کے لیے ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔
 اسی طرح برادر عزیز محمد عاصم سلمہ (رفیق دارالحدیث) نے ابتدائی عربی مکاتیب کے ترجمہ کی زحمت
 گوارا کی۔ ان کا شکریہ بھی بوجہ پر واجب ہے، گو ان دونوں عزیزوں کی عنایتیں رسمی شکریہ کے حد
 سے بالاتر ہیں۔

طباعت، سائز، ٹائٹل اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کے باب میں اپنے ناشرین کے حسن
 ذوق پر پورا اطمینان ہے، جو ناشر ہونے کے ساتھ ہمارے ذاتی دوست اور جادہٴ عشق میں
 ہم رکاب بھی ہیں۔

آخر میں دو لفظ کتاب کے 'اِلا' سے متعلق بھی عرض کر دوں۔ حضرۃ الاستاذ کلمات
 کو ماکر لکھنے کے عادی تھے، جیسے وہ بسا اوقات "آپکو" اور "پڑھکر" لکھتے ہیں۔ راقم کلمات
 کے الگ الگ لکھنے کا عادی اور قائل ہے۔ اسی طرح علامات وقفہ میں رسالہ 'معارف' صرف
 کومار (۱) استعمال کرتا ہے اور یہ استاذ الاستاذ مولانا شبلیؒ کی سنت ہے۔ عاجز تمام اوقاف
 (۱-۱-۱) استعمال کرتا ہے۔ سید محمد کاظم صاحب نے تبلیض میں اصل مکاتیب کے اِلا کی پابندی
 کی ہے اور عاجز کی خواہش یہ ہے کہ کاتب صاحب جدید اور سائنٹفک طرز کی پیروی کریں۔ اب
 دیکھیں ہمارے دوست خالد احمد صاحب صدیقی (ناظم مکتبہ چراغِ راہ) کس طرح اس 'المجاذی' سے
 ہمہ براہ جوتے ہیں؟

ہمارے ایک مخلص دوست جناب حکیم سید عبدالعلی صاحب آسیونی نے ازراہ خلوص و محبت مجموعہ
 مکاتیب کے لیے کچھ تاریخیں نکالی ہیں، جو ان کے ارمانِ محبت کے طور پر آخر میں درج کی جاتی ہیں،

تقریب

(۱)

اس "تقریب" کا مقصد مکتوب نگار رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور فضل و کمال پر گفتگو کرنا نہیں۔ اس کے لیے دوسرے موقعے آئیں گے اور انشاء اللہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے گا اور اپنی واقفیت و بصیرت کے مطابق، مرحوم کے محاسن و کمالات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہاں صرف ان مکاتیب کا پس منظر بیان کرنا مطلوب ہے۔ گو حواشی میں ضروری توضیح کر دی گئی ہے، پھر بھی ایک مختصر تقریب کی ضرورت باقی ہے۔

استاذ مرحوم سے مراسلت رمضان ۱۳۴۶ھ (فروری ۱۹۲۸ء) سے شروع ہوئی اور اسی کے ایک مہینہ بعد بہار شریف (پٹنہ) ریلوے اسٹیشن پر پہلی بار شرف نیاز حاصل ہوا، جب کہ وہ اپنے وطن دینہ سے اعظم گڑھ شریف لے جا رہے تھے۔ اس تعلق کی ابتداء کچھ ایسے خلوص و عقیدت کے ساتھ ہوئی کہ مسلسل ۲۵، ۲۶ سالوں تک اس میں فرق نہیں آیا۔ دن دن محبت و عقیدت بڑھتی گئی اور حضرت الاستاذ کی طرف سے بھی شفقت و نوازش میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

اس ربع صدی میں بڑے بڑے انقلاب آئے۔ زمانے کے حوادث نے افکار و خیالات کی دنیا ہی بدل دی۔ اختلاف مسلک و فکر کی نزاکتوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نظم و انصرام کے باب میں بھی کبھی کبھی راہیں مختلف ہوتی نظر آئیں۔ مگر الحمد للہ کہ اس گنہ گار نے نیازمندی اور وفا شکاری کے آداب میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ خود حضرت الاستاذ

نے ہمارے دوستوں، ہم چٹوں اور اپنے عزیزان خاص کے سامنے شہادت دی : ”مسعود نے شروع سے اپنی دفا شعاری یکساں قائم رکھی۔“ ایک مرتبہ اختلاف نظر و فکر کا ذکر کرنے ہوئے ایک مخلص دوست — جو میری ہی طرح اُستاد مرحوم کے شاگردوں اور ارادت مندوں میں شامل ہیں — سے فرمایا : ”مسعود باغی ہے، مگر دنا دار“۔ اُستاد مرحوم کے یہ ارشادات خادم کے لیے سرمایہ ناز ہیں اور اسی لیے یہاں انہیں یادگار کے طور پر درج کر رہا ہے۔ گو زمانے کا چلن بدل چکا ہے۔ پرانے نقش مٹ رہے ہیں۔ استاد می اور شاگردی کا یہ تعلق بھی اب خواب و خیال ہوتا جا رہا ہے۔ پر ہم قدامت پسندوں کے نزدیک یہ ایک متاعِ بے بہا تھی۔ توقع ہے کہ نئی پود کے لیے یہ بے وقت کی راگنی بار خاطر ثابت نہ ہوگی۔

(۲)

اس مجموعہ مکاتیب میں (جو ربحِ صدی تک پھیلے ہوئے ہیں) راقم کے مشغلہ اور ذوق کی مناسبت سے موضوع بھی بدلتے گئے ہیں۔

(الف) پہلے پانچ خط عربی زبان میں ہیں۔ اُس وقت راقم کو نیا نیا عربی کا شوق تھا۔ درسِ نظامی کی اکثر متداول کتابیں پڑھنے کے باوجود، عربی زبان میں لکھنے بولنے پر قدرت نہ رکھنے کا بڑا افسوس تھا۔ خانگی حالات بھی سال دو سال سے بہت خراب تھے۔ باہر جانا چاہتا تھا، مگر پر پرداز نہیں۔ بار بار کلیجہ مسوس کر رہ جاتا تھا کہ کیا کیا جائے؟ اتنے میں سید صاحب قبلہؒ سے مراسلت کی سوچھی، جس کا پہلا ثمرہ دارالعلوم ندوہ کے داخلے کی صورت میں

۱۔ عزیزی سلمان میاں سلمہ اللہ (حضرتِ الاستاذ کے چھوٹے صاحبزادے)۔

۲۔ مولانا محمد ناظم ندوی (شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ، بہاول پور)

ظاہر ہوا اور کامیابی کی ایک راہ نمودار ہوئی۔

دارالعلوم کی آخری جماعت میں داخلہ ہوا (جولائی ۱۹۲۸ء) اور اللہ کے فضل و کرم سے ایک سال کے بعد نہایت ممتاز اور نمایاں کامیابی حاصل ہوئی (اگست ۱۹۲۹ء) پھر دو برس مزید عربی زبان و ادب کی تکمیل کے لیے ٹھہر گیا۔ دو برس کے بعد اس سے بھی امتیاز کے ساتھ عہدہ برآ ہوا اور اطراد (THESIS) منظور ہوا۔ اس دوران میں صرف چار خط موصول ہوئے (۶-۹) تکمیل کے بعد پانچ چھ ماہ گھر پر انگریزی پڑھتا رہا۔ اس اثنا میں صرف ایک نواز وصول ہوا (۱۱-۱۲)

(ب) مارچ ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم سے ایک ماہنامہ عربی رسالہ لکھنے کی تجویز ہوئی اس کی ادارت کے لئے عاجز کا انتخاب عمل میں آیا۔ محرم ۱۳۵۱ھ (مئی ۱۹۳۲ء) سے لے کر جاری ہوا اور تقریباً چار سال جاری رہا۔ اس دوران میں مراسلت برابر جاری رہی اور استاد مرحوم کی راست نگرانی اور سرپرستی میں کام کرنے کا موقع ملا۔ خطوط (۱۱-۲۲) اسی زمانہ کے ان میں "الضیاء" کے سلسلے میں ہدایات کے علاوہ علمی استفسارات کے جواب بھی ہیں۔ راقم دنوں اپنی عربی تاریخ ہند (حاضر مسلمی الہند دغا برہم) لکھنے میں مصروف تھا۔ ایک آدھ خندہ کی داخلی سیاست سے بھی متعلق ہیں۔ "الضیاء" کا بار ہلکا کرنے کے لیے دارالعلوم میں تدبیر کی خدمت بھی عاجز کے سپرد کی گئی تھی۔ اس کے بعد دو تین خط لکھ کر اور بجور کے دوران قیام موصول ہوئے (۲۳-۲۶)۔ خاکسار، سید صاحب قبلہ کی اجازت اور مشورہ کے بغیر مدینہ بجور کے شعبہ ادارت سے منسلک ہو گیا تھا (جولائی ۱۹۳۷ء)

(ج) اس کے بعد وہ مکاتیب (۱۳۷-۹۸) ہیں، جو اورینٹل لائبریری، پٹنہ، کی ملازمت کے سلسلے میں یا ملازمت کے دوران میں موصول ہوئے (ستمبر ۱۳۳۷ء - ستمبر ۱۳۳۸ء)۔ ان خطوط کے موضوع بہت متنوع ہیں۔ خاص علی مضامین سے لے کر ندوہ کی داخلی سیاست، پٹنہ کے جھگڑے اور نجی معاملات بھی ہیں (گو خاص نجی معاملات کے تذکرے اور اشارے عام طور پر راقم نے حذف کر دیئے ہیں)۔ انجمن طلبہ تعلیم ندوہ، انجمن معین الندوہ، سیرت محمد بن عبد الوہاب، مولانا سندھی پر تنقید، اشتراکیت اور اسلام اور اس طرح کے مختلف اجتماعی اور علمی کاموں کا ذکر بار بار آتا ہے۔

(۵) جماعت اسلامی کا ذکر مکتوب ۷۵ سے آنے لگا تھا، مگر مکتوب ۹۹ اور اس کے بعد کے مکاتیب میں جماعت اسلامی اور تصوف کا ذکر خاص طور پر آتا ہے۔ تصوف اور تزکیہ سے متعلق بعض مکاتیب نہایت قیمتی ہیں، کہا جاسکتا ہے کہ وہ بڑی بڑی تصانیف پر بھاری ہیں۔

(۶) آخر میں دو خط (۱۳۲، ۱۳۳) برادر عزیز محمد عاصم سلمہ اللہ (رفیق دارالعروبہ) کے نام ہیں جو میری گرفتاری کے زمانے میں دریافت حال کے لئے تحریر فرمائے گئے تھے۔ ان ہی کے ساتھ خادم کے نام بھی دو خط (۱۳۴-۱۳۵) جیل کے پتے پر ہیں جن میں دوسرا رہائی کے بعد دارالعروبہ کے پتے پر ملا۔ اور وہی آخری مکتوب گرامی تھا جس پر، ۸ اگست ۱۳۵۳ء تاریخ درج ہے۔ وفات ۲۲ نومبر ۱۳۵۳ء ۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ء) کو ہوئی۔ غالباً یہ زمانہ علالت میں گزرا۔ بد نصیبی یہ کہ یہ غم نصیب بھی ستمبر کے آغاز سے نومبر کے اواخر تک سخت طویل، اور حضرت الاستاذ کی علالت سے بالکل بے خبر رہا۔ اسی بے خبری کے عالم میں اور اپنی پریشان کن

”حضرت الاستاذؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر خادم کا حال عرض کریں اور دعا کی درخواست“

مگر کسے خبر تھی کہ وقت مقرر آچکا ہے اور یہ برگزیدہ ہستی جلدی ہی اپنی جگہ خالی کرنے والی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اِنَّ مَا تَخْذَرٰنِیْ قَدْ وَقَعَا
اَبْتَهَا النَّفْسُ اَجْمَلٰی جَزَعَا

[اے جانِ حزیں! اچھی طرح ماتم کرے — جس کا تجھے ڈر تھا، وہ تو ہو کر رہا]

(۳)

آخر میں دو حرف اختلاف فکر و نظر سے متعلق عرض کر دوں غلط فہمی نہ ہو۔ یہاں کسی بحث کا چھیڑنا مقصود نہیں، بلکہ قارئین مکاتیب کے سامنے مندرجہ بالا پس منظر کی تھوڑی سی تشریح کرنا ہے۔ مکاتیب میں حضرت الاستاذؒ نے بارہا استاذ الاستاذؒ مولانا شبلی سے اپنی وفاداری و وفا شعاری کا تذکرہ فرمایا ہے اور واقعی یہ سید صاحبؒ قیدہ کا ایسا وصف ہے، جس میں سید رشید رضا مرحوم، (ف ۱۳۵۲ھ) کے سوا کوئی ان کا مثیل نہیں۔ سید رشید رضاؒ اور حضرت الاستاذؒ دونوں علم و فضل میں اپنے اساتذہ، شیخ محمد عبیدہ (ف ۱۳۲۳ھ) اور مولانا شبلی نعمانی (ف ۱۳۲۲ھ) سے کہیں بڑھے ہوئے تھے، مگر دونوں نے ان کی شخصیتوں میں اپنے فضل و کمال کو جس طرح گم کرنے کی کوشش کی، وہ وفا شعاری کی تاریخ میں زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ کہاں یہ اکابر ملت اور اساطین علم و فضل اور کہاں ہم۔ ”تازہ واردان بساط ہوائے دل“۔ اس سلسلے میں اپنا ذکر کرنا بھی وفا شعاری اور وفاداری کا منہ چڑانا ہے۔ مگر پھر بھی دو حرف مودبانہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جاتا۔ عاجز نے دین اور معتقدات دین کے علاوہ ہر باب میں استاذ مرحوم کی کامل اطاعت کی اور جہاں کہیں ذرہ برابر بھی شبہ ہوا کہ انہیں میرے کسی فعل سے آزر دگی ہوگی، اس سے

دست بردار ہو گیا۔ دارالعلوم ندوہ کے باب میں راقم کے خیالات بہت سخت تھے اور اس کی اصلاح کا بڑا داعیہ ذہن و دماغ میں سمایا ہوا تھا۔ پٹنہ جا کر زمین ہموار کرنا بھی شروع کر دی تھی۔ انجمن طلبہ تعلیم اور انجمن معین الندوہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اسی غرض سے تھا، مگر ۱۳۲۷ء میں جونہی معلوم ہوا کہ استاذ مرحوم میری اس جدوجہد سے آزرده ہیں اور رفقاء خاص نے اعظم گڑھ سے خاص طور پر اس کی اطلاع دی، تو راقم ساری جدوجہد سے دست کش ہو گیا اور دوستوں کے سامنے اپنی اس پوزیشن کے واضح کرنے میں بھی کوئی جھجک نہیں محسوس کی۔ گذشتہ پچیس سالوں میں ایسی اور مثالیں بھی آئیں اور خاکسار کا طرز عمل یہی رہا۔

لیکن معتقدات دین کے باب میں میری روش اس سے الگ تھی۔ تصوف و سلوک و تزکیہ کے بارے میں عاجز نے مطالعہ کے بعد اور انشراح صدر کے ساتھ ایک مسلک اختیار کیا ہے۔ اپنی طبیعت و مزاج کے لحاظ سے صرف امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کی نکھری ہوئی توحید دل کو لگتی ہے۔ اور تو اور ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کے ہاں بھی اس باب میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت سید صاحب کی صحبتوں اور مکاتیب سے استفادہ کے باوجود راقم اپنے مسلک پر قائم رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہے کہ اسی مسلک سلف پر خاتمہ ہو۔

دوسری چیز جس میں خادم نے اپنے کو مخدوم سے الگ پایا، وہ جماعت اسلامی اور تحریک اقامت دین کی شرکت ہے۔ تصوف و سلوک کے بارے میں تو حضرت الاتاذ سے بیسیوں مرتبہ گفتگو ہوئی، لیکن جماعت کے بارے میں راست گفتگو سے بچتا رہا۔ البتہ طرح طرح سے یہ کوشش کی کہ ان کی بدگمانیاں دور ہوں اور وہ زیادہ سے زیادہ ہمارے موقف کو سمجھیں۔

ان در امور کے علاوہ ، خاکسار نے ان کی مکمل اطاعت کی اور ان کے مشوروں ، اور ہدایتوں کو ہمیشہ دلیل راہ سمجھا ۔ اللہ کرے ، ہماری یہ وفا شعاریاں اور وفاداریاں اللہ کے لئے اور اللہ کی راہ میں ہوئی ہوں ۔ دلوں کا حال قادر مطلق ہی بہتر جانتا ہے ۔ اپنی نیت تو نیک ہی تھی ۔ بارگاہ رب العزت میں التجا ہے کہ مرحوم کی تربت پر رحمت و غفران کے پھول برسائے اور انہیں ان کے مرتبہ کے مطابق حبیب الفردوس میں مقام عطا کرے اور ہم گنہ گاروں کو اپنے صلح بندوں کے طریقے پر چلنے کی توفیق دے ۔ انہ ولی التوفیق وانہ سمیع مجیب

دارالعروبہ ۔ راولپنڈی

۱۰ ، مجادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ

۱۷ / ۱ / ۱۹۵۲ء

عاجزہ

مستود عالم ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱

دینہ ۷ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

دینہ ۷ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

برادر عزیز

اخی عزیز ارشد کمال اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس سے پہلے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، نقد استلمت

آپ کا ایک خط اور ملا تھا اور مجھے یاد پڑتا

کتا بکم تل واذکرانی ردات علیہ الجواب

ہے کہ میں نے اس کا جواب بھی دے دیا

روصلنی اُمس منکم کتاب آخر، نا تقدّم

تھا۔ کل آپ کا دوسرا خط ملا۔ جواباً عرض ہے

الیکم بیان آت،

یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور اس پر مبارکباد قبول

اھنکم اولاً علی حرصکم علی طلب العلم

کیجئے کہ آپ کو طلب علم کا بے حد شوق ہے اور اس کے

وشدّة رغبتکم لہ الی تجول البلدان

لیے آپ دوسری جگہ جانے کے لیے تیار ہیں۔ آپ کے

علمت مما کتبتہ من الکتابین العربیین ان

دو دنوں عربی خطوں سے میں یہ سمجھا ہوں کہ آپ کا عربی

لکم میلًا عظیمًا الی العربیۃ۔ فان بذلتہ

کی طرف کافی رجحان ہے اور آپ کو اس زبان سے بڑی

المجہد، وصیتم احداً ممن یعرف الادب

دل چسپی ہے اگر آپ کوشش کر کے کسی اچھے ادیب کی صحبت

اصحیح لبرزتم فیہ، ونلتہ منہ حظًا، وإن

حاصل کر لیں تو آپ کو بڑی نمایاں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے

کنتم الیوم اکثر خطاً فیاتی الغد، وکثیر صوابکم

اگر آج آپ کی غلطیاں بہت ہیں، تو انشاء اللہ کل آپ کی

إن شاء اللہ تعالیٰ

تخریر میں صحت کا غلبہ ہوگا۔ — مصر میں اس وقت

إن بمصر ثلاث جوامع، أقدمہا عهداً

تین یونیورسٹیاں ہیں۔ ان میں سب سے پرانی اور

وارفعہا ذکراً الجامع الازھر، ولكنہ

مشہور جامع ازہر ہے لیکن اس کا طریقہ اور طریق تعلیم

قدیم الطراز غیتی الخطة جامد علی ما وجد

سید بھوپال نعل موئی سنبہ
۱۶۲۶ء

برادر عزیز و نفع دہ تاج لاجب ایرانی
اسلام علیہم رحمۃ اللہ کتا بین برے پاک اسبک
آئینہ چرخ پست در شایع نہ بچھین
سہان بیان شایرے سلف پست و اہل و عیال
سید حسین سرگشا سہیل بنور پست
دبہ مکہ بآپا دورہ شہر جو گیا ہوگا
مثنوی نعلن آجوشفا سے ہل کشمین
ایام حیات پرے بخت گذارے اور اب

بھی اچھا ہون
مثنوی اسلامی کی اثرات کی نامی سلف
بڑا المناک ہوگا سلف کی منت و نظائرت
نہیں ہون پاسی آب و ہوائت نہم سے نکل گئی
ع شورشہ مرتضیٰ مجھے آرام پست و سلام
سید

د یومند فی بلاد کم. والمعهد الثانی

الجامعة المصرية. انہما غیر دینیۃ

حدیثۃ العلوم کمثل الجامعة

الاسلامیۃ لعلی تکرہ فی الہند، اور

المجامع الانکلیزیۃ الاخری ولا

یدخلها طالب الا باذن حکومتہ

المحلیۃ۔

وتمَّ معهد ثالث لیمی دارالعلوم

منزلتہا کمزلة المدارس العالیۃ

الانکلیزیۃ فی الہند ولا یدخلها

طالب اجنبی الا باذن حکومتہ

المحلیۃ۔ ویلزم لكل طالب نفقتہ

ثلاثین جنیہا سنویاً خمسۃ عشر

جنیہا نفقہ الاکل والسکن وخمسۃ عشر

نفقۃ اجرة التعلیم ومعالم المدرستہ

مع ثمن الكتب والکراستہ وادوات

الکتابیۃ والغذاء۔ وانا اوصیکم ان

تدخلوا مدرستہ ندوة العلماء لعام

او عامین۔

سیلمان ندوی

کی طرح یہ بھی اپنے شیوخ واسلاف کے

بتائے ہوئے طریقے پر پوری طرح جامد ہے

دوسری تعلیم گاہ جامعہ مصر یہ ہے۔ یہ ہندوستان

کی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یا دوسری انگریزی یونیورسٹیوں

کی طرح بالکل غیر دینی اور نئے طرز کی درس گاہ

ہے اور اس میں کوئی طالب علم اپنی مقامی حکومت

کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔

تیسری درس گاہ کا نام دارالعلوم ہے۔ اس

کی حیثیت ہندوستان کے انگریزی کالجوں کی ہے

اس میں بھی کوئی باہر کا طالب علم اپنی مقامی

حکومت کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا

ہر طالب علم کا سالانہ خرچ تیس پونڈ ہوتا ہے

پندرہ پونڈ کھانے پینے اور رہائش کے

لیئے اور پندرہ پونڈ نیس اور مدرسے کے

دوسرے مصارف کے لیئے جیسے کتابوں،

اور کاپیوں اور لکھنے پڑھنے کی دوسری چیزوں کی

قیمت۔ آپ کو میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ایک

یا دو سال کے لیئے ندوة العلماء کے مدرسہ

میں داخل ہو جائیں۔

سیلمان ندوی

دہلیست (۱۲ مارچ ۱۹۲۸ء)

آخی العزیز اسعدکم اللہ

علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

تسلمت بطاقتک۔ اما اغترارکم بما

یکتبہ اساذة الجامعة العربیة

امثال طہ حسین، فلا یلواہ الا

من یس لہ نصیب من العلم الصحیح

وحظ من الدین القوید فانہم

مارقون عن الدین مروق السہم

بل ہمد اعداء اسلام والمخردون

بما یجدون علیہ اللفہم الفرہجہ

کافرون باللہ ومؤمنون بالطواغیت

طواغیت اذربا یکرہون آداب الشرق و

یحبون کل ما عند الغرب من الفسق

والفجور ویدعون الناس الی دینہم

الباطل ینمیقہم وتجبیرہم وما اوتوا

من البداعیہ والفصاحتہ، اعاذنا اللہ

واناکہم من باطلہم وخیر اللہ

دینہ (۱۲ مارچ ۱۹۲۸ء)

براہر عزیز

اسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ، آپ کا کارڈ

ملا۔ طہ حسین اور جامعہ عربیہ کے دوسرے

پروفیسر جو کچھ لکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے

کہ ان کی تحریریں ان ہی لوگوں کو پسند آتی

ہیں جو صحیح علم اور دین حق سے بے بہرہ

ہوتے ہیں، اس لئے کہ طہ حسین اور یہ

دوسرے پروفیسر اسلام سے پھرے ہوئے

بلکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اپنے مغربی

دوتاؤں کی روش سے خوش ہوتے ہیں۔

اللہ کے منکر اور یورپ کے طواغیت کے

پرستار ہیں۔ مشرقی آداب کو ناپسند کرتے

ہیں اور مغرب کا فسق و فجور ان کے نزدیک

محبوب چیز ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی فصاحت

وبلاغت اور زبان کی بناوٹ و خوش اسلوبی

کے ذریعے اپنے دین باطل کی طرف دعوت

دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کے

اماں خوگم فی مدرستنا فلہا

برناج متبع فان آثرتمہ الا نضام

الیہا فعلیکم بطیب من اداة ندوة

العلماء بلکنو۔ اماں ادرار الحریۃ

الشہریۃ علیکم، فقد موالہ

عرلینتہ، ممضی علیہا ذوا عدل

من وجہاء بلدکم یشہدان انکم

لستم ممن یقومون بنفقاتکم غیر

مستطیعین۔

وانی سأغادر هذه القرية

بعد صلاة العید ثانی شوال۔ ۱۳۴۵ھ

سعداء

سلیمان ندوی، ۱۵ رمضان ۱۳۴۵ھ

فریب اور مکاری سے محفوظ رکھئے۔

اگر آپ ہمارے مدرسہ میں داخلہ

چاہتے ہیں، تو اس کا ایک معین دستور العمل

ہے، جو آپ کو طلب کرنے پر ادارہ

ندوة العلماء لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔ رہا

ماہانہ وظیفہ کا اجراء، تو اس کے لیے آپ کو

درخواست دینا ہوگی، جس پر آپ کے ہاں کے

دو معزز شہریوں کے دستخط ہونا چاہئیں، جو

اس بات کی شہادت دیں کہ آپ اپنے

مصارف خود برداشت نہیں کر سکتے۔

میں یہاں سے عید کے اگلے روز ۲۲ شوال کو

چلا جاؤں گا۔

سلیمان ندوی، ۱۵ رمضان المبارک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ .

وبعد فقد اتانی کتابک . نعم

ان المنشورات الی سالتھا

عندنا فی خزینۃ الکتب ، وہی لا

ترسل محتویاتھا الی أحد ،

فاعد رنی .

لقد سترنی ما عزم علیہ

من دخولک فی مدرستہ ندوۃ

العلماء فاسرع الی بعث

معروضتک الی ، لا قدرمھا

إلی مجلس الادارۃ .

واقرا علی والدک الکریم منی السلام

سلیمان الندوی

۲۰ مایہ ۱۹۲۸ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ . آپ کا

خط آیا . آپ نے جو پراسپیکٹس طلب

کیئے ہیں ، وہ ہماری لائبریری میں موجود

ہیں ، لیکن لائبریری کی کوئی چیز باہر نہیں

بھیجی جاتی . اس لئے امید ہے عذرتا بل

قبول ہوگا .

آپ نے ندوۃ العلماء میں داخلے کا

ارادہ کر لیا . اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی

اپنی درخواست مجھے جلد بھیج دیجئے تاکہ

میں اسے کمیٹی میں پیش کر سکوں .

اپنے والد صاحب کی خدمت میں میرا

سلام کہیے .

سلیمان ندوی

۲۰ مئی ۱۹۲۸ھ

اعظم گڑھ

سلاماً و تحیۃ . بعد فتنا و لت
 بظانتکم الی شکرتم فیہا الباطنی
 عن ردّ جوابکم ولم یکن ذلک
 الا لمرضی واشتغالی بامور امتحان
 المدرستہ السنوی ، وطنی ان
 اوان الدخول فی المدرستہ لم یکن
 اشکرکم علی ما احسنتم الظن
 بمخاطبکم . قرأت ما خطتہ یمین
 الاستاذ الخطیب من اطراء
 الثناء علی صنعتی سیرۃ السیدۃ
 عائشہ رضی ، لعل اللہ یرزقنی
 سعۃ فی عمری لا نقل ہذا
 الکتاب الی لسان صاحبۃ السیرۃ
 الکریمیۃ .

اعظم گڑھ
 بعد سلام مستون

آپ کا خط ملا ، جس میں آپ نے
 میری جواب میں تاخیر کی شکایت کی ہے
 لیکن اس کی وجہ میری بیماری اور مدرسہ
 کے سالانہ امتحان کی تیاری میں مشغولیت
 ہے ، اور یہ خیال کہ ابھی مدرسہ میں داخلہ
 کا وقت نہیں آیا ۔

آپ نے میرے متعلق جس حسن ظن سے
 کام لیا ہے ، اس کا شکر گزار ہوں ۔ سیرت
 عائشہ رضی کی محب الدین خطیب نے جو تعریف
 کی ہے ، میں نے اسے پڑھا ۔ اللہ
 میری عمر میں وسعت دے تاکہ میں اس
 کتاب کو خود صاحبہ سیرت کی زبان میں
 منتقل کر سکوں ۔

مجلۃ الزہراء قاہرہ میں سیرت عائشہ پر ایک شاندار ریویو نکلا تھا ۔ غالباً اڈیٹر کے سامنے
 ترکی ترجمہ ہوگا ، اس لیے کہ محب الدین الخطیب اردو نہیں جانتے ۔

لم يتيسر لي قراعة مقالة الشيخ

عبد الرزاق المليم آبادي والحق ان

جامع الازهر ان لم يغير مابده

يفقد ماله من النفوذ وحسن السمعة

ومحبة القرب . لا سمح الله .

ليس في مدرستنا احد من العرب

لا من اليمانيين ولا من الحجازيين

ولكن فيها ادياء لا يفتون درجة

عن ادياء العرب وهم السيد

على الزينبي والشيخ عبد الحلیم الصديقي

ابھی تک میں مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی کا

مضمون نہیں پڑھ سکا حقیقت یہ ہے کہ اگر

جامع ازہر نے اپنی جامدیت کی موجودہ روش نہ

بدلی تو اس کی تمام شہرت ختم ہو جائے گی۔ اور

اس وقت دلوں میں اس کے لیے جو محبت پائی

جاتی ہے زائل ہو جائے گی۔ اللہ نہ کرے

ایسا ہو۔ ہمارے مدرسہ میں اس وقت کوئی عرب

نہیں ہے، نہ کوئی یمنی اور نہ حجازی۔ لیکن اس میں

بعض ایسے ادیب ہیں جو کسی لحاظ سے عرب ادیب

سے کم نہیں ہیں، جیسے سید علی زینبی۔ مولانا عبد الحلیم

مولانا عبد الرزاق ندوی ملیح آبادی کا ایک مفصل مضمون 'صبح سعادت' لاہور میں 'ازہر' پر شائع ہوا

تھا، جس میں انہوں نے 'ازہر' اور اس کے جامد طریقہ تعلیم پر سخت تنقید کی تھی۔ اس وقت تک

عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی کے اشتراک میں ظاہر نہیں ہوئے تھے۔

۱۳۳۵ھ میں یہ تینوں حضرات ان دنوں ندوہ میں عربی ادب کے استاذ تھے۔ مولانا سید علی زینبی امر و ہوی پالے

استاذہ میں تھے اور سید صاحب مرحوم کو بھی ان سے تلمذ حاصل تھا۔ مولانا عبد الحلیم صديقي، عربی

کے بے مثل خطیب اور آج کل مدرسہ عالیہ، کلکتہ میں صدر مدرس ہیں۔ مولانا عبد الرحمن کاشغری

ان دنوں نئے نئے مدرس ہوئے تھے۔ اب وہ ڈھاکہ میں عربی ادب کے استاد ہیں،

اور برصغیر ہندو پاکستان کے گئے چنے ادبائے عربیت میں ان کا شمار ہے۔

وعبدالرحمن الكاشغري. وعند ما
تصلني معروضتكم سأسعى لقبولها.
والسلام.

سليمان الندوي

۲۱ مایہ ۲۸

صدیقی اور عبدالرحمن کاشغری .
میرے پاس جب آپ کی درخواست
آئے گی ، اسے قبول کرنے کی کوشش کروں گا .

سليمان ندوي

۲۱ مئی ۲۸

۵

اعظم گڑھ

عزیزی اسعدت اللہ

السلام علیکم ورحمة اللہ . حبذا
ما رأیت . ولكن الذی یحتمی هو
امر الوطیفة الشہریة ، فان الطلبة
الذین ہم لیشغلون هذا الوظائف
لم یحل احد منهم منصبہ . فلو
قنعت بالکفاف وذلک لا یقل عن

اعظم گڑھ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ . آپ کی
رائے نہایت اچھی ہے . لیکن مجھے جس
چیز کی فکر ہے ، وہ ہے ماہانہ وظیفہ کا
انتظام . اس لئے کہ اس وقت جنہیں یہ
وظائف مل رہے ہیں ، ان میں کسی کی مدت
ختم نہیں ہوئی . اس لئے اگر آپ اتنی رقم پر

۱۔ راقم نے ندوہ کا آخری امتحان دینے کے بعد درخواست کی تھی کہ اسے عربی ادب کی تکمیل کے لیے
امتیازی وظیفہ عنایت کیا جائے .

تقاعدت کریں، جو آپ کی ضروریات کے
لیے کافی ہو سکے، اور اس کی مقدار دس
روپے ماہانہ سے کم نہ ہوگی، تو میں یہ
کر سکتا ہوں، یہاں تک کہ جب کسی کی میعاد
ختم ہو، آپ کو اس کی جگہ دے دوں۔

لنچ میں لکھنوجار ہوں۔ اپنے والد صاحب
کی خدمت میں میرا سلام کہئے۔ والسلام

سلیمان ۲۷ جولائی ۱۹۲۹ء

عشر رو بیات شہر یا لعلت ما
ترید حتی اذا تخطی احد منهم
عن موضعہ ، نصبتک فی محلہ۔
انی مسافر الیوم الی ملکناؤ۔
واقراء علی اہلک منی السلام

والسلام۔

سلیمان

۲۷۔ یولیہ ۱۹۲۹ء

۶

اعظم گڑھ

عزیزی! دعا

السلام علیکم۔ تمہاری اور عزیزی اکبر کی درخواست میرے پاس ہے۔ مگر
جب تک امتحان کا نتیجہ نہ نکل آئے، باقاعدہ کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔

۱۔ راقم کے رفیق درس محمد اکبر صاحب (سی۔ پی) بھی تکمیل حدیث میں وظیفہ کے ساتھ داخل چاہتے تھے۔

بعد میں ان کا ارادہ بدل گیا اور ازمیر جدید تعلیم حاصل کی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے کیا اور وہیں پورا ہو گئے تھے

مولوی اختر صاحب جاتے ہیں۔ ذرا سلیقہ سے ان کی میزبانی کیجیے اور ان کے
 لڑکے کا داخلہ کسی مناسب درجہ میں کرادیجیے۔ میں نے مولوی شبلی صاحب کو خط لکھ
 دیا ہے۔ سید سلیمان ۳ اگست ۱۹۲۹ء

۷

اعظم گڑھ

عزیزی ! دعا

السلام علیکم۔ محمد ناظم کی تعلیمی حالت سے مجھے واقفیت نہیں، اور نہ ان کی،
 درخواست مجھے یاد آتی ہے۔ اور اگر آتی بھی ہو تو شاید اس پر دو معززین بہار کے
 دستخط نہ ہوں گے، جو میرے ذاتی علم نہ ہونے پر ہونا ضروری ہے۔
 کیا وہ لکھنؤ آگئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو مجھے اطلاع دی جائے۔

۱۔ حاجی محمد اختر صاحب۔ بہار مشرف (پٹنہ)۔ ان کے صاحبزادے انوار احمد سلمہ ندوہ میں
 داخل ہوئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر ام۔ کام کیا اور مختلف مرحلوں سے گزرنے کے بعد، آج کل اسٹیٹ بینک
 پاکستان میں ایک ممتاز منصب پر فائز ہیں۔

۲۔ مولانا محمد شبلی مرحوم، فقیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء ڈنگراں شبلی ہوسٹل۔ استاذ الاساذ علامہ شبلی سے انہیں گڈ
 نہ کیا جائے۔ ۳۔ مولانا محمد ناظم ندوی، شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ، بہاول پور۔

النظرات کیا پڑھنے کی چیز ہے ؟ المثل السائر، مقدمة ابن خلدون،
صناعیتین، کتاب العمدۃ وغیرہ پڑھو، اہل مصر کی موجودہ عربی معیار سے بہت بے
ساتھ ہی عربی لکھنے کی مشق جاری رکھو۔

سید سلیمان ندوی، ۷ اگست ۱۹۲۹ء

۸

اعظم گڑھ

عزیزی ! سلام و دعا

محمد ناظم کی لیاقت و اہلیت تو معلوم ہوئی، مگر سوال تو استطاعت و عدم استطاعت
کا ہے الید العلیا خیر من الید السفلی پیش نظر ہو۔ حقیقی مستحقین کے سوا کسی اور
کے لیے قومی خزانہ سے بلاوجہ جائز نہیں۔ کیا ان کی عدم استطاعت کا تم یقین دلاتے ہو؟

۱۔ جدید مصری مصنف منفوطی کے مضامین کا مجموعہ النظرات بہت مشہور و مقبول ہے۔
سید صاحب قبلہ احتیاط اور پرہیز کے طور پر جدیدیات میں پڑنے سے روکتے تھے۔
المثل السائر (ابن الاثیر الجزری) کتاب الصناعیتین (ابو اللہ اللال العسکری) اور کتاب
العمدۃ (ابن رشیق القیروانی) عربی ادب کی معیاری کتابیں ہیں، لیکن مبتدیوں کے لیے نہیں۔
مکتوب الیہ درجہ تکمیل ادب کا طالب علم تھا، اس لئے اُسے ان کتابوں کے مطالعہ کی تاکید کی جا رہی ہے۔

اگر ایسا ہے تو مدرسہ کے وظائف تو ختم ہو چکے ہیں ، مگر میں اپنی طرف سے ان کی مدد کر سکوں گا۔

میرے پاس ان کی درخواست اب تک نہیں آئی ہے۔
نتیجہ کی اشاعت میں تمہارے ہی یہاں کے لوگوں نے دیر کی ہے۔ چراغ
تلے اندھیر، سنا ہوگا۔ والسلام

سید سلیمان ۵ اگست ۱۹۲۹ء

۹

اعظم گڑھ

عزیزی ! دعا۔

السلام علیکم ، خط ملا ، تعطیل گرما یہاں بسر کرنا چاہتے ہو ، تو اچھا ہے۔
مگر انکال صرف ایک ہے۔ میرے گھر کے لوگ یہاں نہیں ہوں گے ، اور میں بھی کچھ
روز کے لیے وطن جاؤں گا۔ ایک سال سے زیادہ ہوا کہ نہیں گیا۔ باہر باورچی خانہ کا
انتظام اب تک پہلے کی طرح مستقل نہیں ، اس لیے کچھ تکلیف ہوگی۔ کھانے میں پندرہ
روپے ماہوار کا خرچ ہوگا۔ اگر عورتیں رہیں تو میرے مہمان ہوتے۔

۱۰۔ ہمارے سالانہ امتحان کا نتیجہ ، جس میں بڑی تاخیر ہو گئی تھی اور ہمارا داخلہ تکمیل بھی اس پر موقوف تھا۔

طلبائے دارالعلوم کی موجودہ حالت سے اطلاع دو۔

والسلام سید سلیمان ۲۵ اپریل ۱۳۳۵ھ

۱۰

نبلی ہوٹل ، بادشاہ باغ ، لکھنؤ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ . خط ملا ، فتنہ نگار کے سلسلہ میں آپ کی اور آپ کی جماعت کی کوششوں کو خدا مشکور فرمائے۔ فتنہ نگار کا بھدا اللہ خاتمہ ہوا ، اور مدیر نگار اور مضمون نگار نگار نے خالق سے توبہ اور مخلوق سے معافی مانگی ، اور آئندہ سے استراذ اور اس توبہ نامہ کو تین بار نگار میں اشاعت کا وعدہ کیا۔

ہاں صاحب میں بیمار بھی ہوں ، اور درس بھی دیتا ہوں۔
ضعف معدہ اور ضعف قلب جو کثرت کار اور عدم ریاضت کا نتیجہ ہے ہر ماہ سے جس کی جزا درد سینہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ آج کل تکفیر کے راگ کا اثر کیا اور کس پر ہوتا ہے۔
۳۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء سید سلیمان

اے راقم ان دنوں تکمیل ادب سے فارغ ہو کر اپنے وطن بہار شریف (پٹنہ) میں انگریزی زبان کی تحصیل میں لگا ہوا تھا۔ فتنہ نگار کے سلسلے میں وہیں کچھ جلسے ہوئے تھے۔

اعظم گدھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ، میں آج کل اپنے کاموں میں اس قدر مشغول و مصروف ہوں کہ سر اٹھانے کی فرصت نہیں ۔ آپ کو جو پریشانی ہوگی وہ بالکل بجا ہے ۔ میں اس کو اچھی طرح محسوس کرتا ہوں ۔ اہل ندوہ کو ایک طرف اپنی ناکامی کا افسوس ہے ، دوسری طرف یہ حال ہے کہ کسی مفید کامیابی میں روپیہ لگاتے گھبراتے ہیں ۔ ہزاروں روپے باغ اور میدان کی صفائی میں لگ گئے ، اُن کا غم نہیں ، مگر رسالہ کے لیے دس سو روپے قرض بھی نہیں دے سکتے ۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ حال ہے کہ اپنی غایت نیکی کے بدولت اپنی طرف سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے ۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ وہ بالفعل ندوہ کی طرف سے سو دو سو روپے قرض دے دیتے ، پھر وصول کر لیتے ۔ میں نے اُن کو لکھا ہے ، آپ پرچہ لکھنے کو دے دیجئے ، روپے مولوی کلیم احمد صاحب کی معرفت اس پہلی اشاعت کے لئے بھجوا دیتا ہوں ۔

۱۔ یہ پور اس کے بعد کے خطوط زیادہ تر رسالہ 'الضیاء' سے متعلق ہیں ۔ جو عربی زبان میں لکھنؤ سے جاری کیا گیا تھا ۔ سید صاحب قبلہؒ اور اُستاد محترم ڈاکٹر تقی الدین الہلالی مدظلہ اس کے نگراں تھے ۔ ادارت اس نو آموز کے سپرد کی گئی ۔ رسالہ چار سال تک جاری رہا (۱۹۳۲ء - ۱۹۳۵ء) اور عربی ممالک میں بھی مقبول ہوا ۔ ۲۔ ڈاکٹر حکیم سید عبدالعلی صاحب ایم بی ۔ بی ۔ ایس ناظم ندوۃ العلماء ۳۔ مولوی سید کلیم احمد صاحب ندوی ، مہتمم کتاب خانہ ندوۃ العلماء ۔

خریداروں کے رجسٹر میں مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی انسپکٹر مدارس عربیہ ،
 الہ آباد ، مولوی محمد شریف صاحب مدرس اول مدرسہ مصباح العلوم الہ آباد ، مولوی حکیم
 خزانہ صاحب جعفری ناظم مدرسہ مصباح العلوم الہ آباد کے نام لکھیے ۔
 رسالہ کا خرچ ساٹھ روپے ماہوار ہوگا ، آپ اپنے لئے پندرہ روپے ماہوار
 رکھیے تو پچھتر روپے ماہوار ہوئے ۔

عربی کتابوں کی ایک فہرست بقید فنون ترتیب دے دیجئے ، میں بھی اپنے
 ہاں کی کتابوں کا اشتہار بھجواتا ہوں ۔ ایک ایجنسی عربی کتابوں کی قائم کرنی چاہیے ۔
 والسلام ، سید سلیمان ۴ مئی ۱۳۳۲ھ

برادر م سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ رسالہ الضیاء ملا ٹائٹل اچھا ہے ۔ مجموعی طور سے معتتم ہے ۔
 مضامین کا خط ذرا جلی ہے ، اس کو اور خفی ہونا چاہیے ۔ اشتہارات کتب عربی کا جو خط
 ہے ، وہ خط ہونا چاہیے ۔ مضامین میں سیاسیات سے احتراز رہے ۔ علمی و تعلیمی و تاریخی
 و مذہبی مضامین پر لکھیے ۔ موجودہ عربی مدارس کے اصلاحات پر لکھیے ۔ ہمارے گورنمنٹ
 نے عربی تعلیم کے لئے جو کمٹی بنائی تھی ، اس کی رپورٹ جو چھپی ہے اس پر دیوارک کیجئے ۔
 نفع چھوڑ دیا کہ آج کے دن کے لئے یہ سب کچھ کرنا چاہیے ۔

الفاظ موجود ہیں، مگر اصل تو مطالب و معانی کی تلاش ہے۔ مجھ سے قلمو مدد کی آمید
فضول ہے، میں کوئی نئی محنت ذرا سی بھی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس وقت طبیعت
کچھ ایسی ہی ہے کہ کثرت کار سے پریشان خاطر ہوں۔ اب آپ کا کام ہے کہ مضامین
لکھیے اور چلائیے۔

مولوی سعید انصاری صاحب، مولوی محمد عزیز صاحب رفقاٹے دار المصنفین
کے نام رسالہ جاری کر دیجیے، ان کی قیمت وصول ہوگئی ہے۔

عین اس وقت وطن دلیہ جانے کے لیے پایہ رکاب ہوں، انصاری صاحب
کا ایک مضمون اور اپنی ایک نظم بھیجتا ہوں۔

مولوی مبارک کریم صاحب کا خط آیا ہے۔ انھوں نے آپ کو بھی لکھا ہے۔
اس کے مطابق عمل کیجیے۔ اور مولوی مبارک کریم صاحب کے نام ایک رسالہ دی پی کیجیے۔
شرف الدین بھٹی کا خط آیا ہے کہ اشتہار کے بارہ میں پھر آپ کو وہ غور کر کے
لکھیں گے۔ مولوی ہاشم صاحب ندوی کی تذکرۃ النوادر کتب خانہ ندوہ میں ہوگی، اس پر
ریویو لکھیے۔

ہدایات

۱۔ کاتب کو ہدایت کی جائے کہ ہر فقرہ کے بعد کامہ بنایا جائے اور مضمون لکھنے
والے بھی اس کا لحاظ رکھیں اور ایڈیٹر مضمون کو دیکھتے وقت اس کا لحاظ رکھے۔
۲۔ مضامین میں صرف لفاظی مفید نہیں، اور معلومات چاہئیں۔

۳۔ آپ اپنے مقالہ کو مسلسل مضمون کی صورت میں شائع کیجیے، مگر اس کا بہر نمبر یا پورا

نہ راقم کا مقالہ (THESIS) اسلام کے اثرات عربی شاعری پر (تأثیر الاسلام فی الشعر العربی)
جو اس نے جمل ادب سے فراغت پر پیش کیا تھا، انصاری کی پہلی جلد میں مسلسل شائع ہوتا رہا۔

مضمون ایک ساتھ ہلالی صاحب دیکھ لیں۔

۴۔ دیکھئے الہلالؒ وغیرہ کے قلم میں اپنے کو اور رسالہ کو گمراہ نہ کیجئے۔ ادبیات

لطیفہ اور خیالات ناسدہ کی زبان کا سد کی پیروی سخت گمراہ کن ہے۔

۵۔ عربی لکھنے کی مشق جاتی رہی ہے، اس لئے ہلالی صاحب کو ایک نظر دکھائی جائے

صرف اس لیے کہ شاید کہیں صلات کی غلطی ہو۔ اور کسی تغیر کی حاجت نہیں۔

۶۔ سیرت عائشہ کا ٹکڑا بیکار ہے، آپ حسب ذیل مضامین کے ترجمے شائع کیجئے۔

ہندوستان کی قدیم درسگاہیں۔ ابوالحسنات درمعارف۔ ہندوستان کا نصاب تعلیم۔

مولانا عبدالحی مرحوم (الذوہ)۔ ہندوستان میں اشاعت اسلام کیونکر ہوئی؟ سید

سلیمان (معارف) مولانا شبلی کا مضمون، شعر العرب۔ درمقالات جدیدہ جلد اول

۷۔ ایک سلسلہ مضمون مشاہیر داکا برعلائے ہند کے تراجم کا مشروع کرنا چاہئے۔

اس کے لئے آپ کو کوشش کرنا چاہئے۔

۸۔ مولوی امین صاحبؒ مدرسہ سرائے میر سے مولانا حمید الدین صاحب کے بعض

مسودوں کی نقل بغرض اشاعت مانگئے۔

۹۔ تمام عربی مدارس اور اساتذہ عربی جوامع سرکاری اور علائے مشاہیر کے نام ایک

۱۰۔ الہلال (مصر) جرجی زیدان کا مشہور گمراہ کن رسالہ۔ الحمد للہ کہ عربی محالک میں بھی اب

اس کا شمار سطحی رسالوں میں ہوتا ہے۔ گودار الہلال سے کم و بیش آٹھ رسالے اور اخبار شائع ہوتے

ہیں، اور سب کا مقصد بد اخلاقی اور فحاشی کی ترویج کے سوا کچھ نہیں۔

۱۱۔ مولانا امین احسن اصلاحی

رجسٹر میں لکھیے اور ان سے خریداری کی خواہش کیجئے اور پہلا پرچہ نمونہ بھیجئے۔
۱۰۔ رسالہ کے متعلق کہ کتنی خریداری ہوئی، مجھے دینے اطلاع دیں۔ ایک اشتہار بھیجتا
ہوں، اس کو اخبارات میں دو۔

۱۱۔ اخبارات کو لکھو ریویو لکھیں اور خصوصاً انقلاب اور الجمعیۃ کو لکھو کہ اس پر زور
دیں کہ مولوی فاضل کے امتحانات کے لیے تمام یونیورسٹیوں نے عربی انشاء
ضروری قرار دیا ہے مگر اس کا کوئی علاج نہیں کیا، یہ رسالہ اس کا علاج ہے۔
اسی طرح مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی انسپکٹر مدارس عربیہ آباد کو درخواست
دو، وہ کٹوری میں ہوں تو ان سے جا کر ملو۔ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے
اس لئے پریشان حال ہیں۔ ملیبار میں خریداروں کی ابتداء ہے، مگر وہاں آواز
پہنچانا مشکل ہے۔

والسلام

سید سلیمان

۱۳

اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ کارڈ ملا، ثمرات الادواق محاضرات کی کتاب ہے، تاریخ نہیں۔

مولانا ضیاء الحسن علی ندوی مرحوم ایم۔ اے، مکتوب نگار کے ہم درس اور دوست تھے، مگر میدان عمل میں راہیں
بدل ہوئی تھیں۔

سب سے پہلے تو ان مورخین کی خدمت میں یہ گزارش کیجیے کہ محاضرات اور تاریخ کا فرق سمجھیں۔ ورنہ آئندہ مقامات حریری اور الف لیلہ کے حوالے بھی آئیں گے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ثمرات الاوراق بہت متاخر کتاب ہے۔ اس کا ماخذ کیا ہے۔ اس نے کہاں سے یہ لیا؟ قاضی حنیٰ ابن الکتف کے حالات قدیم ماخذوں میں تلاش کرو۔ ضرورت ہے کہ تمہارے سامنے مصر کے رسائل نہ ہوں، بلکہ اسلام اور علوم اسلامیہ کی خدمت ہو۔ الزہرہ کا نمونہ تمہارے لئے اچھا ہے۔

مدارس عربیہ صوبہ متحدہ کی پوری فہرست بھیجتا ہوں ان سب کے نام نمونے اور خط جانے چاہئیں کچھ نام اس رقم کے پشت پر ہیں۔ مجھے خط لکھنے کی فرصت کم ملتی ہے۔ کچھ نظم و نشر آئندہ رسالہ کے لئے یہاں سے بھیجی جائے گی۔

بہتر یہ ہے کہ مضمون نگاروں کے ساتھ "بقلم" اور آداب و القاب کے بڑے بڑے تعظیمی الفاظ نکال دو۔ سادہ رہے۔ عربی اخبارات و رسائل کے نام مبادلہ کے لئے منتخب کرو۔ اردو اخبارات، رسائل کی بھی فہرست رہے۔ ۱۰ جی ۲۵ سے زیادہ مبادلہ نہ کرو، پندرہ ہندوستان میں اور ۱۰ باہر۔ مطبوعات جدیدہ کا باب قائم کرو جس میں جدید عربی مطبوعات کا خاکہ ہو۔

اسماء مشترکین

دی پٹی ۱۔ مولانا حکیم حبیب الرحمن صاحب، حکیم حبیب الرحمن روڈ دھاکہ (ان کو

۵ پرچے بھیجے جائیں، ایک دی۔ پی، چار نمونے)

دی پٹی ۲۔ ناظم تعلیمات جامعہ دارالسلام، عمر آباد، شمالی آرکٹ، مدراس۔

منی آرڈر ۳۔ محمد عزیز صاحب ایم اے، شبلی منزل، اعظم گڑھ۔

منی آرڈر ۴ - مولانا سعید انصاری صاحب - شبلی منزل، اعظم گڑھ -

منی آرڈر ۵ - مولوی اقبال احمد صاحب وکیل، اعظم گڑھ -

نمونہ بلاوی پی ۶ - پروفیسر شیخ عبدالقادر صاحب الیم اسسٹنٹ پارٹی ویلار، پونہ -

نمونہ بلاوی پی ۷ - مولوی ریاض حسن خاں صاحب خیال بانکی پور، پٹنہ -

مولانا مبارک کریم صاحب الپکٹر اسلامک اسٹڈیز، پٹنہ کو خط لکھ کر درخواست

کیجیے کہ وہ مدارس میں اس کا اجراء منظور کریں - اور آپ اپنی اور اپنے والد کی ذاتی حیثیت

سے لکھیے - میں لکھ چکا ہوں -

سید سلیمان ۲۳ مئی ۱۹۳۲ء

۱۴

دینہ، ضلع پٹنہ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم - آپ کا خط ملا - الحمد للہ خیریت ہے - حسب ذیل صاحبوں کے نام

۱۔ والد ماجد مولانا ملک ابوالفتح محمد عبدالشکور مدظلہ (مولود سنہ ۱۲۹۹ھ) ۲۔ خان بہادر مولانا مبارک کریم صاحب

(پیشہ منڈی اسلامک اسٹڈیز بہار و اڑیسہ) مشہور عالم مولانا سید وحید الحق استھانوی (ف ۱۳۱۵ھ) کے شاگرد

اور ساختہ و پرداختہ تھے - اس لیے اختلاف مسلک و مشرب کے باوجود ہم لوگوں سے اچھے مراسم تھے - مولانا وحید الحق

میری والدہ کے خالو تھے - نیز ان کی بھلی صاحبزادی مخدومی مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ (جو میری نانی کے چچا زاد بھائی تھے) سے منسوب تھیں -

دی۔ پی بھیجئے اور امداد کی خواہش کیجئے۔

(۱) مولانا یعقوب بخش صاحب راجستھان، محلہ سوہتہ، بدایوں۔

(۲) مولانا قاضی احمد میاں اختر، قاضی دارہ، ہونا گڑھ۔

ان لوگوں کے نام نمونہ بھیج کر خریداری کی درخواست کیجئے۔

۱۔ ڈاکٹر داؤد پٹنا ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی، پروفیسر عربی، کمال کالج، جوگیشوری بھٹی

۲۔ پروفیسر سید نجیب الشرف ندوی ایم اے

۳۔ ڈاکٹر بذل الرحمن پرنیال

۴۔ ڈاکٹر زمیہ احمد، الہ آباد یونیورسٹی۔

۵۔ ڈاکٹر عبدالنثار صدیقی، صدر شعبہ عربی و فارسی، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد۔

۶۔ ڈاکٹر عظیم الدین، صدر شعبہ عربی، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ۔

۷۔ مولوی محمد نجی الدین احمد صاحب بی اے بن مولانا عبدالقادر صاحب، قصور، ضلع لاہور۔

مولوی ضیاء الحسن صاحب نے پچاس روپے بھیج دیئے ہیں، اعظم گڑھ میں ہیں

وہ بھیج دوں گا۔ "سیاسیات" میں میرے خیالات آپ لوگوں سے الگ نہیں، لیکن اگر رولہ

کو چلانا ہے تو اس کو شجر ممنوعہ قرار دینا پڑے گا۔ الخیر مکتبہ لیس فی السیاستہ، انما

هو نوع من الخیر، فترکہ لیس ترک الخیر مکتبہ۔ ہم کو ان ہی لوگوں کی مالی مدد حاصل

کرنا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔ علوم و فنون، ادبیات و دینیات، اصلاح معاشرت و

اجتماع و اخلاق کچھ کم وسیع میدان نہیں۔ مدارس اسلامیہ کے امداد حاصل کرنا بھی اسی اصول پر

مبنی ہے، البتہ غلط سیاست کی تبلیغ و اشاعت سے احتراز لازم ہے۔

مولوی عز الدین صاحب اپنے مضمون کے عدم اشاعت سے بیدخفا ہیں۔ وہ بڑے

نازک مزاج ہیں، ان کو خفا نہ کیجیے، ان کا مضمون چھاپ دیجیے۔ محقق صاحب والا مضمون اشاعت کے قابل نہیں۔ ایک ضروری اور مفید سلسلہ یہ بھی ہے کہ رسالہ کے ساتھ عربی کے نوادر رسائل قلمی تصحیح و تفسیر کے ساتھ چھاپے جائیں۔ مولانا یعقوب بخش بدایونی سے میں نے اس کی تحریک کی ہے، ان کے پاس ریاضیات کے قلمی رسائل بہت سے ہیں۔ آپ بھی ان سے خط و کتابت کیجیے اور ندوہ کے کتب خانہ میں بھی دیکھیے کہ ایسا کوئی رسالہ ہے، یا نہیں، اس میں ٹائٹل وغیرہ لگا کر، فہرست دے کر، رسالہ بنا کر ملحقاً ڈھائی جہز کے اندر کر کے شائع کرنا چاہیے۔

مولوی عبدالرزاق صاحب طبع آبادی نے جو مجھے ڈانٹ بتائی ہے وہ آپ نے دیکھا، یہ ہے انسانی مشرافت؛ اس کی برداشت کے لئے بڑا ظرف درکار ہے۔ معارف میں معری پر جو مضمون نکلا ہے بقلم قاضی اختر جو ناگڈھی، یا آئندہ نکلے گا، اس کا ترجمہ انصاء میں کر کے شائع کیجیے۔

سرف الدین والوں کو بھی لکھیے کہ بمبئی میں وہ آپ کی ایجنسی قبول کر لیں۔
نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی، حبیب گنج ضلع علی گڑھ کے نام رسالہ بھیجیے اور امداد کی درخواست کیجیے۔ والسلام

سید سلیمان

۲۱ جون ۱۹۲۹ء

۱۔ احسان سامی حق، غالباً شام کے رہنے والے، مسلم یونیورسٹی میں اُستاد تھے۔
۲۔ عبدالرزاق صاحب پر تبدیلی ۲۶۔ ۲۷ء میں شروع ہو چکی تھی۔ ۱۹۲۹ء کے بعد تو وہ کھل کھیلے

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم، میں اب اعظم گڑھ واپس آ گیا ہوں۔ آپ کے خطوط ملتے رہے، اور حالات کا پتہ چلتا رہا۔ دہقانہ زندگی میں مسلسل جوابات نہ دے سکا۔ الضیاء کی رفتار اچھی ہے۔ ضرورت اور بھیل مضامین کی ہے۔ مولانا شروانی نے آپ کے رسالہ پر مفصل تبصرہ لکھ کر بھیجا ہے، جس میں سب سے زیادہ محققانہ مضامین کی کمی کی شکایت کی ہے۔ ضرورت ہے کہ معارف قرآنی، نکات احادیث اور دوسرے علوم پر مضامین ہوں۔ اسلام اور ہندوستان کا مضمون مکمل نہیں ہے، ہنوز محتاج تکمیل ہے۔ شاید تین نمبر نکلے ہیں۔ ہندوستان میں علم حدیث والا مقالہ بھی قابل ترجمہ ہے۔

شروانی صاحب نے بھی پچاس کی امداد منظور کی ہے۔

اب تک اردو اخباروں میں آپ کے رسالہ پر ریویو نہیں نکلا ہے، آخر صاحب نے ہر رسالہ الضوء بھیجا ہے، پہلے آپ اس کو میرے پاس بھیجیے۔ اس قسم کے رسالوں کی اشاعت میں سب سے اہم کام اس کا اڈٹ کرنا ہے۔ مصنف کے حالات جمع کیجیے، تصحیح کیجیے۔

اپنی ایک نظم جلد بھیجتا ہوں۔ ریاض حسن خاں خریدار ہو چکے ہیں، ان سے ردیہ خط لکھ کر منگوا لیجیے۔ یمن عبدالعزیز صاحب سے مضمون کا تقاضا کیجیے۔ سیر الاحداث کی سرخی رہنے دیجیے، اور سیاسی خبریں بدستور لکھیے، ان میں ہرج نہیں۔

موقع ملا تو آؤں گا، اور اپنی آنکھ سے آپ کے کاموں کو دیکھوں گا۔ مالیات
کا انتظام ابھی بدستور رہنے دیجئے۔

سید سلیمان، ۲۷ جولائی ۱۳۳۲ھ

۱۶

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

عزیم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام، خط ملا، بہر حال صحت و حسن صبح کا لحاظ ضروری ہے۔ مولوی ضیاء الحسن
صاحب کا خط آیا ہے کہ انھوں نے مدارس کو ہدایت کر دی ہے، امید ہے کہ اس کا اچھا
اثر پڑے گا۔

مشکل الفاظ پر اغراب لگوا کیجئے اور خصوصاً صحت کا بڑا لحاظ رکھیے، ورنہ طبیعت
مکدر ہوتی ہے۔

ایک رسالہ اس پتہ پر دی۔ پی کیجئے: مولوی محمد عظیم الدین صاحب میر مدرس منظر معلوم
بائی سکول امبور AMBUR، شمالی آرکٹ، اسٹاٹہ مدراس۔

کتب خانہ میں کتاب الاوائل ابو ہلال عسکری، تاریخ میں ایک کتاب ہے، اس میں
تاریخ شعر بنجن میں یہ عبارت جہاں ہوا اس کے ہم معنی وہ نقل کر کے بھیجئے: "اول من نظم
الشعر الفارسی ابو العباس بن ہنوز المرادزی" مخطوط لفظ کو صحیح نقل کیجئے گا۔

ایک نمونہ کا پرچہ اس پتہ سے بھیجئے۔ مولانا امعاہل صاحب، جامع مسجد اہل
حدیث، گوجرانوالہ۔

نمونہ کا پرچہ بدرخواست خریداری اس پتہ سے بھیجئے اور مضمون کی بھی درخواست کیے
:- مولانا عبدالوہاب دہلوی تاجر السوئیقتہ، مکتہ المکرماتہ۔

مضمون مرسلہ کا بالائی حصہ اس وقت نہیں ملتا۔ البیان میں چھپا تھا۔

والسلام سلیمان ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء

اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم، کارڈ ملے، گذشتہ رسالہ ملا، سابق سے بہتر تھا۔ لوح پر لفظ الضیاء
کا خط پہلا سب سے بہتر تھا، وہی نمونہ رہے، یعنی پہلے نمبر کی لوح پر جو لکھا تھا۔
۲۔ غلطیوں کا تدارک نہ ہو سکا، صف پر دیکھئے ختمہ مشترک کس قدر مضحکہ خیز ہے
۳۔ مقالہ الضوء بھیجتا ہوں، صحیح تھیے، خط اچھا ہو۔

مشروع میں مقدمہ ہو، جس میں ابن الہشیم کا حال، اس کی تصانیف کا ذکر، اور
پھر اس کے رسالہ کا حال ہو، اور ڈاکٹر صاحب اس پر جو کچھ لکھیں۔

امتد سے کہ ستمہ کے واسط میں کہیں

تقریظ شروع کیجئے تو کتابیں ہندو بیرون ہند سے آئیں گی۔ رسالہ مستشرقین کے

نام بھی جانا چاہیئے۔ والسلام

اب خریداری نمبر کیا ہے؟ الادیب سے مناظرہ موقوف کیجئے۔

سلیمان ، ۳۰ اگست ۱۹۳۲ء

اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ السلام علیکم

میں نے اب تک جواب نہیں دیا کہ خود آنے کا قصد رکھتا تھا، مگر ایک ضرورت سے آج وطن جانا پڑتا ہے۔ اب انشاء اللہ ۲۱ ماہ بحال کو آؤں گا۔

آپ نے جو تجویز سوچی ہے کہ سال دس ماہ کا ہو اور دو ماہ کے بدلے کوئی کتاب دی جائے مجھے پسند ہے، اس پر عمل کیجئے اور اس کا اعلان چند ماہ کیجئے۔

میرے پاس تاریخ ہند مولانا عبدالحی مرحوم کے ۷۷ صفحے ٹائپ میں چھپے ہوئے رکھے ہیں۔ صرف چند صفحوں کے لیے ڈاکٹر عبدالحی روتے ہیں۔ اگر وہ راضی ہوں تو انہیں کو

۱۔ انہیں دنوں حضرات شیعہ (لکھنؤ) نے بھی عربی زبان میں ایک رسالہ (الادیب) نکالنا شروع کیا تھا

۲۔ وہ راضی نہ ہوئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ غلطیوں سے بھرپور کتاب منظر عام پر آئے۔

پورا کر کے چھاپ دیا جائے۔ اس میں کافی غلطیاں ہیں، ان کا غلط نامہ لگا دیا جائے،
اس طرح آپ کو کچھ بچ رہے گا۔ والسلام

سید سلیمان ۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۹

دار المصنفین، اعظم گڑھ

برادر م سہتم

السلام علیکم، کتابیں دار المصنفین سے اپنی ذمہ داری پر بحجود تیا ہوں، فروخت شد
رقم آپ ہر یکم ماہ کو دفتر میں بھیجتے رہیں، کمیشن منہا کرنے کے بعد تفصیل ہمارے
دفتر سے معلوم ہوگی۔

ایک بات خیال میں آئی ہے، آپ اس سال اگر کوئی نیا رسالہ شائع نہ کریں، بلکہ
'امعان فی اقسام القرآن' ہمارے ہاں سے ڈیڑھ سو خرید کر خریداروں کو بھیج دیجئے،
آپ کوئی نسخہ ۸ کے حساب سے دیا جائے گا یعنی پچھتر روپے میں ڈیڑھ سو نسخے
مل جائیں گے، جو آپ کے خریداروں کے لئے کافی ہیں۔ اگر کوئی دوسری کتاب آپ
اس وقت چھپوائیں گے تو سو سو سو لگ جائیں گے۔ 'امعان' کی لوح کے آخری صفحہ پر
ایک چٹ چھپوا کر لگا دیجئے گا کہ یہ الضیاء کے دو ماہ کے مبادلہ میں شائع کیا جاتا ہے۔

'امعان' ابھی ہندوستان میں شائع نہیں ہوئی ہے۔ اپنی رائے سے جلد مطلع کیجئے۔ سید سلیمان

اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ

السلام علیکم۔ میں انشاء اللہ ۲۳ کی شام کو لکھنؤ پہنچوں گا اور ندوہ میں قیام کروں گا۔ طلبائے تدییم کے جلسہ کی وجہ سے لاہور کی انجمن خدام الدین میں شرکت سے باز رہا۔ مولانا سید علی صاحب زینبی کے پاس خیام کا ایک فلمی رسالہ اور ایک جلد رہنمائی خیام ہے شاید مولانا کے کالج میں تعطیل ہو جائے۔ بنا بریں فوراً جا کر مولانا سے یہ دو نوپڑی لے لیجئے، اور مہری طرف سے کہیئے کہ اگر وہ لکھنؤ رہیں تو ۲۴ کو کسی وقت رسالہ پران سے گفتگو کروں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۱ دسمبر ۱۳۲۲ء

شبلی اکیدمی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ دسواں رسالہ شائع کرنے کے بعد فنڈ میں کیا باقی رہتا ہے؟ اس سے مطلع کیجیئے، یہ درناہ آپ علاوہ اور کاموں کے رسالہ کے پروپیگنڈے میں صرف کیجئے، آپ کے پیچھے میں رسالہ کی ڈاک اور وی بی کا کام کون کرے گا؟ اس کا انتظام کر کے ہٹنا ہوگا۔

آئندہ سال کے لئے اشتہار ایسے اخباروں میں مبادلہ کے طور پر بھیجئے۔ بہار میں جا کر مولانا، مبارک کریم صاحب سے ملیئے، اور اجرائے رسالہ کی کوشش کیجئے، کیونکہ آئندہ سال پھر اعداد کا ملنا غیر متوقع ہے۔ اب خود دست و بازو کو حرکت دینا ہوگی۔

مولانا مشروانی کا خط آیا ہے کہ "الفیلسوف الفارسی الکبیر" کا ایک نسخہ ان کے کتب خانہ کے لئے منگوا دیجئے۔

میں فردری کے بیس تک لکھنؤ کا قصد کرتا ہوں۔

ابھی تک مکان کا ارادہ نہیں، مارچ میں اعظم گڑھ رہوں گا، اواخر مارچ میں علی گڑھ و دہلی تک سفر کرنا ہے۔ آپ قرآن پاک کے سیاق و سباق پر غور کرتے رہئے اس سے مشکل حل ہوگی، انشاء اللہ۔ آپ آسکتے ہیں۔

والسلام سید سلیمان ۹ فردری ۱۹۳۴ء۔

دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔ یوپی

عزیز محرم بھکم اللہ الخیر

اسلام علیکم۔ آپ کے خطوط آتے رہے، انصیاء کا حال معلوم ہوتا رہا۔ بہت سے چلاتے رہو۔ ایک دی۔ پی مولوی ریاض حسن خاں صاحب انگریزیشن روڈ، پٹنہ کے نام سے کرو، مہاراجہ سے وعدہ لے چکا ہوں۔

علم الحدیث والا مضمون بھیجتا ہوں ، یہ صاحب الذی کو ہمیشہ اللہ ہی لکھتے ہیں تنبیہ کیجیے۔ اس کے ساتھ مولانا مشرانی کا ایک اردو مضمون جاتا ہے ، اس کی عربی کر کے قاضی عبد المجید صاحب قرشی دفتر سیرت کمیٹی ، پی ضلع لاہور جلد بھجوا دیجیے۔ عبارت صاف و رواں ہو۔ آپ لوگوں کے قلم میں مذہبی مضامین کی ادا میں احتیاط اور ادب نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے مضمون کا بھی یہی حال ہے۔ غلطیوں کے علاوہ انبیاء کرام کی نسبت لکھ دیا ہے کہ کمیت عظیم ، کس درجہ گستاخی ہے۔

گرمی کے سبب کام سے اکتاتا ہوں ، گذشتہ سال سے گرمی کو ماننے لگا ہوں ، اور اب ان دنوں کام نہیں ہوتا۔ آخر تقاضائے عمر بھی کوئی چیز ہے۔

والسلام سید سلیمان

۲۴ مئی ۱۹۳۴ء

لے اشارہ مولانا ابوالیث ندوی اصلاحی کی طرف ہے ، جو مقالہ علم الحدیث کا ترجمہ کر رہے تھے اور اس وقت دارالعلوم کی آخری جماعت میں زیر تعلیم تھے۔

لے رسول وحدت۔ مکتوب نگار کا مشہور خطبہ ہے ، اس کا ترجمہ محمد ناظم صاحب ندوی کے قلم سے الضیاء میں شائع ہوا تھا۔ محمد ناظم صاحب غالباً اس وقت دارالعلوم کا آخری امتحان دے چکے تھے۔

دارالمصنفین ، اعظم گڑھ (یو۔ پی)

برادر م سَلَّمَ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ رسالۃ الضوء لابن ہشیم موصول ہوا۔ قاضی صاحب (مرسل) سے یہ درباقت کیجئے کہ اس کی اصل کہاں ہے اور کب کی لکھی ہوئی اور کس کی لکھی ہوئی، فرض یہ کہ اصل نسخہ کا حال و مقام ان سے منگوائیں تاکہ اس کا استناد ظاہر ہو۔

ایک اور سلسلہ مضمون بھیجتا ہوں، یہ مضمون بھی نظم کی طرح بہت پرانا ہے اور پوری کتاب ہے۔ پرچہ بہت غلط چھپتا ہے، اس کی بڑی شکایتیں ہیں، نیز مطبع میں اصلاح شکی ٹھیک نہیں ہوتی، جا بجا سیاہی اور داغ دھبے ہیں، صفائی نہیں، خط جلی نہ ہونے کی وجہ سے چند خط بھیجتا ہوں۔ ابھی ملبار والوں کو خبر نہیں، ادھر اشتہار و اعلان کی صورت پیدا کیجئے۔ اخبارات میں سے انقلاب اور ملت کو ریویو کے لئے باصرار لکھیے اور یوں کہئے کہ آپ ہی کی امداد سے یہ کام انجام پا سکتا ہے۔ مدینہ کو بھی لکھیے اور بہتر ہو کہ یوں کہئے کہ خود کسی کی طرف سے ریویو مختصر لکھوا کر بھجواد دیجئے کہ شائع کر دیں۔ اجماعیہ کو پرزور طریقہ سے لکھیے، امارت پھلوری کو لکھیے۔

ایک رسالہ مولوی محمد علی صاحب گربست مؤلف اعظم گڑھ کے نام ذاتی دی چلی کیجئے اسی طرح مولانا ابوبکر صاحب جو پوری کے نام پہلے ایک کارڈ لکھ کر جو پور کے پتہ سے روانہ کیجئے، میں اس ضمن میں ٹائپ کا ایک مطبع بھی چاہتا ہوں۔ لکھنؤ میں سکندربینڈ ٹائپ دستی

پرس تلاش کیجئے ، شاید کہیں سستا مل جائے ۔

آج نمبر خریداری کیا ہے؟ جب سو خریدار ہو جائیں تو آپ پانچ اور بڑھالیں ۔

ہمارے طلبہ نے خریدا یا نہیں ؟

سلیمان

دفتر دار المصنفین ، اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

خط ملا ، رسالہ کی ترقی کا حال سن کر خوشی ہوئی ۔ ضرورت ہے کہ دوسرے کے لکھے

ہوئے مضامین پر آپ خود بھی نظر ثانی کریں ۔ اس باب میں پہلی انگاری درست نہیں ۔

آپ نے پانچ روپیہ کا اضافہ کیا ، مگر یہ ساٹھ روپے آپ کہاں سے لائیں گے؟

یہ سن لیجئے کہ میں نے سہ ماہی سال تک المذودہ کو اس طرح چلایا ہے کہ چھپرائی کے کام سے

لے کر اڈمیٹری تک کا کام تنہا انجام دیا ہے ، اور آپ ایک ہی سال میں معاون کی تلاش

کرنے لگے ۔ بہر حال آپ جو کر چکے اس کا علاج یہی ہے کہ خریداری کے لئے مزید کوششیں

سہ الحمد للہ کہ عاجز نے بھی مسلسل چار سال تک رسالہ الضیاع کے سارے کام تنہا انجام

دیئے ۔ خود ہی اڈمیٹر اور خود ہی چھپرائی اور کلرک بھی — اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ابتدائی

جفاکشی نے سیرت کی تعمیر میں بہت مدد دی ۔

کیجئے۔ ابھی سے مصر و شام میں حصول نام کی سعی میں اپنے پرچہ کے کاموں میں تساہل، آپ کی اس غرض کو بھی نقصان پہنچائے گا۔

دنیا میں صرف پائینکس ہی کوئی چیز نہیں ہے، ابھی تک آپ نے خود اشعر الجہلی کے علاوہ الضیاء میں کوئی مضمون لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ابھی راستہ منزل کا دور ہے، ابھی سے کمر کھولنے کی تیاری ہلاکت ہے۔

نوشخری یہ ہے کہ نواب سر منزل اللہ خان بہادر نے سو روپیہ کا چک اور نواب صدر یار جنگ نے ۵۰ کا چک آپ کے رسالہ کے لئے بھیجا ہے۔ اس طرح تین مہینے کا یہ سامان اور ہو گیا۔ یاد رکھو لیسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى۔

الضیاء کا ایک پرچہ ذیل کے پتہ پر بطور نمونہ بھیج دیجئے۔

M. K. KUNHAMMOO SAHEB

SUB REGISTRAR

TALI PARAMBA (N. MALABAR)

سیلان، ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

۱۔ راقم نے 'الحرب' (ہفتہ وار) فلسطین میں ہندوستانی سیاسیات پر ایک سلسلہ مضامین شروع کیا تھا۔ استاذ مرحوم طلب علم کے ابتدائی عہد میں چھپنے چھپانے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

دارالمصنفین، اعظم گڑھ، یوپی

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ کچھ اپنی رباعیاں بھیجتا ہوں۔ نیچی صنم کے ٹائپ پرپس کا نمونہ بھیجتا

ہوں۔ یہ تو کچھ اچھا نہیں۔

۱۔ رسالہ کے مضمون کے لئے آپ اس پتہ سے خط و کتابت کیجیے۔

ڈاکٹر محمدانی، پروفیسر اسماعیل کالج، آندھری، ممبئی۔

یہ نسلا عرب ہیں اور مذہباً اسماعیلی ہیں، اور انگریزی کے گریجویٹ اور پی ایچ ڈی ہیں۔ ان سے ان کا وہ مضمون مانگو جو انہوں نے دائرہ معارف اسلامیہ لاہور میں پڑھا تھا، اور میرا حوالہ دو۔ کل کے کارڈ میں ایک خریدار کا پتہ بھیجا گیا ہے۔

۲۔ صحت کی پوری کوشش کیجیے، غلط سمجھتا ہے، اس کا علاج یہی ہے کہ دو تین

بار دیکھا جائے۔

۳۔ مولانا تمجد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی تبرک مولوی امین صاحب سے

مانگو اور نقاضا کرو۔

۴۔ ہر ماہ میں عالم اسلامی پر ویسا تبصرہ ہو جیسا جامعہ میں ہوتا ہے، اور دوسرے

باب میں ہندوستان پر۔ نمونہ جامعہ کے ابواب کا ہے۔ کا شعر و چین پر اس مضمون کا ترجمہ کرو

۵۔ مشہور عالم و ادیب شوق نموی عظیم آبادی کا وطن۔ غالباً ان کے صاحبزادے عربی ٹائپ پرپس

لائے تھے۔ مرہوم کا نایاب کتب خانہ لکھنؤ تک محفوظ تھا۔ نمبر لکھنؤ کے کشت و خون میں یہ انمول موتی بھی

نٹ گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

تو جامعہ میں بدرالدین حسینی نے لکھا ہے، یا چینی اسلام پر ان سے مضمون لکھوا کر ترجمہ کراؤ۔
کاشغری تو اس باب میں لاشعشع ہیں۔ والسلام

سید سلیمان یکم اگست ۱۹۳۳ء

۲۶

دارالمصنفین، اعظم گڑھ (یو۔ پی)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام۔ آپ اپنے مختصر سفر سے واپس آگئے ہوں گے بحسب الطلب مولانا
شبلی رحوم پر ایک مقالہ محررہ مولوی عبدالسلام صاحب جاتا ہے۔ عربی کے لحاظ سے
اس میں الفاظ اور فقرات اور مطالب کا رد و بدل یا غیر ضروری امور کا حذف کیا جاسکتا ہے،
اور تعریب کے بعد یہ اصل اردو مجھے واپس کر دیا جائے۔

آپ گھبراتے ہیں السَّعْيُ مَتْنٌ وَالْإِتْمَانُ مِنَ اللَّهِ پور عمل کیجیے۔ اس سال کے
خریداروں کے پاس دو ماہ کے معاوضہ میں "زیادات متنبی" والا رسالہ تقسیم کر دیجیے گا۔
خریداروں سے پہل زبان میں دوسرے لوگوں کو خریدار بنانے کی تحریک رسالہ میں
کیجیے، بلکہ اردو میں لکھ دیجیے تاکہ ہر شخص سمجھ سکے کہیں حاشیہ میں جہاں جگہ ملے۔ اور اس کو

چند مہینے متواتر جاری رکھیے۔

حدیث والا مضمون شیخ محمد صاحب کے پاس بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں، انہوں نے لکھا تھا کہ نہیں پہنچا۔ دریافت کیجئے کہ اب بھی پہنچا یا نہیں؟ یہاں سے بھیجے دو ہفتے ہو گئے۔

اب اس وقت رسالہ کی تحویل میں کس قدر رقم ہے؟ والسلام

سید سلیمان ۲۱ ستمبر ۱۹۳۳ء

۲۷

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

افسوس ہے کہ شیخ محمد صاحب کا مضمون ڈاک میں ضائع گیا، میں نے بتایا تھا اس میں غلطی کافی تھی۔ ایک غلطی ضروری الاصلاح یہ ہے کہ قاضی شہار اللہ پانی پتی کا نام تلامذہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے کاٹ کر، شاہ ولی اللہ صاحب کے تلامذہ میں داخل کیا جائے۔ عربی عبارت پر آپ خود نظر اصلاحی ڈالیں، اور چھپنے کو دے دیجئے، مولانا شبلی والے مضمون کو بحیثیت مواد اپنے سامنے رکھیے اور آپ خود لکھیے اور ان کی شان کے مطابق

۱۔ مولانا ابوالکلیث اصلاحی ندوی۔ ان کا اصلی نام شیخ محمد تھا۔ ”الضیاء“ کے زمانے میں نام کی تبدیلی ہوئی عربی رسالے میں اردو نام نہیں کھپتا تھا۔

لکھیے۔ الضیاء کے قبضہ میں ماسہ روپے ہیں تو گویا دواہ کا سامان ہے۔ سوا سو
کی ضرورت اور پڑے گی۔ خدا کرے کہ صاحب روپے بھی خریداروں سے آپ کو اور مل جائے
رسالہ منتہی ممکن ہے کہ آپ کو کم قیمت پر مل جائے، مایوں ہی مل جائے۔

والسلام

سید سلیمان ۲۶ ستمبر ۱۳۳۳ھ

مولوی مسعود علی صاحب اس دفعہ تمہارے اور ناظم کے بہت مداح ہیں۔ میں اکثر
کہا کرتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ محمود بننا مشکل نہیں، ایاز بننا مشکل ہے۔ اپنی "ایازی" صفت
کو قائم رکھیے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۶ ستمبر ۱۳۳۳ھ

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

مولوی مسعود عالم صاحب ندوی

وعلیکم السلام، خط ملا۔ آپ کے لیے نظم کا ایک صفحہ بھیجتا ہوں۔ مضمون مطلوب پر

۱۰ زیادات فی دیوان المنتہی کے نام سے ایک مختصر رسالہ عبدالعزیز مین صاحب دارالمصنفین کے اہتمام سے معر میں شائع

۱۱ مولانا مسعود علی ندوی، مینجر دارالمصنفین۔ اس وقت ندوہ کی مسجد تعمیر کر رہے تھے اور وہیں قیام تھا۔

نظر ثانی کی اس وقت فرصت نہیں، آپ لاہور مولوی احمد علی صاحب کے پاس جاسکتے ہیں۔
 میں قیاس کرتا ہوں کہ ان کا قرآن سیاہی ہے۔ آپ مولوی علی صاحب سے دریافت کر لیجیے۔
 اگر آپ جانتے تو اچھا ہوتا کہ علاوہ درس کے لوگوں سے آپ کی ملاقاتوں کا دائرہ وسیع ہوتا۔
 جی ہاں یہ دو نجاشی تھے، دیکھو صحیح مسلم جلد دوم باب کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الملک
 پھر بھی یہ واقعہ قابلِ تحقیق ہے۔

لَقَدْ تَأَمَّلْتُ الطَّرُقَ الْكَلَامِيَّةَ اَلَمْ يَهْدِنَا رَبُّنَا لِهَذِهِ اَلطَّرِيقِ اَلْحَقِّ اَلْمُسْتَقِيمِ (المسحی بیان موافقتہ صریح المعقول
 جگہ نقل کی ہے، مثلاً کتاب العقل والنقل لابن تیمیہ (المسحی بیان موافقتہ صریح المعقول
 لصحیح المنقول) برہامش منهاج السنۃ لہ، جلد اول ص ۹۰۔ یہ امام رازی کا قول ہے
 اور ان کی کتاب اقسام الذوات سے مقتبس ہے۔ علامہ موصوف نے رازی کی اس عبارت
 کو اپنے رسائل اور کتاب الرد علی المنطقیین میں بھی نقل کیا ہے۔
 میرے ہاں آپ جب چاہیں آسکتے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان، شعبان ۱۲۵۲ھ

علہ علی میاں (مولانا ابوالحسن ندوی) لاہور ہو آئے تھے اور احضار کی زبانی تعریف سن کر راقم کو خیال پیدا ہوا
 تھا، لیکن یہ عمل جامہ نہ پہن سکا۔

دارالمصنفین، اعظم گڑھ یوپی

برادر عزیز سلکم اللہ تعالیٰ

خطوط ملتے رہے، یہ رقم غالباً جمال الغزالی کی تحریک پر بھیجی گئی ہوگی۔ وہ حج کے مبلغ و داعی ہیں۔ بہر حال اس سے موجودہ ضرورت عین وقت پر پوری ہوئی۔ واللہ الحمد۔ الضیاء کے ساتھ کچھ اللہ تعالیٰ کی امداد شامل معلوم ہوتی ہے۔ شکریہ کے جواب میں کوئی وعدہ نہ کیجیے گا، بجز اس کے کہ الضیاء حق کی خدمت اور صدق کی تائید کے لیے ہمہ وقت تیار ہے اور رہے گا۔ حج کے لیے اب آپ کیا کر سکتے ہیں، دو ماہ تو آپ کی چھٹی کے ہیں۔ اب آئندہ سال حج کا اعلان دو چار پرچوں میں نکال دیجیے گا۔

میں ۲۱ کو دہلی جا رہا ہوں۔ جامعہ میں ڈاکٹر وہبی کی ایک تقریر ۲۲ والی میں صدارت ہوگی۔ ۲۰ کی شام کی گاڑی سے کانپور ہو کر جاؤں گا۔ جاتے ہوئے مٹھرنے کا موقع نہیں۔ اسٹیشن اگر آسکتے ہوں تو ملاقات ہوگی۔

ہلائی صاحب کے استغنے کا افسوس ہے، اب آپ ہی لوگوں کو کرنا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۵ فروری ۱۹۳۲ء

۱۔ ایک ترکی فوجی افسر انور پاشا مرحوم کے رفیق خاص ہونے کے مدعی تھے۔ ان دنوں سعودی حکومت کی طرف سے دعوت حج پر مامور تھے۔ لکھنؤ بھی تشریف لائے تھے اور بار بار ملنا ہوا تھا۔ غالباً ان کی تحریک پر الضیاء کو سعودی حکومت کی طرف سے سو روپے سالانہ چندہ بھیجا گیا تھا، جو دوسرے ہی سال ایک سخت تنقید لکھنے پر بند ہو گیا

۲۔ استاذ محترم ڈاکٹر محمد تقی الدین الہلالی، جو سنہ ۱۳۳۵ء کے واسطے سے سنہ ۱۳۳۶ء کے آخر تک دارالعلوم ندوۃ العلماء میں رہے

اعظم گدھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام . مجھے آپ کی تجویزوں سے اختلاف نہیں . عراق کا خیال مجھے بھی آیا کرتا ہے . انشاء اللہ : زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا .

انضیاء کے لیے اس وقت کوئی مضمون پیش نظر نہیں . آپ جب جائیں تو میرا مضمون ہماذرائی اور عرب مجھے رجسٹرڈ واپس بھیجتے جائیں .

انضیاء کے لئے سر منزل اللہ خاں اور نواب صدیقار جنگ سے اشارۃً تحریک کی ہے . کیا مولوی ضیاء الحسن صاحب نے موعود و چندہ ادا کیا ؟

نثر محمد صاحب سے کہیے کہ اس وقت کسی طویل جواب کی زحمت اٹھانے سے معذور ہوں . مئی اور جون میں وطن جا کر آرام اٹھانے کا خیال ہے . بیمار ہو گیا تھا ، اب اچھا ہوں .

مولوی عبدالمجید صاحب دریابادی کی بیماری کے متعلق کچھ علم ہو تو اطلاع دو . والسلام

سید سلیمان ۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء

۱۰ راقم ان دنوں عراق جانے کی کوشش کر رہا تھا . استاذ محترم ہلالی صاحب وہیں مقیم تھے . مگر پاسپورٹ نہ مل سکا .

دفتر دارالمصنفین ، اعظم گڑھ

نمبر ۵۱۳۶ مورخہ ۲ اگست ۱۹۳۴ء

برادر م سلمہ السلام علیکم

آپ کا خط پہلے آیا تھا اور رسالہ آج پہنچا ، رسالہ کی چھپائی بالکل نا صاف ہے ، مطبع پر تاکید کرنی چاہیے۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ علی میاں آگئے۔ انصیاء کے نٹوروپے یہاں رکھے ہیں۔ نواب منزل اللہ خاں صاحب کا عطیہ ہے۔ مولوی کلیم احمد صاحب کے نام کل چیک بھجوا دوں گا، ان سے لے لیجیے گا۔

میں گو ۱۶ جولائی کو یہاں پہنچ گیا تھا لیکن بچہ کی علالت کی وجہ سے پریشان تھا۔ اب

اچھا ہے۔ والسلام

سید سلیمان

لے پروگرام یہ تھا کہ میرے قیام عراق کے دوران میں علی میاں انصیاء کے انچارج رہیں گے اور

دارالعلوم میں بھی تدریس کا کام سنبھال لیں گے۔ میرا تو جانا نہیں ہوا، لیکن علی میاں مستقل طور پر ندوہ آگئے

اور اب تو انھیں کے دم سے ان کی بہار سے۔

اعظم گدھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام۔ آپ کے خطوط ملے۔ میں انشاء اللہ ۱۶ کی شام کو لکھنؤ پہنچوں گا، اور دو روزہ وہ میں رہوں گا۔ ایک روز کے لئے ۱۹ کو بجنور جانا ہے اور پھر واپس آنا ہے۔ آپ کے سوالات کا جواب بالمشافہ دوں گا۔

نواب صدر یار جنگ کو انصیاء کے لئے پھر یاد دہانی کی ہے۔ پھر وعدہ کیا ہے۔ ۱۲ نومبر کو اللہ آباد جاؤں گا تو ضیاء الحسن صاحب کو بھی پکڑوں گا۔

مولوی حافظ عمران خاں صاحب سے میری آمد کا ذکر کر دیجئے، اور ناظم صاحب کو بھی خبر ہو جائے۔ والسلام سید سلیمان ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۶ء

حافظ عمران خاں صاحب سے کہہ کر حسب ذیل پتہ سے ایک دستور العمل و نصاب دارالعلوم بھجوا دیجئے:-

منشی حمید اللہ صاحب قدوائی، سب رجسٹرار تحصیل ایٹھی راج، ضلع سیتاپور۔

اعظم گدھ

عزیزم سلیم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ خط ملا، حالات معلوم ہوئے۔ مولانا شردانی صاحب سے پرتقا کیا ہے۔ مولوی ضیاء الحسن صاحب نے ہر دو سال گزشتہ و موجودہ کا چندہ ۲۵۰ روپے میں جنوری سے مارچ تک دینے کو کہا ہے۔ غرض ڈیڑھ سو کا وعدہ میرے پاس ہے۔

ضرورت یہ ہے کہ آپ اپنے آئندہ رسالہ میں حج کی ضرورت و اہمیت مذہبی و دینی و بین المللی پر ایک مضمون الضیاء میں چھاپیں، شاید ادھر سے امداد ملے۔

مطبع والے کیا دو تین ماہ صبر نہ کر سکیں گے، آپ کا ابھی اتنا بھی اعتماد نہیں، ۲۵ کو علی گڑھ میں کورٹ کا پھر اجلاس ہے۔ مولوی مسعود علی صاحب اور میں بھی شہر ہوں گا۔ شاید ۲۲ کو لکھنؤ پہنچوں۔

کاشغری صاحب اگر اپنے رسالہ کی چھپائی میں نصف کی شرکت کریں تو اس کو چھاپے آپ کے پاس سرمایہ ہوتا تو آپ ہی کو کہتا کہ اپنا اطراد حتمہ چھاپ دیجیے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۹ نومبر ۱۳۳۲ھ

۱۔ اطراد عربی میں (THESIS) کو کہتے ہیں۔ اشارہ مکتوب الیہ کے مقالہ 'تأثیر الاسلام فی الشعر العربی' کی طرف ہے، جو اس نے تکمیل ادب کے امتحان میں پیش کیا تھا اور جس کا ذکر آج کا ہے۔

دارالمصنفین ، اعظم گڑھ یوپی

برادرِ مسلم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ، خط ملا ۔ پچاس روپے کا چیک انشاء اللہ شروانی صاحب کے یہاں سے
اس مہینہ وصول ہوگا ، وہ بھیجا جائے گا ۔

مولانا حمید الدین صاحب کی تفسیر نفل کا مسودہ میرے پاس ہے جس کا حجم ۵۰
صفحوں کا ہے اگر مناسب ہو تو اس کو شائع کیا جائے ۔

دو خط بھیجتا ہوں ، ان دونوں پر الگ الگ لفافے لکھ کر بدرالدین صاحب کو دے
دیجیے اور اگر چلے گئے ہوں تو ان کے پاس بھجوا دیجیے ۔
رسالہ اچھا تھا مگر اخلاط بہت تھے ۔

جج والے مضمون کی تلخیص کے بجائے پرزور ترجمہ ہوتا تو اچھا ہوتا ، شاید جگہ کم

رہی ہو ۔ والسلام

سید سلیمان (۲ رمضان ۱۴۵۳ھ)

۱۵ بدرالدین چینی ندوی بی اے (جامعہ) مرید طلب علم کے لیے مصر جا رہے تھے ۔ اتاذ مرحوم
نے سید رتیب رضا مرحوم اور محب الدین الخطیب کے نام تعارفی خطوط دیئے تھے ۔

اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ چند روز ہوئے کہ ”امر معلوم“ بخیر و خوبی انجام پا گیا۔ اب سب لوگوں کی خوشی یہ ہے کہ آپ اس بقرعید میں گھر آئیں۔ مولوی مسعود علی صاحب کہتے ہیں کہ آئیے اور دو ایک روز یہاں بھی ٹھہریں۔

مولوی مسعود علی صاحب کے ایک عزیز نخت بیمار ہیں، مرنیسا ہے۔ مولوی صاحب پرائس کا بے حد اثر ہے۔ دو چار روز ہوئے کہ مولوی صاحب کو خوش بھی آگئی تھی۔ رسیہ بود بلائے دے بخیر گذشت۔

اگر مدرسہ کے اور رسالہ کے کام میں کوئی سرج نہ ہو تو آپ کے سفر سے اختلاف نہیں ضیاء الحسن صاحب کو خط لکھتا ہوں۔ باقی باتیں زبانی ہوں گی۔ والسلام

سیمان ۲۷ فروری ۱۹۳۹ء

اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ خیریت ہے۔ رواداری میں یہ کہنا مجبول گیا کہ فواب مہر مزل اللہ

خاں بہادر کے بخیریت سفر حج سے واپسی پر انصیاء کی طرف سے مبارکباد دیکھیے اور ساتھ ہی حسن تلمیح کے ساتھ یہ بھی لکھیے کہ محرم سے نیا سال شروع ہو گیا۔ انصیاء کی روشنی صرف آپ کے انوارِ کرم سے ہے۔ اُمید ہے کہ اس کی سالانہ امداد جلد عنایت ہوگی تاکہ اوائل سال کی قنتیں رفع ہوں، شاید سید سلیمان نے آپ کو یاد دہانی کی ہو۔

والسلام

سید سلیمان ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء

۳۷

دارالمصنفین، اعظم گڑھ (یوپی)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام، میری مصروفیت اور آج کل گرمی کے سبب سے اوقات کار کی تحدید نے بہت سے کاموں سے معذور کر رکھا ہے۔ آپ کے لئے روپیہ کی فراہمی کی درخواستیں دو دو جگہ کر رکھی ہیں، نواب منزل اللہ خاں کو میں نے خود بھی لکھا ہے۔ جواب کا انتظار ہے۔ دیر یا سویر روپیہ ضرور ملے گا، البتہ آپ کی تکلیف کا خیال ہے۔ آپ نے ”تھوڑی بہت رقم“ کی تعدادی تصریح کر دی ہوئی، تو میں ہی ممت کر جاتا۔

سید صاحب کی شہادت کے بعد ۵۷ء کے غدر تک دلی میں مناظروں کی گرم

بازاری رہی، جس سے اہل حدیث اور احناف دونوں میں بٹ گئے اور احناف میں پھر خیر آبادی و بدالیونی ایک طرف اور علمائے حق دوسری طرف تھے۔ تقویۃ الایمان اور مولانا اسماعیل صاحب کی تکفیر مابہ البحت رہی۔

سید صاحبؒ کے خلفاء میں سے ایک مشہور بزرگ مولانا ولایت علی صاحب صادق پور پٹنہ میں تھے۔ وہابیوں نے حجاز میں آکر لوگوں کے خلاف جو لڑائیاں لڑیں اور ترکوں کی طرف سے محمد علی پاشا خدیو مصر نے جس میں انگریز افسر بھی شامل تھے، وہابیوں کا قلع قمع کیا، اس وقت یہ پردیگنڈا کیا گیا کہ وہابی کے معنی یہ ہیں کہ جو حکومت کے خلاف بغاوت پھیلائے۔ چنانچہ غدر کے سلسلہ میں وہابیوں کی دھڑ پکڑ شروع ہوئی۔ اس کا کچھ ذکر آپ کو حیات جاوید حالی میں ملے گا۔

سید صاحب کے اہل قافلہ شکت کے بعد کچھ اسلامی ریاستوں، ٹونک اور بھوپال میں واپس آگئے اور زیادہ تر سرحد پار علاقہ آزاد میں رہ گئے اور اب تک ہیں۔ ان کو مجاہدین کہتے ہیں۔ اور چمر قندان کا مرکز ہے۔ مجاہدین کی مدد کے لئے وہابی گروہ ہند نے جابجا مرکزی شہروں میں امام و امیر بنائے، ان کے پاس زکوٰۃ کے روپے جمع ہوتے، مجاہدین کے فقیہ نامندے پھر پھر کر ان رقوم کو دست بدست مرکز امامت تک پہنچاتے۔ اس کا سلسلہ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی تک باقی رہا، پھر جاتا رہا۔ اب اس کی کوئی منظم شکل نہیں۔

لے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (دف سنا) دور آخر میں بڑی منظم ہستی تھے۔ آپ کی موت سے تحریک تجدید و جہاد کی بساط الٹ گئی۔ پھر ویسا منظم کام نہ ہو سکا۔ رحیم آباد ضلع درجنڈہ (بہار) میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

گو مجاہدین کا گریز و اب بھی سرحد پر موجود ہے اور کچھ کرتا رہتا ہے۔ اور چندے بھی پاتا ہے۔
 حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک جو ہمایگیر کے عہد میں تھے،
 ہندوستان میں یا خشاکِ نقاہت یا تر و امنِ مشرکانہ تصوف کا رواج تھا۔ ہمایوں کے ایرانی
 داخلہ اور صفویہ کی محبت نے شیعیت کا رنگ پیدا کر دیا۔ اکبر نے ہندویت کو آمیز کر دیا۔
 حضرت مجدد الف ثانی نے ان سب بدعات کا مقابلہ کیا۔

مجدد صاحب سے پہلے بعض اور مصلحین، اکبر سے پہلے پیدا ہوئے جن میں مشہور نام
 سید محمد جوپوری مدنی ہندویت کا ہے۔ اس سے بھی پہلے سلطان محمد تغلق کے سامنے بھی تصوف
 باطل کے السداد کا مسئلہ تھا۔ اس کے تعلقات ابن تیمیہ کے خلفاء و تلامذہ سے تھے۔ چونکہ
 اس کے نزدیک امام وقت کی اجازت کے بغیر کسی اسلامی بادشاہ کی حکومت جائز نہیں اور
 اس وقت امامت کا براٹے نام بھی، مرکز مصر تھا، جہاں ایک خلافت عباسیہ کا ڈھانچہ تھا۔
 اس لئے اس نے خلفائے عباسیہ مصر سے تعلقات قائم کیے، سفراء گئے آئے۔ غنعت
 اور ہدایا آئے اور اسی تقریب سے اُس نے بعض مذہبی مراسم میں تغیر کیا۔

میں مضمون بھیجوں گا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ مئی ۱۳۵۷ھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ مضمون بعد نظر ثانی واپس ہے۔ رشید رضا کی وفات پر پرزور ماتم کیجئے۔

پچاس روپے کا چیک ۶ نواب منزل خاں کا ناظم صاحب ندوہ کے نام بھیج دیا ہے ان کے لیجیٹ۔

دارالمصنفین کا حساب ایک اور مد سے ادا کر دیا جائے گا۔ تنہا کی رسید نواب منزل خاں ظفر منزل، بیگم پور علی گڑھ بھیج دی جائے۔

آخر ماہ میں ایک عزیز کی تقریب میں دکنہ جا رہا ہوں اور شاید دوسرے رفتار بھی جائیں۔ والسلام

سلیمان ، ستمبر ۱۳۵۷ھ

اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم، آپ کا خط ملا، حالات بھی معلوم ہوتے رہے۔ میں اس صورت حال پر انا اللہ کے سوا اور کیا پڑھ سکتا ہوں۔ ندوۃ العلماء کی بد قسمتی کا یہ مسلسل تجربہ ہے کہ جب ذرا حال

لے یہ طویل مکتوب دارالعلوم ندوہ کے اندرونی حالات سے متعلق ہے۔ ستمبر ۱۳۵۷ھ کے آغاز میں طلبہ اور

مولوی عبدالسلام صاحب قدوائی ندوی نگر دارالافتاء کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا۔ تین طالب علم (یہ

حسن منشی پھلواڑی، ضیاء اللہ فاروقی جون پوری، عبداللطیف اعظمی) خارج کیے گئے (باقی صفحہ ۶۵ پر)

سہ ہرنے لگی، اس کو ایک ایسا دھچکا لگا کہ پرانی کوششیں سب رالگاں گئیں۔ انہیں سائنس دھچکوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو تمام تر غیر متوقع ہے۔ دارالعلوم اب گویا سارا ندیوں کے ہاتھ میں ہے اس پر بھی باہم خفشار اور اختلاف بصورت مخالفت ہو، تو پھر اس کا اللہ مالک ہے۔

کام چلنے کی تدبیر صرف ایک ہے، قوت عمل تمام شرکائے عمل میں نہیں ہوتی، جس ایک میں ہو اس کا ساتھ دے کر بقیہ شرکاء اس کے ساتھ چلیں۔ جہاں کام ہوگا اسی اصول پر ہوگا فتور اور منگائوں سے نہ ہوگا۔ یہ تو عمومی بات تھی۔ اب خاص آپ سے متعلق کچھ کہتا ہوں۔

(۱) میرا ایک مشہور فقرہ ہے، شاید آپ سے بھی کہا ہو، کہ محمود بننا مشکل نہیں، ایاز بننا مشکل ہے۔ اپنی طبیعت کے خلاف اور نفس پر جبر کر کے کسی ایک کے تابع ہو کر چلنا کتنا مشکل کام ہے۔ مگر سلامتی سے منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے، وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے۔

(۲) میں آپ کی طبیعت کی سلامتی اور نیکی کو جانتا ہوں، لیکن آپ کی کمزوری طبع کو بھی

(بھیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) ایک طوفان برپا ہوا، جس کی لپیٹ میں تین مدرس (مسعود عالم، مفتی محمد سعید، ابواللیث) بھی آگئے۔ ان میں راقم پیش پیش تھا۔ اُدھر عبدالسلام صاحب کی حمایت میں ایک ایسی شخصیت آگئی، جو ندوہ کی سیاسیات میں دخیل اور اُسے خراب کر رہی تھی۔ طلبہ تو خیر لے لیتے گئے لیکن ان کے حامی مدرسین معنوب ہوئے۔ نزلہ بر غرض ضعیف، ابواللیث صاحب الگ کر دیئے گئے۔ مسعود عالم اور مفتی محمد سعید کو دارالعلوم کے احاطے سے باہر رہنے کا حکم ہوا۔ سید صاحب قبد کے مخبر اور معلومات بہم پہنچانے والے ہماری پوزیشن کے متعلق صحیح اطلاع نہیں دیتے تھے۔ ہماری طبیعت خوشامد اور چالپوری سے ہمیشہ متنفر اور بے نیازی رہی۔ الحمد للہ۔

جانتا ہوں۔ آپ نے دونوں فریق کے ساتھ چلنا چاہا اور دونوں کو خوش کرنا چاہا۔ یہی آپ کی غلطی تھی، اس کو اخیر تک آپ نباہ نہیں سکتے تھے اور اس سے مولوی مسعود علی صاحب کو آپ نے آزدہ اور ملوں کیا، جو اس حادثہ کا سب سے غمناک منظر ہے۔

(۳) آپ سے یہ مخلصانہ کہنا ہے، اگر آپ کو میرے کہنے پر چلنا ہے، کہ آپ سارے جہاں کا رنج "اپنے جگر" سے نکال دیجیئے اور اصلاح عالم کی فکر میں نہ پڑئیے۔ آپ اپنی اصلاح کیجئے اور اپنے دائرہ کا کام کیجئے۔ ہر شخص کئی ندوہ کی اصلاح میں ایسا گرفتار ہے کہ اپنے جوتی فرض سے بے خبر ہے۔ ہر سپاہی کا فرض یہ ہے کہ اپنی جگہ کی حفاظت کرے، نہ یہ کہ اپنے مقصد فرائض کو چھوڑ کر مرکز مجموعی کی طرف جھپٹنے لگے۔

(۴) آپ کیا تھے، اور ندوہ میں اگر آپ کیا بنے؟ اور خدا جانے کہ آپ کو آئندہ کیا جتنا ہے؟ انتشار فکر کے کام نہ لیجئے اور اپنی جگہ پر جمے رہیے اور عمر محی بالٹیکس سے باز آئیے۔

(۵) جو خوش آئند خواب آپ کو گھر بیٹھ کر کام کرنے کا نظر آتا ہے۔ وہ نظریہ سب سے جو ہر نوجوان کو اپنے خیال کے ہوائی قلعہ میں نظر آتا ہے۔ اس کی تعبیر بھی اسی قدر خوش آئند لگنا مشکل کے ہاتھ میں ہے، ہر نہایت مشکوک ہے۔

(۶) ڈاکٹر عبد العلی صاحب کے متعلق آپ کے خیالات نامنظم غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ نہ وہ خوشامد چاہتے ہیں۔ نہ آپ کا دوڑ دوڑ کر عانا چاہتے ہیں۔ ان میں کسی زیادہ مروت اور نیکی کی ہے۔ ان دونوں اوصاف میں ان کے اعتدال ہو تو لا جواب ہیں۔ بچا ان کے پاس ہے۔ اب آپ کو روپیہ مل جائے یا مل چکا ہو۔ آپ کو بنک سے ملنے میں دشواری ہوتی۔ اس لئے ان کے

سہ یہ صحیح نہیں۔ راتم تو طلبہ کی حمایت میں سب سے آگے تھا۔

یہ صحیح ہے کہ اس واقعہ تک عاجز بھی مولانا مسعود علی ندوی کے نیاز مندوں میں شمار ہوتا تھا۔

نام بھیجا۔

میں کل مع اہل و عیال دلیہ جا رہا ہوں۔ ۱۲ اکتوبر کو واپس آؤں گا۔ اور شاید ۱۵
۱۶ کو لکھنؤ پہنچوں گا تو زبانی گفتگو ہوگی۔

کیا ۲۷ اگست کا پیغام صلح جس میں آپ کے نوٹ بابت احمدیہ لاہور کا جواب دیا گیا
ہے، آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے میرے پاس بھیجا ہے، جواب کی ضرورت
نہیں۔ والسلام

سلیمان ۲۳ ستمبر ۱۳۵۷ھ

۴۰

اعظم گڑھ

عزیزی سلمہ اللہ تعالیٰ

تمہارے کئی خطوط آئے۔ جواب نہ جاسکا کہ تہوڑا ایک تو دل کام کی طرف مائل نہیں
دوسرے طبی اجازت نہیں

اے راقم نے "الضیاء" میں لاہوری قادیانیوں کی بُری طرح خبر لی تھی۔ اس پر پیغام صلح بڑا برا فروخت ہوا
اور میرے جملے کی طرف سید صاحب کی توجہ مبذول کرائی۔

۱۷ نومبر کے حادثہ (ستمبر ۱۳۵۷ھ) کے تھوڑے ہی دنوں بعد اسٹاذ مرحوم پیر امراغن قلب پر شہید ہوئے
ہوا اور وہ تقریباً پانچ ماہ موت و حیات کی کشمکش میں رہے۔ اس کے بعد ان کی صحت نہیں سنبھلی۔

الحمد للہ اچھا ہوں ، کاشغری صاحب کو جواب دے چکا ہوں ۔ انہوں نے مجھے بہت سراہا ہے جس سے شرمندہ ہوں ۔

لا خیل عندک تھدیھا ولا مال
فلیسعد النطق ان لم یعد الحال

(تیرے پاس نہ گھوڑے ہیں اور نہ مال ، جسے تو ہدیہ کرے ۔ تو نطق ہی پادری کرے ، اگر حالات سازگار نہیں)

مگر افسوس کہ یہاں نطق بھی نہیں ۔

’الضیاع‘ کی تعویق سے تکلیف ہے ، اب نئے سال سے ہمت کرو ، اللہ مددگار ہے ۔
ان تنصر واللہ ینصرکم ۔ آپ کے سسرال کے کچھ برتن ہمارے ہاں رہ گئے ہیں ۔ وہ آپ تک کس طرح پہنچیں ؟

مولوی مسعود علی صاحب تین ماہ کے لیے مکان گئے ہیں ۔ والسلام

سید سلیمان لا مارح رحمہ

۱۔ مولانا عبدالرحمن کاشغری ندوی (جوان دنوں ندوہ میں عربی زبان و ادب کے استاذ تھے) نے سید صاحب قبلہ کی شان میں محبت و عقیدت کی بناء پر مدحیہ قصائد لکھے تھے ، جو انہیں دنوں ان کے عربی دیوان (الزہرات) میں راقم کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئے تھے ۔

۲۔ ’الضیاع‘ بھی استاذ جودج کی غلامت کے زمانے میں ارباب ندوہ کی نگاہ غناب کا شکار ہو گیا ۔ سید صاحب قبلہ طویل تھے ۔ مالی امداد مل نہ سکی ۔ اہل ندوہ نے رائے قائم کی کہ اس کی (یعنی مدیر الضیاع کی) شہنشاہی اکی رسالے کے بل پر ہیں ۔ کیوں نہ اسے مرنے دیا جائے ، ان دانش مندوں کو یہ خیال نہ آیا کہ ذاتی پریشانی میں وہ اپنا آگن خود ہی ختم کر رہے ہیں ۔ وہ چاہتے ، تو مجھے الگ کر کے کسی دوسرے کو اڈیٹر بنا سکتے تھے ۔

ڈیرہ دون

عزیزی سلیم اللہ تعالیٰ

خط ملا، آپ کے عزائم اور مساعی کا حال سن کر خوشی ہوئی۔ میں آج یک بیک
بضرورت یہ سب عظیم گدھے واپس جا رہا ہوں۔ اتنا وقت نہ تھا کہ پہلے سے اطلاع دے سکتا۔
نواب منزل اللہ خاں کو میں لکھوں گا، انشاء اللہ۔
حافظ عثمان خاں اور ڈاکٹر صاحب کو میری واپسی کی اطلاع دے دیجیے گا۔
اعظم گدھے میں مہینہ عشرہ رہ کر وطن کا قصد ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ جولائی ۱۳۶۱ھ

دفتر دارالمصنفین اعظم گدھے

عزیزی سلیم

السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا۔ الضیاء کی خیریت معلوم ہوئی، اچھا ہے ندوی لوگ
چند سے کریں، ایک حصہ میرا بھی۔

۱۔ سرکار ندوہ کے عتاب کے لہجہ ہم لوگ بطور خود الضیاء کو جاری رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

لغات جدیدہ کے ضمیمہ کا شکریہ، مسودہ میرے پاس بھیج دیجیے، اور یہ بتائیے کہ
آپ اپنی محنت کا کیا معاوضہ چاہتے ہیں۔ نام یادام؟
الحمد للہ، خیریت ہے، جواب میں تاخیر ہوئی ہے جس کے لیے کسلی خدمت
کے سوا اور کیا عذر کروں۔ والسلام

سلیمان ج ۵ ۲/۱۲۵۵ھ

۲۳

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڑھ

برادر عزیز۔ السلام علیکم

وقد مضی معلوم نہیں لکھنؤ کس تاریخ کو پہنچ رہا ہے۔ وہ ۱۲۵۵ سے پہلے نہ پہنچے تو

۱۔ یہ ضمیمہ اور اضافہ ۱۳۵۷ء میں لغات جدیدہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ رقم نے جواب میں عرض
کیا تھا کہ "خادم صرف مخدوم کی خوشنودی چاہتا ہے"۔ اس پر کتاب کے ٹائٹل پر "مع اضافہ جدیدہ
از مسعود عالم ندوی" کا اضافہ ہوا اور کتاب کے، نسخے عنایت ہوئے، جسے بیچ میرزا خادم نے شکریہ
اور فخر کے ساتھ قبول کیا۔ ۲۔ وفداز ہر جو ۱۳۵۷ء میں اچھوڑوں کے متعلق تحقیق کرنے کے لیے مہندون
آیا تھا۔ اس کے پانچ رکن تھے۔ تین طبقہ علماء سے (ابراہیم الجبالی، عبدالوہاب النجار، محمد احمد العدوی)
اور دو جدید طبقہ سے (محمد حبیب احمد، صلاح الدین النجار)۔

اچھا ہے۔ بھٹی سے اور مصر سے ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے کا خط آیا ہے کہ اُن کی پذیرائی کی جائے۔ معلوم نہیں ٹھہرے گا کہاں، شاید ہوٹل میں۔

میں ۱۲ کی شام کو لکھنؤ پہنچوں گا، اور تعزیت کے خیال سے بھوپال ہاؤس شہروں کا۔ یہ خط حافظ عمراں خاں کو دکھا دیجیے۔ دارالعلوم کی صفائی اور طلبہ اور مدرسین کرام بھی اہتمام کریں۔

عمران خان، اگر دند ۱۲ سے پہلے آئے، تو مجھے تار دے دیں۔

سید سلیمان

۸ جنوری ۱۹۳۷ء

۲۲۲

دارالمصنفین: اعظم گڑھ

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ وفقکم لما یحب ویرضی
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کے خطوط پہنچے۔ عزیزہ مرحومہ کی وفات پر آپ کا
تعزیت نامہ ملا، خدا اُس ناشاد و نامراد کو اپنی رحمتوں سے شاد اور اپنی مغفرتوں سے

۱۷ ڈاکٹر عبدالحمید بک سعید، مشہور سیاسی کارکن اور اتحاد اسلام کے علمبردار۔ صدر جمعیۃ الشبان المسلمین مصر۔
۱۸ حضرت الشاذلی کی بڑی صاحبزادی مرحومہ۔

بامراد کرے۔ اس کی ساری زندگی حسرت و آلام کی خاموش داستان ہے،
خضر اللہ لہما۔

آپ کے آخر خط سے (پہلے) آپ کی موجودہ صورت حال معلوم نہ تھی۔ مجھے
خیال نہ تھا کہ میرے مشورے کے بغیر ایسا اہم اقدام کریں گے۔ شاید بحالت اضطراب
آپ نے ایسا کیا ہے، اور جب آپ ایسا کر چکے ہیں تو پھر آپ کو واپسی کا مشورہ دینا بڑی
ذمہ داری کا کام ہے۔

دارالعلوم کی نسبت آپ کے خیالات، اور آپ کی ضرورتوں کا حال معلوم ہوا۔
دیوبندیت کا واضح مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر مقصود شہادت دینداری اور عصیت دینی
اور صورت و سیرت میں اسلام اور مسلمانوں کی خصوصیات کا اظہار ہے تو یہ تو عین مطلوب ہے۔
اور اگر کچھ اور قیاس کی طرف اشارہ ہے تو وہ کنایات و اشارات سے میری سمجھ میں نہیں آیا۔

۱۵۔ دو برس پہلے ارباب ندوہ کا معزوب ہونے کے بعد راقم وہاں سے نکل بھاگنا چاہتا تھا۔ جون ۱۹۷۰ء
میں اس کا موقع ملا اور اخبار "مدینہ" بجنور کے اشاف میں شامل ہو گیا۔ گذشتہ دس سالوں درمیان
۱۹۷۰ء میں یہ پہلا اقدام تھا، جو عاجز نے مکتوب نگار رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے کے بغیر کیا۔
وجہ یہ تھی کہ ان کے صدمے کی گھڑی میں ذاتی مسائل کا بار نہیں دینا چاہتا تھا۔

۱۶۔ ندوہ کی تباہی کی بڑی لمبی داستان ہے۔ یہاں اس کا چھیرنا مقصود نہیں۔ کوئی غلط فہمی پیدا
ہو۔ ہم ندوہ میں دین داری اور دینی عصیت کے مخالف نہیں تھے۔ ہمارے سامنے ندوہ کا نصب العین
اور اعتدال کی راہ تھی۔ اگر دارالعلوم ندوہ میں بھی وہی پودا اُٹھے، جو دیوبند سے اٹھتی ہے، تو پھر
اتنا بڑا کارخانہ الگ قائم کرنے کی کیا ضرورت پیش آتی تھی؟ — ہر اب یہ اختلاف رائے بھی داستان ماضی
سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

تفصیل و تشریح کی ضرورت ہے۔

آپ مدینہؑ میں اگر رہنا چاہتے ہیں، تو میں آپ کو روک نہیں سکتا۔ المرء اعرف بنفسه، لیکن اگر میری خواہش کا سوال ہے جس کی پیروی آپ پر ضروری نہیں ہے، تو وہ یہ ہے کہ آپ مدینہ کی جگہ عزیز ابواللیث سلمہ اللہ کو ایتھار کر کے دیں، اُن کی بالفعل کوئی جگہ نہیں اور وہ وہاں سے نکلنے کے بعد بیکار ہو جائیں گے اور آپ کے لیے ندوہ میں خواہ بقدر سدر مقہی، مگر جگہ ہے۔ اور اگر دونوں صاحبوں کو مدینہ میں جگہ ملے، تو اختیاء باقی ہے۔

اگر آپ ندوہ واپس جائیں، تو میں بحالت موجودہ اس کی ذمہ داری تو نہیں لے سکتا

سلمہ ابواللیث صاحب ندوی اصلاً ہی ان دنوں رسالہ فاران کے ایڈیٹر تھے، جو مدینہؑ کے دفتر سے نکلتا تھا۔ ایک دن میری موجودگی میں، اس کے مالک نے ابواللیث صاحب کو رسالہ بند کرنے کی نوٹس دے دی۔ اس پر میں نے تجویز پیش کی کہ میں ندوہ لٹ جاتا ہوں، جہاں سے تین ماہ کی رخصت لے کر آیا تھا اور وہ میری جگہ مدینہؑ میں رہ جائیں۔ مالک اخبار کو اس سے اختلاف نہیں تھا۔ ابوسعید بنہمی مرحوم (جو اس وقت چیف ایڈیٹر تھے) سے مشورہ ہوا۔ ان کی رائے میں راقم اخبار کے لیے زیادہ مفید تھا، مگر وہ شخصی طور پر ابواللیث صاحب سے زیادہ مانوس اور گھلے ملے تھے۔ ان سب کے باوجود اپنی فطری مردت اور سادہ طبیعت کی بناء پر ابواللیث صاحب راضی نہیں ہونے لگے۔ آخر ہم دونوں نے سید الطائف حضرت سیدہ حبیبہؑ کو حکم بنایا اور اس فیصلہ کے مطابق پھر ندوہ واپس آگیا۔

کہ آپ کی تنخواہ میں اضافہ کرادوں کہ یہ میرے ہاتھ میں نہیں، البتہ اس کی کوشش کروں گا کہ آپ کو کوئی ایسا کام مل سکے، جس سے آمدنی میں اضافہ ہو، شاید کہ اس میں کامیابی ہو۔ مقصود کی سمت سفر میں ایک منزل یہ بھی آتی ہے جس میں اس وقت آپ ہیں، اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۲ جون ۱۹۴۷ء

اعظم گڑھ

عزیزی سلمہ اللہ تعالیٰ

میں پرسوں ترسوں واپس آگیا۔ آپ کے خطوط ملے، ڈاکٹر صاحب کو میں نے لکھ دیا ہے۔ لغات جدیدہ کے نئے ایڈیشن کا ایک نسخہ جاتا ہے۔ رسید لکھئے گا، ہو سکے تو اخبار میں کسی سے ریویو کرا دیجئے گا۔ والسلام
سید سلیمان ۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء

میں ندوہ سے بیزاری کی وجہ دراصل ارباب اقتدار کا حجاب تھا اور وہ اچھوت کی زندگی تھی، جو بعض دوسرے اصحاب کی طرح میں بھی دو سال سے بسر کر رہا تھا۔ لیکن محضرۃ الاساتذہ کو ان گن گیاروں کا بار خیر دے کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا، دوسرے یہ کہ اشخاص اور واقعات کے متعلق وہ میری رائے بالکل صحیح بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مگر راقم نے لکھا تھا کہ آپ ڈاکٹر عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کو لکھ دیں کہ "مسودہ عام میرے حکم سے ندوہ واپس آ رہا ہے" تاکہ میری ماکھ قائم رہے۔

اعظم گدھ

عزیزیم مولوی مسعود عالم صاحب ندوی

السلام علیکم، الحمد للہ کہ آپ واپس آ گئے۔

لغات جدیدہ کے ہم نسخے جاتے ہیں۔

ایک صاحب کو دارالعلوم میں اپنے لڑکے کو جو میرے خاص تعلق کے آدمی ہیں، پڑھوانا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس کو آپ اپنی اتالیقی میں لیں، اُس کا کچھ معاوضہ بھی شاید ملے۔ اگر آپ کا ذاتی انتظام مکان و طعام کا اچھا ہو تو شاید وہ آپ کے ساتھ ہی رہے۔ شاہ حمید الدین صاحب رئیس اسلام پور کا لڑکا ہے۔ ابھی بات طے شدہ نہیں، مگر آپ کے کان میں ڈال دیتا ہوں، اگر کوئی عذر نہ ہو تو جواب سے شاد فرمائیے۔

ابھی راز رکھیے گا۔ والسلام

سید سنیان ۱۰ اگست ۱۹۳۷ء

سہ راقم نے اتالیقی قبول کرنا پسند نہیں کیا۔ یوں وہ صاحبزادے آئے اور کچھ دنوں دارالعلوم میں پڑھتے

رہے۔

سہ اسلام پور، ضلع پٹنہ (بہار) میں شرفا کا مشہور قصبہ ہے۔ مکتوب نگار کے والد ماجد مولانا حکیم ابوالحسن صاحب مرحوم وہیں رہا کرتے تھے۔

دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ آج کل آپ کے یہاں کیا حالات ہیں، معلوم نہیں۔ میں خود ادھر خانگی مصائب میں مبتلا رہا۔ شاید ۲۱ ستمبر کو رام پور بغرض جانا پڑے تو ملاقات ہوئے گی۔ آپ کتب خانوں کی کٹیلاگ نویسی کا کام کر سکتے ہیں۔ تھوڑے مطالعہ اور توجہ کی ضرورت ہے۔ قدیم نسخوں کو جاننا مختلف مکاتب عالم پر نظر، کتابوں کے نام معلوم مصنفوں کا پتہ لگانا، یا ان کا زمانہ متعین کرنا۔ نوادر کتب پر اطلاع۔ یورپ، مصر، قسطنطنیہ، شام، ایران اور ہندوستان کے کتب خانوں سے واقفیت، یورپ اور مصر و قسطنطنیہ کی فہرستوں پر کامل عبور، خط کی پہچان، کاغذوں کی شناخت، علم الخطوط سے آگاہی، یورپ کے مشہور کٹیلاگوں کا مطالعہ اور ان کے طرز تحقیق و تلاش کا اتباع اور ان کی صحت و خطا کا نقد، نوادر نسخوں کی وجہ ندرت کی تمیز، مصنفین کے حالات کا سراغ لگانا، تھوڑی مہارت میں یہ کام انجام پانے لگ سکتا ہے۔ کشف، الطنون، فرست، ابن ندیم، مدنیۃ العلوم، اوتیفی، مفتاح العادہ کا سیکری زادہ، اور یورپ کی فہرستوں کو دیکھنا مشکل کو حل کر دیتا ہے۔ یہ باتیں نے آپ کی توجہ کو ادھر ملتفت کرنے کے لیے لکھی ہے۔ ایک دو ماہ بھی مداومت نظر کیجیے تو کافی ہے۔ ہمارے یہاں اس کا سارا مواد موجود ہے۔ ایک آدھ ماہ بھی میرے پاس رہیئے تو راہ معلوم ہو جائے۔ ایک جگہ اس قسم کی خالی ہوتی ہے، کیا آپ کا میلان ادھر ہو سکتا ہے؟ علم الکتاب آج کل استشرق کا بڑا فن سمجھا جاتا ہے۔ عربی و فارسی دونوں کی کتابیں۔

ابھی بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ فلسطین کی قدیم و جدید تاریخ سیاسی مع احوال جنگ و معاهدات اور نقشے آپ سے اردو میں لکھوائی جائے۔ آج کل اس کی ضرورت ہے۔ دو تہینوں میں لکھ دیجیئے۔ دارالمصنفین سے شائع ہو جائے۔ ڈیڑھ دو سو صفحوں سے زیادہ نہ ہو، ضرورت کا اندازہ مرسلہ کارڈ سے ہوگا۔ جدید فلسطین پر مواد میرے پاس بھی ہے۔

جلد جواب دیجیئے۔

عبدالسلام قدوائی صاحب سے کہیئے کہ تاریخ ہند کا مسودہ وہ کب بھیجیں گے؟ ضرورت نخت ہے۔

شاہ حمید الدین کے لڑکے کا کیا ہوا؟ اور آپ سے کیا بات طے پائی۔ والسلام
بدرسلیمان ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء

۱۔ استاد مرحوم کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ مجھے معاشی تکلیف ہے۔ اس لئے وہ بار بار سوچتے تھے کہ مجھے کوئی ایسا کام مل جائے جس سے کچھ مزید آمدنی ہو۔ عاجز لاتا تھا اور ندوہ سے بنزاری کی اصل وجہ زبان نہیں لاتا تھا۔ فلسطین کی تاریخ بھی اسی لئے مرتب نہیں ہوئی۔ شاہ حمید الدین صاحب کی پیش کش بھی اسی لئے مسترد کر دی۔ بالآخر پینٹ لائبریری کی جگہ ہر لحاظ سے مغتنم معلوم ہوئی۔

۲۔ عبدالسلام صاحب نے آسان زبان میں ہندوستان کی مختصر تاریخ لکھتی ہے۔ غالباً (ہندوستان کی کہانی) نام ہے۔

دفتر دار المصنفین، عظیم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ خط ملا، حالات معلوم ہوئے، بہتر ہے آپ ۱۵ ایشیان تک اپنی تاریخ ہند ختم کر لیجیے۔ پھر تاریخ فلسطین کا کام شروع کیجیے۔ تاریخ ہند پر تعارف نامہ غرضی سے لکھوں گا۔

میرا رام پور کا سفر ملتوی ہو گیا۔ اب وسط اکتوبر میں شاید ندوہ کا جلسہ ہو، اس وقت آنا ہو گا۔

آپ اس آٹانہ میں کتاب الفہرست ابن ندیم، کتاب الفہرست طوسی، مجمع مطبوعات، الکفاء القتیوخ، فہارک آستانہ و خدیویہ اور کتاب النوادر میں ہاشم ندوی پر ایک نظر ڈالتے رہیے۔ یورپ کی فہرستیں تو ندوہ میں گئی نہیں، مگر اصفیہ اور رام پور اور پٹنہ کی ہوں گی۔ مقصود پٹنہ، یا انکی پور لائبریری کی خدمت ہے۔ اگر کوئی بات نہ ہو تو یہ فہرست ضائع تو جائے گی نہیں۔

آپ انگیزی میں ایک درخواست لکھیے اور ٹائپ کر اگر بھیجے تو نام سیکریٹری اور نیشنل لائبریری پٹنہ: سنا ہے کہ اور نیشنل لائبریری میں ایک کیٹلاگر کی جگہ خالی ہے جو عربی اور

میں حاضر مسلمی الہند وغیرہم۔ عربی زبان میں اسلامی ہند کی تاریخ ادبیر الفتح (مصر) کی فہرست پر لکھی تھی اور اس کا معنی بہ حصہ الفتح، میں مسلسل شائع ہوتا رہا، مگر ادبیر کی بے پایاں عنایات کے باعث کتاب اب تک نہ شائع ہو سکی۔ گزشتہ سال (۱۹۵۲ء) پھر جلد از جلد اشاعت کا وعدہ ہوا مگر اب تک یہ وعدہ بھی عملی قالب نہ اختیار کر سکا۔

انگریزی دونوں جانتا ہوا، اور کتب خانہ میں فہرست نویسی کا کام کر سکتا ہوا، میں اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کرتا ہوں۔ میں نے عربی علوم کی تکمیل کے بعد انگریزی پڑھی ہے اور انٹرنس پاس کیا ہے اور انگریزی لکھنے پڑھنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ فراغت کے بعد سے آج تک میرا تمام وقت علمی کاموں میں گزرا ہے۔ میرے مضامین ہندوستان اور مشرق و شام کے عربی رسائل میں چھپتے رہے ہیں اور ادب عربی و تاریخ سے متعلق کئی کتابیں میرے قلم سے نکلی ہیں۔ بالفعل میں مدرسہ دارالعلوم ندوہ میں ادب عربی کا استاذ ہوں۔ زیادہ کتب اور عربی کتب خانوں پر میری نظر ہے۔ میری تعلیم و تربیت نامتوزید سلیمان ندوی کی نگرانی میں ہوئی ہے اور موصوف میری اہلیت و استعداد سے اچھی طرح واقف ہیں۔ میرا وطن بہار ضلع پٹنہ کے اطراف میں ہے۔ استاد حاضر کئے جاسکتے ہیں۔

اگر ہو سکے تو لکھنؤ یونیورسٹی کے عربی پروفیسروں سے ایک ایک سند لے لو، اور اس کو بھی ساتھ کر دو۔ حاجی معین الدین اور ڈاکٹر عظیم الدین کی سفارش بھی مفید ہوگی۔ اگر تمہاری خواہش ہو تو اس کام میں میں پڑوں، تنخواہ سونڈک ہو سکتی ہے۔ پٹنہ لائبریری کے کسٹڈیئر مولوی عبدالحمد کا انتقال ہو گیا ہے۔

موجودہ سیکرٹری شہاب الدین خدابخش نے مجھ سے آدمی [کے لئے] کہا تھا۔ مولوی

سید بہ بانی کتاب خانہ خدابخش خاں مرحوم کے بھیلے صاحبزادے تھے۔ اس وقت ان کے چھوٹے بھائی ولی الدین خدابخش مرحوم سیکرٹری تھے۔ شہاب الدین صاحب بعد میں سیکرٹری ہوتے پھر ان کا بھی حلیہ ہی انتقال ہو گیا۔

ریاض حسن خاں صاحب پٹنہ لائبریری کمیٹی کے ممبر ہیں۔ ان کو میں نے لکھا ہے۔ مگر آپ کو پینٹ سرورٹ ہو جائیں گے، اور عملی پالیٹکس میں نہ آسکیں گے۔ ابھی اس کو بالکل راز رکھیے۔

لوگوں نے اس جگہ کے لئے دوڑ دھوپ شروع کر دی ہے۔ میرے پاس سفارش کے لئے خط آنے لگے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء

۴۹

دارالمصنفین اعظم گڑھ

برادر مہتمم السلام

مسودہ پہنچا، دیکھا، ماشاء اللہ استقصاء اچھا کیا ہے۔ اچھی چیز ہوگی، میری نسبت

۱۔ مولانا ریاض حسن خاں خیالی (ساکن رسولپور ضلع مظفر پور۔ بہار) مولانا شبلی مرحوم کے ہم نشین اور بڑے عالم و ادیب۔ سید صاحب قبلہ^۲ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ راقم بھی اپنے زمانہ قیام پٹنہ میں، ہفتہ وار ان کے ہاں حاضری دیا کرتا تھا اور وہ عزیزوں کی طرح مانتے تھے۔ ہم تمام نیازمندان سید و شبلی^۳ کے ساتھ ان کا یہی سلوک تھا۔ ۲۔ یہ خط ستمبر ۱۹۳۵ء کا ہے۔ غالباً اس نے لکھنے میں سہو ہو گیا۔

۱۶ دسمبر ۱۹۳۵ء سے راقم نے پٹنہ لائبریری میں کام شروع کیا۔ یہ اچھی طرح یاد ہے۔ ۳۔ مسلمان ہند کی تاریخ (حاضر مسکنی الہند وغابر ہم) مسلمان ہند کا ماضی و حال۔

جو کچھ لکھا ہے ، اس کو آپ کی محبت پر قیاس کرتا ہوں ۔ من آئم کہ من داظم ۔
تعارف لکھوں گا ، کب تک کی ملت ہے ؟ مجھے ادھر خلافت توفیق وسط شعبان
میں مدراس جانا پڑ رہا ہے ۔ عمر آباد کے دارالسلام میں دستار بندی کا جلسہ ہے ۔

امر معلوم میں یہ اطلاع آئی ہے کہ لائبریری نے گورنمنٹ میں اطلاع دی ہے ۔
گورنمنٹ نے پرنسپل آرمر پٹنہ کالج کو لکھا اور اس نے ڈاکٹر عظیم الدین صاحب سے
پوچھا ہے ۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو لکھا ہے ۔ ڈاکٹر محمود صاحب سے بھی تحریک
کرنی ہوگی ۔ وہ ۱۲ کو دینہ کتب خانہ میں جا رہے ہیں ، مجھے بھی بلایا ہے ۔ پٹنہ سے
ساتھ ہوگا ، میں براہ راست کہنے میں ذرا تامل کروں گا ، مگر اپنا منشاء ظاہر کر دوں گا ۔
مولوی سجاد صاحب کو ڈاکٹر صاحب کے لئے اور مولوی تمنا صاحب کو لائبریری
کے ممبروں میں کام کے لئے آمادہ کیجیے ، کچھ اور امیدوار بھی نکل آئے ہیں ۔ درخواست
تو لٹی ہوگی ، کچھ جواب آیا ، رمضان میں ایک ہفتہ کے لئے میرے پاس آئیے کہ میں
اس کے کچھ گرتاؤں ۔ والسلام

سید سلیمان ۲۲ رجب ۱۳۵۶ھ

مے پٹنہ یونیورسٹی کالج کے پرنسپل ہی عام طور پر لائبریری کی فہرست سازی (CATALOGUING)
کے کام کے نگراں ہوا کرتے تھے ۔ آرمر صاحب غالباً آخری انگریز پرنسپل تھے ۔ یہ ڈاکٹر عظیم الدین صاحب
یونیورسٹی میں عربی و فارسی و اردو کے شعبوں کے صدر تھے ۔ ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر تعلیم بہار
یہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ ، نائب امیر شریعت بہار (ف س س ج) ، موجود اہم الحروف
کے انتہائی قریبی عزیز تھے اور اس نا لائق پر خاص شفقت بھی فرماتے تھے ۔ یہ مولانا محی الدین تمنا
عمادی پھلواڑی ، مشہور اہل قرآن صاحب قلم ۔ وہ لائبریری کمیٹی کے ممبر تھے اور اختلاف رائے و فکر کے
باجود ان سے ہمارے گہرے مراسم تھے ۔

اعظم گڑھ

عزیزی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم . میں ہوں ، آپ آئیے ۔ والسلام

سید سلیمان ۲۴ اکتوبر ۱۳۳۷ھ

دارالمصنفین ، اعظم گڑھ

عزیزم مسعود عالم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ آپ کے کارڈ پہنچتے رہے ، جواب چنداں ضروری نہ تھا ، اس لئے
نہیں دیا گیا ۔ شیخ ابراہیم حمدی مدیر کتب خانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ پٹنہ جارہے ہیں ۔ اگر سید
ہاشم صاحب سلمہ اللہ نہ ہوں تو آپ ان کی خدمت کیجیے اور اپنے کتب خانے کی سیر

۱۔ یہاں سے زمانہ قیام پٹنہ کے مکاتیب شروع ہوتے ہیں ۔ ۲۔ شیخ ابراہیم حمدی (جو مدینہ
منورہ میں شیخ الاسلام عارف حکمت کے مشہور کتاب خانہ کے مہتمم ہیں) ۳۔ مکتوب نگار کے
قوی عزیز مولانا سید ہاشم ندوی (مہتمم دائرۃ المعارف ، حیدرآباد دکن) جو 'دائرہ' کے کام سے
پٹنہ آئے ہوئے تھے ۔

ان کو کرائیے۔

امید کہ آپ مع الحیرہوں گے۔ والسلام

سید سلیمان ۸ جنوری ۱۹۳۵ء

۵۲

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

عزیزم وفقکم اللہ

السلام علیکم۔ خیال تھا کہ حیدر آباد میں ملاقات ہوگی، مگر آپ اپنے ذاتی معاملہ استقلال کے سبب نہ جاسکے۔ پر لطف اجتماع رہا۔ بہر حال آپ کو ایک سال کی اور مہلت مل گئی۔

مسلمان نوجوان صرف سطحی سوشلزم میں مبتلا ہیں۔ بیروزگاری اس کا سبب ہے۔ نئی تعلیم حوصلہ (اسباب زلیبت کا) بڑھا رہی ہے اور اس کی تسکین کی صورت نہیں، نتیجہ غلط سوشلزم۔ اتفاق دیکھیے کہ آپ کے پھوش گو شاعر کا ایک خط آیا۔ میں نے جواب میں یہ بھی لکھا کہ آپ ہندوستانی کس کو سمجھے ہیں؟

مے حیدر آباد لوکن میں دائرۃ المعارف نے ایک علمی کانفرنس منعقد کی تھی۔ مکتوب الیہ بھی مدعو تھا، مگر کتاب خانہ کی ملازمت کا مسئلہ حائل ہوا۔ مے رضی عظیم آبادی۔ بڑے عالی سوشلسٹ تھے، اللہ جانے اب کیا حال ہے؟

ندوہ کی امداد کا معاملہ طے ہو جائے گا۔ ندوہ اور مولوی ضیاء الحسن صاحب کی
 باہمی چپقلش کا یہ نتیجہ ہے، سدھر جائے گا۔ جمیل منظری سے ملاقات نہیں۔ ان کے باپ
 سے ہے۔

امیر شکیب^۳ ارسلان کی کتاب میرے پاس نہیں آئی ہے۔ آپ کا مضمون آئے
 تو پڑھوں۔ آپ کے اس ارادہ کا ذکر الثاب^۴ میں پڑھا۔
 فلسطین کے مظالم کا لٹریچر، پمفلٹ اور اعلانات برابر آرہے ہیں۔ کیا کروں۔
 تشنّت افکار ملت نے کسی کام کا نہیں رکھا۔

ہاں یاد آیا، مولوی عظمت صاحب (جمعیتہ العلماء دہلی) ۱۸۵۷ء کے علمائے قید و
 بند اور علمائے صادق پور وغیرہ کے نام اور احوال پوچھتے ہیں۔ میں نے آپ کا نام لکھ دیا
 ہے، جو مدد ان کو دے سکودو۔

کاشغری صاحب کی جگہ ابھی خالی ہے۔

۱۷ مولانا ضیاء الحسن غلوی کا کوروی ندوی ام۔ اے (علیگ)، مدارس عربیہ صوبہ بکات متحدہ کے انچرف
 تھے اور حکومت کی امداد مدرسوں کو انھیں کی سفارش سے ملتی تھی۔ ندوہ کے دروہست پر اس وقت
 بعض ایسے ندوی چھا گئے تھے، جن سے وہ خوش نہیں تھے۔
 ۱۸ مشرقی ہند کے مشہور ترقی پسند شاعر۔

۱۹ السید رشید رضا اور اخاء العین سنۃ۔ اس کی تلخیص اور تبصرہ معارف (نومبر و دسمبر ۱۳۲۸)
 میں راقم کے قلم سے شائع ہوا تھا۔

۲۰ محمد علی الطاہر کا مشہور مرقۃ وار الشبایہ (قاہرہ)

۲۱ میرے کچھ ہی عرصہ بعد مولانا عبدالرحمن کاشغری بھی ندوہ سے مستعفی ہو کر کلکتہ، مدرسہ عالیہ چلے گئے تھے۔

کل علی گڑھ دو روز کے لئے جاری ہوں۔ اسلامی سیاست پر تقریر ہوگی۔

والسلام

سیاحیان ۶ اگست ۱۹۳۸ء

دفتر دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیزم ستمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ اب سرمای سفر، وہ بھی رات کا کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی لئے کہیں نہیں گیا۔ پٹنہ بھی نہیں گیا۔ ارادہ پورا تھا، مگر کچھ اعصابی تکلیف نے سفر سے روک دیا آپ جو مضمون دنیا میں اسلام لکھ رہے ہیں، وہ بھیج دیجیئے۔ امید ہے کہ وہ دلچسپ اور پر معلومات ہوگا۔

مولوی ریاض حسن خاں صاحب کی دوبارہ علالت کی خبر سے تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

سید ہاشم صاحب اب تک نہیں پہنچے، اور پتہ بھی نہیں معلوم، ان کی ڈاک البتہ

لے ڈاکٹر زکی علی مصری کی کتاب (ISLAM IN THE WORLD) پر تلخیص و تحشیہ و اضافہ کے ساتھ ایک طویل مقالہ 'دنیا میں اسلام' کے عنوان سے معارف (جولائی ۱۹۳۹ء) میں شائع ہوا تھا۔ یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

آئی ہے۔

”طلبائے قدیم“ کے لئے کوششوں کا حال اخباروں میں پڑھ رہا ہوں، خدا کرے
سعی مشکور ہو۔ رکن الدین دانا صاحب چند روز ہوئے یہاں بھی تشریف لائے تھے۔
ایک ایسے ندوی کا نام بتاؤ جس کی درسی اور ادبی قابلیت قابل اطمینان ہو، اور
اخلاقی تربیت درست ہو، مزاج میں عجب اور ناشنوائی نہ ہو۔ انگریزی بقدر معقول جانتا
ہو۔ علم کا شائق اور صلاحیت و استعداد رکھتا ہو۔ مجھے اپنے لئے چاہیے۔
اردو لائبریری کے لئے کتابیں خریدی گئیں یا نہیں؟ والسلام

سید سلیمان ۲۰ جنوری ۱۹۳۹ء

۱۔ رقم نے بہاریں طلبہ قدیم ندوہ کے سالانہ اجلاس منعقد کرنے کی تحریک اور کوشش کی، جو الحمد للہ
کامیاب رہی اور بھلاری شریف (دہلی) میں کامیاب اجلاس ہوا۔
۲۔ مولانا رکن الدین دانا سہسرامی ندوی، استاد مرحوم کے ہم درس تھے (غالباً)۔ یوں مولانا خود
اپنے کوششوں سے ندوہ کا شہید علیہ السلام کہا کرتے تھے۔ برٹے خوب آدمی تھے۔ بڑھاپے
میں صباغ و بہار، بھلاری والے اجلاس میں بھی صدر استقبال تھے۔
۳۔ حضرتہ الاساذ اپنا ذاتی علمی معاون (لٹریچر اسسٹنٹ) چاہتے تھے۔

اعظم گڑھ

عزیزم سلم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ خط ملا، حالات معلوم ہوئے۔ کیا لکھن صاحب اصلاح پذیر نہیں؟
ہمارے نوجوان عزیز اگر مسلمانوں سے سبقت نہیں لیتے تو ہندو نوجوانوں سے سبق حاصل کریں،
سکھوں سے سبق لیں۔

اس وقت باعث تحریر یہ ہے کہ میرے افغان دوست سرور خاں گویا بھوانجن
ادبی کابل کے نمائندہ ہیں۔ یہاں سے بنارس ہو کر ۳۰ جنوری کی شام کو پٹنہ اسٹیشن ۷ بجے
دہلی ایکسپریس سے پہنچیں گے۔ آپ ان کو اسٹیشن پر جا کر لیں اور مولوی اعجاز حسن خان صاحب
کے یہاں پہنچا دیں۔ اس وقت گوعلات کے سبب سے ان کو زحمت دینا مناسب نہ
تھا، مگر پھر کس کو زحمت دوں۔ ڈاکٹر محمود کے یہاں ممکن تھا، خواجہ حسن نظامی کا خط
ان کے پاس محمود صاحب کے نام ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ ہوں یا نہ ہوں، میرے
عزیز دوستوں میں ہیں۔ چاہتا ہوں کہ ان کے لائق ان کی خاطر مدارات ہو۔ بے تکلف

۱۔ محمد یاسین ندوی، ایکسا ہونہار نوجوان، جو زمانہ ”النبیاء“ میں میرے پاس آیا جایا کرتے تھے۔

۲۔ سرور خاں گویا، پٹنہ تشریف لائے اور راتم دو دن ان کی خدمت میں رہا، خوب صحبتیں رہیں۔ وہ فارسی
بولتے تھے اور میں عربی، کبھی کبھی مشترک انگریزی سے بھی کام چلتا تھا۔ ۳۔ مولانا اعجاز حسن خاں،

(ریولوری منظر بھدوی)، مولانا ویاض حسن خیال کے بڑے بھائی تھے۔ یہ دونوں بھائی پٹنہ میں عہد ماضی
کی یادگار تھے۔ مولانا شبلی کی دوستی اور ہم نشینی کے باعث، ہم نیاز مندان شبلی پر خاص شفقت فرماتے تھے۔

نوجوان ہیں، فارسی بولتے ہیں، انگریزی جانتے ہیں، عربی سے آشنا ہیں۔

آپ کے معاملہ ذاتی کی نسبت پھر لکھوں گا۔

یہ کتب خانہ دیکھنا چاہتے ہیں، شروانی صاحب نے آپ کے نام خط لکھ کر ان کو دیا ہے۔

پٹنہ سے یہ کلکتہ جائیں گے۔ مہربانی فرما کر ان کو ریل تک پہنچا دیجیے گا اور مجھے ایک خط سے حالات سے مطلع کر دیجیے گا۔

مولوی اعجاز حسن خاں صاحب سے یہ خط پا کر مل لیجیے گا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ جنوری ۱۹۳۹ء

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ

برادر م سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم، مضمون پہنچا، دلچسپ اور پر معلومات ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس کو

ایک ہی نمبر میں دے دوں۔

آپ نے خط لکھا تو مخدومی ریاض حسن خاں اور اعجاز حسن خاں صاحب کی

خیریت نہیں لکھی، خود ان کو لکھنا زحمت دینا ہے۔ مہربانی کر کے اُن کے ہاں جا کر اور
دیکھ کر مطلع کیجیے۔ ممکن ہے کہ ۱۹ کو مجھے بانکی پور ہندوستانی کمیٹی کے سلسلہ میں آنا پڑے
ندوی طلبائے بہار کو اگر آپ ایک مرکز پر لا کر ان سے کوئی مفید کام لے سکیں،
تو آپ بڑا کام کریں۔ چند نام یاد آتے ہیں، لکھتا ہوں۔

۱۔ حکیم محمد یعسوب حسین آباد، مونگیر۔

۲۔ حکیم عثمان پاشا اسلام پور، ڈاکخانہ عطاسرائے، ضلع پٹنہ۔

۳۔ مولوی نور الحسن انپٹنگ مولوی، حسین آباد، ضلع مونگیر۔

۴۔ حکیم حبیب الحق ڈومراواں، بہار۔

۵۔ مولوی نصیح الحق، نگرہنسہ، پٹنہ۔

۶۔ مولوی سدید الدین رئیس، نگرہنسہ، پٹنہ۔

۷۔ مولوی شرف الدین صاحب ہڈ مولوی، بلدیو اکاڈمی، دانا پور، پٹنہ۔

۸۔ مولوی محمد قاسم صاحب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ استھاوان، بہار۔

مولوی سید احمد اور سید محمد اور پروفیسر مظفر الدین اور ان کے بھائی ظہیر الدین بی۔ اے

اور مصطفیٰ کریم بی ایس سی وغیرہ کے نام تو آپ کو معلوم ہوں گے۔

آج ریاست علی صاحب یہاں سے کتابیں لے کر گئے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۵ فروری ۱۹۳۹ء

دینہ ، پٹنہ

عزیزم سلم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ، خط جاتا ہے ، اگر ملاقات نہ ہو سکے تو ڈاک میں ڈال دیجیئے اور اگر اپنے ہاتھ سے بھی دیجیئے تو لغافہ بند کر کے دیجیئے ۔ اور ملاقات کے بعد ملاقات کے حالات سے مطلع کیجیئے ۔

خیریت ہے ، مولوی ریاض حسن خاں کے حالات سے آگاہ کرتے رہیئے ۔

والسلام

سید سلیمان ۱۸ مئی ۱۳۹۷ھ

دارالمصنفین اعظم لکھنؤ

عزیز مکرم السلام علیکم

خطوط ملے ، آج کل سات آٹھ اشخاص کی سفارشوں کے تقاضے ہیں ۔ آپ ہی بتائیے کہ ان سب کے پورا کرنے کی کیا صورت ہے ؟ بہر حال مصطفیٰ کریم کی مدد

۱۔ ڈاکٹر سید محمود صاحب ، وزیر تعلیم بہار کے نام ۔ ۲۔ مصطفیٰ کریم ندوی ام ایس۔ سی (علیگ) غالباً پورے ملک میں ایک فرد ہیں ، جس نے علوم عربیہ کی باضابطہ تحصیل کے بعد ، سائنس (ملاقات) کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی (باقی صفحہ ۹۱ پر)

بہت ضروری ہے۔ میں ان کے حالات سے واقف ہوں، لکھوں گا اور نتیجہ سے آگاہ کروں گا، مگر ضرورت یہ ہے کہ مصطفیٰ کریم صحیح راستہ سے اپنی درخواست آگے بڑھائیں، ساتھ ہی اپنی درخواست مع کاغذات کی ایک نقل میرے پاس بھیج دیں۔

بروکلمین کی کوئی جلد میرے پاس نہیں، تینوں جلدیں کہاں سے ملیں گی اور کس قیمت کو۔ خوشی ہوئی کہ آپ نے جرمن کی شدید کرلی (اس لفظ کی اصلیت کیا ہے، شد بد مخفف فارسی شد اور بُود یا سُدھ بُدھ ہندی بمعنی فہم و فہمیر؟)

جب تک معاملہ آپ کا یکسو نہ ہو، رخصت کیوں ہیں؟

دہابیت کی تاریخ سے آپ کی مراد کیا ہے؟ مولانا اسماعیل شہید کی تحریک، عبدالوہاب سے متاثر نہیں، یہ تو شاہ صاحب کے خاندان کا بڑھتا ہوا سیلاب تجدید ہے جو دفعۃً سکون سے حرکت میں آگیا۔ ابن تیمیہ کی تالیفات سے محمد بن عبدالوہاب کو

(بغیۃ حاشیہ ص ۵۸) اور وہ بھی اسیاز کے ساتھ۔ مزید یہ کہ کالج اور یونیورسٹی میں مذہب اور اسلامیات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ یہ اتنا مرحوم کے ہم وطن بھی ہیں۔

سے مشورہ برن منشرق کارل بروکلمن (C. BROCKELMANN) کی 'تاریخ ادب عربی'

(GESCHICHTE DER ARABISCHEN LITTERATUR) اس کی پہلی دو

جلدیں ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی تھیں۔ پھر ۱۹۰۷ء اور اس کے بعد ذیل (SUPPLEMENT)

کی ضخیم جلدیں شائع ہوئیں۔ اس وقت تک تین جلدیں شائع ہو چکی تھیں۔

لے اشارہ، لائبریری کی ملازمت کے استقلال کی طرف ہے۔

واقفیت نہ ہوگی۔

ہندوستان کی تحریک توحید و جہاد میں کبھی محمد بن عبدالوہاب کا نام نہیں آیا ہے۔ غالباً
۲۵ء کے معارف میں تحریک نجد پر میرا ایک مضمون ہے، جس میں میں نے یہ دکھایا ہے کہ
شاہ ولی اللہ صاحب اور محمد بن عبدالوہاب کو ایک ہی درگاہ سے یہ فیض پہنچا ہے۔
مشکور ہوں کہ محبی و مخدومی ریاض حسن خاں کی خیریت سے آپ مطلع کرتے
رہتے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۵ اگست ۱۳۹۹ء

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

برادرِ مولوی مسعود عالم صاحب ندی دام لطفہ
السلام علیکم، آپ کا خط ملا تھا، آنے کی جلدی میں جواب نہ دے سکا۔

۱۔ پہلے ہمارا بھی یہی خیال تھا، لیکن سیرت محمد بن عبدالوہاب کی تالیف کے
زمانے میں چچان بن سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ کی متعدد کتابیں ان کے پاس تھیں۔ خود
کتاب التوحید میں بار بار قال ابوالعباس آتا ہے۔ 'ابوالعباس' ابن تیمیہ ہی
ہیں۔

میری اس ذمہ داری کے قبول سے آپ کو یقیناً خوشی ہوئی ہوگی ، اور آپ کی اور آپ کے رفقاء کی آمادگی اور ایثار کی ہمت کا حال سن کر اور بھی خوشی ہوئی ۔ انشاء اللہ جب اس کا موقع ہوگا تو اس سے بھی کام لیا جائے گا ۔ اس وقت تو ہم کو سب سے زیادہ مالی امداد کی ضرورت ہے ۔ اس کے بغیر ہر تدبیر بیکار اور ہر مشورہ ناقابل التفات ہے ۔ پٹنہ سے اگر دو سو روپے سال کا بھی انتظام ہو جائے تو بڑی بات ہے ۔ پٹنہ اور اطراف پٹنہ اور بہار سے اتنا ہو جانا کچھ زیادہ مشکل نہیں ، میں نے تو اپنے فرض کے ادا کرنے کا ارادہ کیا ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے احباب اور اعزہ کیا کرتے ہیں اور ندوہ برادری کی عملی ہمت کا پیمانہ کیا ہے ۔ ممکن ہے کہ آپ کی تجویز کے مطابق ناظم صاحب یا کوئی اور صاحب اس کام کے لیے آپ کے پاس پہنچیں ۔ میں شاید اصلاح نصاب کے سلسلہ میں وسط اکتوبر کو پہنچوں ۔ ۷ کی تاریخ تو غلط تھی کیونکہ اس دن مجھے نگینہ جانا ہے ۔ ندوہ کا کام شروع کر دیجیے ۔ اس کی تبلیغ اپنے حلقہ میں کیجیے ۔ والسلام

سید سلیمان ۱۴ شعبان ۱۳۹۹ھ

۱۵ ندوہ کے حالات سے تنگ آکر ، سید صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ، دارالعلوم کی ساری ذمہ داری تنہا اپنے سر لے لی تھی ۔ اس کا ہم نیاز مندوں نے گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا ۔

برادر م السلام علیکم

خط ملا، آپ کی اس مستعدی سے خوش ہوں، خدا کرے کہ ہمارے نوجوان کچھ کر دکھائیں، ہندو نوجوانوں کو دیکھ کر حسرت ہوتی ہے، کہ کاش ہمارے نوجوانوں کے سینوں میں جی جوش اور دست د بازو میں قوت عمل ہو۔

اخبار ہلال کا طلوع مبارک! مگر ضرورت ہے کہ صرف قوم و ملک کا سیاسی جذبہ کار خیر مانہ ہو۔ کچھ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت ہمارے دلوں کے اندر ہو اور اس کی رضا اور رجا کا بھی دل میں خطرہ ہو۔ افسوس ہے کہ جو ہم میں نظری طور سے ملے نہیں وہ عملی طور سے بھی ملے ہوئے جا رہے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کا درد ہندوستانی قومیت کے منافی نہیں۔

بہر حال ندوہ کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں، یا کیا جاسکتا ہے۔ ایک دفعہ آزما کر لیجئے اس کے بعد فیصلہ کر لینا ہے کہ ہم اس خیال خام سے باز آجائیں۔ ندوہ کے مقاصد و مطالب کو نئی روشنی میں پھر سے دیکھنا ہے، کہ اب کیا ہونا اور کیا کرنا ہے۔

یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ اس وقت اس کی مالی حالت کی درستی فرض ہے، اور

۱۔ محمد علی مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی انڈی پیڈنٹ پارٹی کا ہفتہ وار آرگن دوبارہ جاری ہو رہا تھا۔
 ۲۔ نظم میں شعبہ ادارت کی خفیہ نگرانی راقم کے سپرد تھی۔ محمد یاسین ندوی اور زکریا فاطمی ندوی اس کے ذمہ دار کارکن تھے۔ مالیات کا بار مولانا سید عفت اللہ رحمانی ام ال۔ اسے دھلف مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کے کندھوں پر تھا۔

تکوال تک دو تین ہزار جمع کر لیا ہے۔ مولوی ناظم صاحب آپ کی مدد کے لئے جائیں گے۔
ان کا خط الگ ہے۔

وزیر صاحب تعلیم کا ایک خط آیا ہے، خلیل جبران کے صحیح املا کے لئے کہ عربی میں
جبران ہے یا گبران؟ میں نے لکھ دیا کہ عربی میں جبران ہے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ان معلومات
کی اتھارٹی میں نے آپ کے پاس بھیج دی ہے۔ آپ اس کی قدر نہیں کرتے، یا مستقل نہیں
کرتے۔ اب بھی موقع ہے۔ بہر حال بانکی پور لائبریری کے کیٹلاگر سے پوچھتے ہیں
کیا انھوں نے تم سے کچھ پوچھوایا؟ والسلام

سید سلیمان ۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء

۱۔ خلیل جبران، لبنان کا مشہور عیسائی ادیب — راجستھان کی ایک ہندی اکاڈمی، اس کی کتابوں کا ترجمہ
(انگریزی سے) کر رہی تھی۔ اس کے سربراہ نے ڈاکٹر سید محمود صاحب سے استفسار کیا تھا۔ ڈاکٹر
صاحب نے وہ خط سید صاحب قبلہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ استاذ مرحوم موقع کی تلاش میں تھے۔
انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو میرے متعلق ایک زوردار خط لکھا۔ لطف یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے
پورا فائل میرے پاس بھیج دیا اور استاذ مرحوم کا وہ خط میری نظر سے بھی گزر گیا، جس میں انہوں
نے ڈاکٹر صاحب کو سخت ملامت کی تھی۔

۲۔ کانگریسی وزارت کے باوجود، صوبائی سکریٹریٹ، میرا سخت مخالف تھا۔ سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ
مشرود سے میرے خلاف تھی۔ ڈاکٹر سید محمود صاحب مستقل کرنا چاہتے تھے۔ مگر مناسب وقت کے
انتظار میں تھے۔ ذاتی طور پر بھی میرے ان سے اچھے مراسم تھے۔

اعظم لکھ

عزیزی السلام علیکم

آپ کا خط ملا تھا، میں ان دنوں حیاتِ شبلی میں ایسا مصروف ہوں کہ سر اٹھانے کی ہمت نہیں، چاہتا ہوں کہ دسمبر تک ایک حصہ ختم ہو جائے۔

آپ نے بڑی کمزوری کو راہ دی، ہمارے نوجوان عزم سے محروم ہیں۔ العلماء بعد عن السیاسة کی جگہ العلماء بعد عن العمل کا طعن اب بھی صحیح ہے۔ دسمبر کے مشروع میں ہندوستانی کمیٹی کا جلسہ ہے، آنا ہوگا۔ اصلاح نصاب کی کمیٹی کے لئے ان کو لکھا تھا کہ ۷ دسمبر کو رکھیں، ہنوز جواب نہیں، آپ ان سے مل کر کہہ سکیں تو جواب سے مطلع کیجئے۔

مشق کے متعلق اصلاح چھپ جائے گی۔

ندوہ کے معاملات کچھ راہ پر آ رہے ہیں، گورنمنٹ نے ۳۳۰ ماہوار اب دینا مشروع کیا ہے، جائداد کی آمدنی بھی وصول ہو رہی ہے۔ کچھ ادھر ادھر سے آمد کا سلسلہ بھی ہو رہا ہے۔ پھر بھی ابھی اصلاح دور ہے۔

الندوة کا دوبارہ اجراء چاہتا ہوں۔

مے یاد نہیں پڑتا، کیا کمزوری صادر ہوئی؟ ایسا خیال آتا ہے کہ حسب وعدہ ندوہ کے لئے کچھ چندہ جمع نہ کر سکا۔

مے معارف کے کسی مضمون میں مساحت ہو گئی تھی، راقم نے اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔

مکرمی مولوی ریاض حسن خاں کی حالت سے آپ مطلع کرتے رہتے ہیں۔ اس کا شکریہ۔
 ملاقات ہو تو سلام کہیے۔ گورنمنٹ کی تبدیلی سے آپ پر کیا اثر ہوا یا ہوگا؟ والسلام
 سید سلیمان۔ ۲۰ نومبر ۱۳۹۷ھ

۶۱

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم السلام علیکم

میں آج پشاور جا رہا ہوں، اور وہاں سے بہاولپور۔ ۱۸ تک واپسی ہوگی۔ میں نے
 اس پر کوئی مضمون نہیں لکھا، اگر مضمون آپ کے نام سے چھپے تو آپ کے خیالات کے
 خلاف نہ ہو۔

۱۔ کانگریسی وزارت کا استعفاء

۲۔ ڈاکٹر سید محمود صاحب کی فرمائش اور اصرار پر راقم ہندو مسلم تہذیب اور اس کے بنیادی خطوط و خال کے
 عنوان سے ایک مقالہ تیار کر رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اکبری دین اور مخلوط تہذیب کے مشروع سے حامی
 ہیں۔ مجھ سے وہ امی ڈھب پر کچھ لکھوانا چاہتے تھے، پر یہ میرے بس کی بات نہیں تھی۔ آخر سمجھوتہ
 کے طور پر ایک بین مین مضمون تیار ہوا، جو اللہ لاں (پٹنہ) میں ابن خلدون کے نام سے اور نئی زندگی
 (الآباد) میں مضمون نگار کے نام کی تصریح کے ساتھ شائع ہوا اور موافق و مخالف دونوں حلقوں میں پسند کیا گیا۔

شہر کا مضمون لکھنؤ کی آخری مشرقی تہذیب دیکھ لیجئے۔

والسلام

سید سلیمان - ۶ مارچ ۱۹۴۰ء

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

مراجعت تو کامیاب ہوئی، مگر ریاست کی الجھنوں سے کافی ڈر ہے۔ اور روپیہ
توجیب تک ہاتھ میں نہ آجائے مجھے یقین نہیں آتا۔

الندوة کے خریدار کم از کم دس آپ پٹنہ اور پھولپوری میں پیدا کیجئے۔ اس دفعہ آپ نے
خلاف معمول مولوی ریاض حسن خاں صاحب کا حالی نہیں لکھا۔

دور اکبری و داراشکوہی کا خواب بھو دیکھا جا رہا ہے، تو اورنگ زیب کی تلوار
اور محمد الف ثانی کا قلم اب بھی حاضر ہے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وطنی سیاست پر اتحاد کی
خاطر مذہب و تمدن کو تکلیف کیوں دی جاتی ہے۔ عیسائی بدین خویش و موسیٰ بدین خویش۔

ڈاکٹر سید محمود صاحب کا ذخیرہ ادب بہت قیمتی ہوگا۔ شاید یہ ندیم میں شائع ہو،

۱۰ ڈاکٹر سید محمود کی رائے کا راقم نے ذکر کیا تھا۔ ۱۱ ڈاکٹر صاحب کے پاس مشاہیر شرق و غرب کے

میں ۱۹ تک یہاں ہوں، گو ڈھاکہ اور جاوہرہ سے بلاوا تھا، مگر اب تک ندوہ کے
 بغیر سفر کو جی نہیں چاہتا۔ ۱۹ کی شام کو لکھنؤ کا قصد ہے۔

نیشلی کالج کی خبر سنی ہوگی، یہاں کا اسکول اب انٹر کالج بن رہا ہے۔ مولوی مسعود علی
 صاحب چندہ لود تعمیر کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۸ اپریل ۱۹۲۰ء

۶۳

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیزی سلمہ اللہ

السلام علیکم، الحمد للہ خیریت ہے

پٹنہ کی دلچسپیاں ریاض حسن خاں صاحب کے انتقال مکانی سے بہت کم رہ گئی تھیں،
 کہ آپ نے ڈاکٹر ناظم کے تبادلہ کی خبر سنا لی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸) خطوط کا بے مثال مجموعہ تھا۔ سید ریاست علی صاحب ندوی، اڈیٹر "ندیم" گیا، دھال
 پرنسپل مدرسہ شمس الہدی، پٹنہ) اس کا بڑا حصہ اشاعت کے لیے لے گئے تھے، لیکن ان کے وسائل و
 ذرائع اس کے لیے کافی نہیں تھے۔ خدا کرے، وہ ذخیرہ ضائع نہ ہوا ہو۔ کچھ بعض اردو خطوط ندیم دیکھا، میں شائع ہونے
 سے ڈاکٹر محمد ناظم (لاہوری) سابق سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ، ہند۔

دہا بیت کی پہلی جلد آپ نے ختم کر لی، خدا کرے کہ تاریخ کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی اس سے مرتب ہوں، میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہے کہ دلوں سے نور چھن رہا ہے۔ اللہم احفظنا آپ نے الذودہ کے لئے کچھ نہیں لکھا، حالانکہ اس کے لئے چند صفحے کافی تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی مختصر ترین سیرت) چھپ گئی ہے، آپ نے اس کے سونہوں کی فروخت کی ذمہ داری لی تھی، آپ کا پتہ بھی ملنے والے مقامات میں لکھ دیا ہے۔ خطیب سے کتاب نہ ملی، نہ کتاب چھپی، تمہاری محنت رائگاں جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

ذودہ کا ہال خوب بن گیا ہے۔ کتب خانہ کا موقع بہت عمدہ ہو گیا۔ عمارت کی مغربی جانب پلاسٹر کا کام ہو رہا ہے۔ نوجوانوں سے جو مدد کی توقع تھی، نہیں مل رہی ہے۔ امسال لجنہ عربیہ کا جلسہ غیر معمولی کامیابی سے ہوا مگر سو روپے اخراجات پڑے ان کا دینے والا کوئی نہیں۔

کل شاہ عبدالدین صاحب آتے ہیں۔ والسلام

بید سلیمان ۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۔ محمد بن عبدالوہاب : ایک مظلوم اور بدنام مصلح۔

۲۔ حاضر مسلمی الہند و غابریہم (عربی تاریخ ہند)

۳۔ عربی خطابت کا سالانہ جلسہ، جس میں دوسرے مدارس کے طلبہ کو بھی مقابلہ کی دعوت دی گئی تھی۔

دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیزی مولوی مسعود عالم صاحب ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ
 السلام علیکم۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ ہندوستانی کمیٹی کے جلسہ میں نہ آسکا کہ ملاقات
 کا موقع ملتا۔ آپ سن کر خوش ہوں گے کہ دارالعلوم کا رنگ بدل رہا ہے۔ طلباء ڈسپن سے
 آشنا ہو رہے ہیں۔

رحمت عالم علیہ السلام چھپ کر تیار ہو گئی۔ آپ کی فرمائش پر اس کے سو نسخے جاتے ہیں۔
 قیمت تو عہ ہے نی نسخہ، مگر آپ چونکہ منگوا رہے ہیں، اس لئے ۴۴ فی نسخہ اپنا کمیشن حوالہ
 خدا کیجئے اور عہ میں لوگوں کو دیجئے، یہ اس لئے کہ رہا ہوں کہ تاجروں کو شکایت کا موقع
 نہ ملے۔ اب جس قدر جلد یہ نسخے فروخت ہو سکیں بہتر ہے جید راباد نے ۷۰۰ نسخے خریدے
 ہیں اور اور مقامات پر بھی مانگ ہو رہی ہے۔ خدا کرے کہ ایک سال میں چار پانچ ہزار ہاتھ
 آجائیں اور کچھ بورڈنگ بن جائے۔

إِن اِجْرٰی اِلَّا عَلٰی اللّٰہِ

اخراجات آپ اس رقم سے وصول کر سکتے ہیں۔ والسلام

بید سلیمان ۵ رمضان ۱۳۵۹ھ ۸ اکتوبر ۱۹۴۰ء

لے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت عالم کی آمدنی ندوہ میں چھوٹے بچوں کے دارالافتاء کے لئے
 وقف کی تھی، اس لئے ہم لوگوں نے اس کی اشاعت میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ عاجز نے وعدہ تو صرف ۱۰۰
 نسخوں کا کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے فروخت بہت زیادہ ہوئی۔

دار المعینین اعظم گڑھ

برادر عزیز متعالم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ مسرت ہوئی کہ آپ نے رحمت عالم کا کام مستعدی سے شروع کر دیا
بارک اللہ! دوسو لکھنؤ نے منگوا یا ہے، اور ۱۰ - ۲۰ - ۲۵ - ۵۰ دوسرے شہروں
میں گئے۔ کل اب تک سب کو ملا کر ۵۰۰ بھیجے گئے اور ۷۰۰ جیدر آباد۔

مولانا شروانی نے کتاب پڑھ کر بڑی تندر دانی فرمائی، یعنی صہ فی نسخہ کے حساب سے
ایک سو نسخے خریدے۔ واللہ المجد۔

اسلم صاحب نے تاریخ نجد، کسی عربی تاریخ نجد کا ترجمہ کیا ہوگا۔ وہ خود کیا اس
بارہ میں جانتے ہیں۔

ریحانی کی تاریخ نجد الحدیث اور حافظ وہبہ کی جزیرۃ العرب فی القرن العشرين،

۱۔ حضرت الاستاذ کی بات صحیح نکلی۔ اسلم صاحب نے محمود شکری آلوسی (ف ۱۳۲۳ھ) کی تاریخ نجد کا ترجمہ
کر دیا ہے۔ یہ ان کی پرانی عادت ہے۔ خضریٰ کی محاضرات الانم الاسلامیہ کا ترجمہ، تاریخ الامت
کے نام سے اپنی تالیف بنا کر پیش کر چکے ہیں۔ اور پھر ڈھٹائی یہ کہ لڑکنے پر فرمایا جاتا ہے "ہاں بالتصنیف
کے وقت زیادہ تر خضریٰ کی کتاب پیش نظر رہی ہے۔ گویا ان کے خیال میں محمد بک الخضریٰ کی محاضرات
ہندوستان میں کسی کے پاس موجود ہی نہیں۔ جن لوگوں کی اپنی تصنیف دیانت کا یہ عالم ہو، وہ ائمہ حدیث
کی دیانت پر منہ آتے ہیں۔ اللہ کی شان ہے!! فاعتبروا یا اولی الابصار

۲۔ ابن الریحانی۔ لبنان کا مشہور عیسائی ادیب و صاحب قلم۔ سہ حافظ وہبہ، سابق سفیر سعودی عرب مقیم اند

ہمارے ہاں نہیں - والسلام

سید سلیمان ۲۸ رمضان ۱۳۵۹ھ

۶۶

دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیزی اطال اللہ عمرک

السلام علیکم، خطوط ملے، میں پھلوا ری جاتا لیکن عین اسی دن مولانا شبلی مرحوم کی پوتی کا عقد تھا اور مجھے بحیثیت قاضی شریک ہونا تھا، مجبوری رہی -

ہاں بھائی! تمہارے دونوں خطوں میں مولانا سجاد مرحوم کے تاثرات کا عکس تھا -
اک تیر کا جو ہائے کلیجہ کے پار تھا

۲۲ دسمبر کو خط سے اطلاع ملی، وہ دن بے اور آج کا دن ہے کہ کوئی رات ان کی یاد اور تصور ذہنی سے خالی نہیں - معارف میں ماتم لکھنے بیٹھا، تو زبان قلم نے ساتھ دینے سے انکار کیا - مجبوراً دوچار سطر میں لکھ کر چھوڑ دیں - ہمارا صوبہ خالی ہو گیا اور کیا کہوں،
کے ایک عالی دماغ کھانا رہا -

اصرار و ابرام کی ضرورت نہیں، لکھ کر بھیجوں گا -

آپ کے دونوں لائبریرین وفات پا گئے، مجھے خبر نہیں ہوئی - اب ایسے تعلیم یافتہ

بھی نہیں ملیں گے۔ سوچنا ہے کہ ہماری قوم روز بروز ترقی کر رہی ہے یا پیچھے ہٹ رہی ہے۔
 بہر حال آپ کے سامنے کیا ہے؟

رحمت عالم کی رقم یہاں بھیج دیجیئے۔

۹۔ کو لکھنؤ ہو کر علی گڑھ اور دہلی جا رہا ہوں، جلد واپس آؤں گا۔

مولانا سجاد مرحوم کے متعلق جو کچھ لکھا اور کہا گیا ہے اُس کو یکجا کر دیا جائے۔ والسلام

سید سلیمان ۷ دسمبر ۱۹۴۰ء

دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم السلام علیکم

خط ملا، آپ کو معلوم نہ ہو کہ یہ پورا مہینہ سفروں کے چکر اور آمد و رفت میں گذرا، پھر
 مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلماء پر یہاں کی عدالت میں دو ماہ سے مقدمہ ہے اور
 مولانا مفتیم ہیں۔ آج فیصدہ کی تاریخ ہے۔ اسی ادھیڑ میں کچھ نہ ہو سکا۔ تاہم عزم مضمم ہے
 کہ ماتم سجاد میں حصہ لوں، ان کے سوانح میں یہ کہاں سے داخل ہو گیا کہ وہ دارالعلوم دیوبند
 میں حضرت شیخ الہند کے حلقہ میں شریک ہوئے تھے، اس کی تحقیق کر کے مطلع کیجیئے۔ میں نے

۱۔ محاسن سجاد کے نام سے مجموعہ مقالات جلدی ہی شائع ہو گیا تھا۔ ۲۔ یہ بالکل غلط ہے۔ محاسن سجاد میں اس کی
 تردید کر دی، اگر لکھتے۔

اُن سے یہ کبھی نہیں سنا، مفتی کفایت اللہ صاحب بھی لاعلم ہیں۔ مولوی عبدالصمد رحمانی شاید بتا سکیں۔

رحمت عالم کے پچاس نسخے حسب طلب جاتے ہیں۔

طلبائے قدیم کا جلسہ کامیاب رہا۔ ندوہ آپ سب صاحبوں کی توجہ سے پھر زندہ ہو رہا ہے۔ کل پھر چند روز کے لئے لکھنؤ جارہا ہوں۔ اسلام کے اقتصادی و اجتماعی نظام پر ایک مجلس کتب خانہ ندوہ میں لحدارت نواب صاحب چھتاری بیٹھ رہی تھی [ہے] میرے ساتھ ڈاکٹر ذاکر حسین اور مولوی ابوالاعلیٰ بھی ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲ جنوری ۱۹۳۱ء

دار المصنفین اعظم گڑھ

برادر عزیزہ اعزکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کے کسی خط آئے، جواب نہیں گیا۔ اسباب تو اس سفر

۱۔ مولانا مرحوم کے شاگرد خاص۔

۲۔ نواب چھتاری کی تحریک پر اس مجلس کی تشکیل ہوئی تھی اور آگے چل کر اس کام کے مصارف کا ذمہ بھی انہیں نے اپنے سر لیا تھا۔

اور کثرت اشغال کے سوا کچھ اور نہیں، مولانا مرحوم پر کچھ سطوریں لکھی گئی ہیں، وہ مرسل ہیں، معارف میں ابھی نہیں دیا ہے۔ آپ کا مجموعہ کب تک نکلے گا؟

رحمت عالم کا کام ہو رہا ہے۔ اس وقت کلکتہ پر حملہ ہے، دھائی تین سو نئے جاچکے ہیں۔ ایک ہزار کا عزم برادر کا شغری صاحب اور مولوی عتیق احمد صاحب رکھتے ہیں، چاہتا ہوں کہ مارچ تک سب ہو جائے۔ حیدر آباد سے ۸۵۰ وصول ہو رہے ہیں۔

نظام اصلاحی کا کام مجبوراً میں نے لے لیا ہے، ابھی تک کام کا سر نہیں ملتا، آپ بھی کچھ مدد دے سکتے ہیں نظام اسلامی سے مقصود اصول سیاسی و اقتصادی کی تدوین ہے، سنا ہے کہ مدرسہ شمس الہدیٰ میں نگار کی بڑی اشاعت ہے۔ مولوی عبد الماجد صاحب نے مجھے طعنہ لکھ کر بھیجا ہے، کہ چوکھڑا زکعبہ برخیزد کیا ماند مسلمان۔ کیا آپ حاجی صاحب سے

۱۔ نواب چٹاری کی دعوت پر مجلس ندوہ میں منعقد ہوئی اور اس نے فیصلہ کیا کہ "سید صاحب قبلہ کی نگرانی میں یہ کام ہو اور مسعود عالم اس کام کو کرے"۔ مولانا عبد الماجد دیوبادی (جو اس مجلس کے رکن تھے) نے مجھے اطلاع دی۔ راقم نے حضرت الاستاذ سے استفسار کیا۔ ان کی رائے نہیں ہوئی کہ اس منزل میں ملازمت سے استعفیٰ دوں۔ آخر وہ کام ہی نہیں ہوا۔ نواب صاحب (جنہوں نے مصارف کا ذمہ لیا تھا) غالباً ٹکڑے لکھ حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم (پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ) اس خط کے حاشیے پر ان کے قلم سے یہ سطوریں درج ہیں :-

"مدرسہ میں نگار نہیں آتا ہے۔ بعض طلبہ نے خواہش ظاہر کی تھی، مگر میں نے منظرہ

نہیں کیا ہے۔ سید صاحب کو مطلع فرمادیں"۔

غالباً میں نے ان کی خدمت میں مندرجہ بالا مکتوب بھیجا ہو گا۔

مل کر انہیں متوجہ کر سکتے ہیں۔

شاید اس کو پتہ آؤں۔ مولوی نجم الہدیٰ کے یہاں قیام ہوگا۔

مولانا عبدالکافی صاحب کے پوتے مولوی شاہد صاحب آبادی ندوی نے

جو لکھ کر بھیجا ہے وہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔

سید سلیمان ۲۵۔ جنوری ۱۹۴۱ء

۶۹

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیزم السلام علیکم

محاسن سجاد کا مضمون ابھی تک معارف میں نہیں دیا گیا ہے۔ شروع میں ایک جگہ

”چمکی لگ گئی“ لکھا گیا ہے۔ مہربانی سے اس کو ”چپ لگ گئی“ بنا دیجیئے۔

رحمت عالم فنڈ میں ڈھائی ہزار نقد ہو گئے۔ سات اکھڑ سو باقی ہیں، ان کو بھی ادا

ہونا چاہیئے۔ فروری تک پورا ہو جائے تو مارچ میں ہاتھ لگ جائے۔

نظام اسلامی کی ترتیب میں کوئی ہاتھ نہیں لگا رہا ہے، دیوبند تمام تر خاموش

ہے۔ مولوی ابوالاعلیٰ کسی اور کے جھنڈے کے نیچے شاید آنا پسند نہیں کرتے۔ مجھے تو

میرت ہفتم میں یہ پاپڑ بٹرنے لگا ہی ہیں۔ مولوی امین احسن صاحب کو ادھر بلا رہا ہوں۔ آپ کا نام

مولانا عبدالماجد دریا بادی کی روایت کے مطابق، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے میر نام پیش کیا تھا۔ اس وقت تک میر ان سے بالکل تعارف نہیں تھا۔

اس کے ليے ليا گيا تھا ، مگر ظاہر ہے کہ موجودہ صورت ميں آپ نہيں آ سکتے۔ والسلام
 سيد سلیمان - ۱۰ فروری ۱۹۴۱ء

۷۰

دارالمصنفين اعظم گڑھ

برادر م مولوی مسعود عالم صاحب ندوی زَاكَ اللهُ عِلْمًا وَعَمَلًا
 السلام علیکم۔ حامل خط مولوی غلام محمد صاحب ہاشمی متعلم مدرسہ شمس الہدیٰ ضرورت مند
 ہیں، ساتھ ہی خود دار بھی ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اپنی مشکل اپنے ہاتھوں سے حل کریں اس کی
 صورت یہ ہے کہ لائبریری میں لکھنے پڑھنے کا جو کام مبعوضہ آپ دوسروں کو دیتے
 ہیں، اس میں آپ انہیں بھی شریک کریں۔
 اُمید ہے کہ آپ ان کی درخواست پر اگر ممکن ہو تو توجہ کریں گے۔ وطن کے
 لائق نوجوانوں کی سرپرستی اور تربیت کرنی چاہیے۔

والسلام

سيد سلیمان - ۱۵ فروری ۱۹۴۱ء

دار المصنفین اعظم گڑھ

برادر م السلام علیکم

مضمون پہنچا ، پڑھا ، کافی تحقیق اور احتیاط ہے ، مگر ابھی تک تو قلم موثر خ کا ہے
شاید آئندہ مذہبی اصلاح کی روح بھی ہو۔ آپ کی تمہید بھی لگادی جائے گی۔ مارچ کا
پرچہ تیار ہے ، اس میں یہ شامل نہ ہو سکے گا ، یہ اپریل میں جائے گا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے
کہ مارچ کے شذرات میں آپ کی کتاب اور مضمون کی اطلاع شائع کر دی جائے۔
آپ کی کتاب کب تک پوری ہوگی ، چھپوانے کا کیا سامان ہے ، کیا دار المصنفین کے
سلسلہ میں آپ چھپوائیں گے ؟

رحمتِ عالم کی خدمت کی توفیق زیادہ تر مشرق کو نصیب ہوئی ، یعنی پٹنہ اور کلکتہ کو
کلکتہ میں برادر م کا شعری اور مولوی عتیق احمد صاحب پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ادھر پٹنہ میں
آپ لوگ ہیں۔ آج کل یہاں دیوبند کے سفیر بھی خواہان دیوبند آئے ہوئے ہیں۔ پچھلے سال
انہوں نے اس طرح پندرہ ہزار جمع کیا ، اور جامعہ نے پچیس ہزار ، اور ہم نے شاید ایک ہزار۔
الحمد للہ خیرت ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۹ ذوری ۱۴۱۱ھ

۱۔ سیرت محمد بن عبد الوہاب کا ایک باب۔

۲۔ محمد بن عبد الوہاب ، ایک مظلوم اور بدنام مصلح۔

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

برادر م اعز اللہ شاکم

السلام علیکم۔ الفرقان میں آپ کا مضمون دیکھا، دین کی حمیت کی شان دیکھ کر خوشی ہوئی۔ میری امیدوں کے مرجع اب آپ ہی جیسے چند عزیز ہیں، وفقہم اللہ تعالیٰ۔ ایک بات کہنا ہے۔ تحریر میں دل کے اجزاء بھی کچھ شامل کیجئے۔

آپ کی کتاب پر لکھنا اس دفعہ بھول گیا، دوسری بات پھیل گئی۔ بہر حال اب بھی، کچھ ہرج نہیں۔ رام پور گیا تھا۔ رضا اکاڈمی بنائی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں امید قوی ہے کہ ندوہ کو ریاست سے قضا سالانہ جو پہلے ملتے تھے پھر بند ہو گئے تھے، اب پھر ملنے لگیں۔ چیف منسٹر صاحب نے وعدہ کیا ہے۔ نواب صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔

میرے پاس ان صاحب کا کوئی خط نہیں آیا۔ اور طلب معافی کے کیا معنی؟ البتہ دو خط میرے پاس بہار سے دو نوجوانوں کے آئے تھے، ایک تو کسی اور صاحب کا تھا۔

۱۔ الفرقان: ولی اللہ نمبر۔

۲۔ مختار الدین آرزو عظیم آبادی خلیف مولانا ظفر الدین قادری رضوی (شاگرد خاص مولانا احمد رضا خاں بریلوی)۔ آرزو صاحب نے "نقوش سلجانی" پر سید سلیمان ندوی کی غلطیاں "کے عنوان سے ایک دل آزار تنقید نگار" میں چھپوائی تھی۔ اس وقت یہ بہت نوجوان تھے اور پس پردہ کوئی اور ہاتھ کام کر رہا تھا۔

۳۔ ایک فرضی نام سے آرزو صاحب یا ان کے کسی دوست نے ہمدردانہ خط لکھ کر حضرت الاستاذ کو ٹولنے کی کوشش کی تھی۔ فکر ہو کہ بقدر محبت دوست۔

جو جواب لکھنا چاہتے تھے، یہ خط ملفوف ہے۔ دوسرے ان صاحب کا جو آپ کے پاس
خط لے کر گئے تھے۔ مجھے ان صاحبوں کی نیاز مندی اور بے نیازی سے کیا سروکار۔ اتنا
افسوس البتہ ہے کہ دو صاحبوں نے مجھ سے بدتمیزی کی اور دونوں کو خاک پاک ہمارے نسبت
ہے اور شاید ہمارے وطن کی یہ سنت دیرینہ ہے۔

جن پر تکبیر تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

یہ صاحب پچھلے سال مجھے وینہ آکر ملے تھے، اردو پر کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ ان کے
والد میرے دیرینہ ملاقاتی ہیں۔ اس تعلق سے میں نے انہیں نصیحت کی تھی کہ وہ اس سطح سے اگے
بڑھ کر علوم کی خدمت کو اپنے والد کی طرح اپنا مطمح نظر بنائیں۔ شاید یہ اسی نصیحت کا رد عمل ہے
بہت خوب! بہر حال ان کا تو کوئی خط میرے پاس نہیں آیا۔

میں نے گوا اعتراضات کو ملا کر نہیں دیکھا، مگر لفظا ہر نہایت سرسری معلوم ہوئے۔
بہر حال اعتراضات و تنقیدات تو ہمیشہ سے اہل علم کا شیوہ ہے، مگر یہودہ نگاری تو صحیح
علم کی شان نہیں۔

میں ۱۳ کی صبح کو مہندوستانی کمیٹی میں آ رہا ہوں۔

مولوی نجم الہدیٰ صاحب کے یہاں قیام رہے گا۔ والسلام

سید سلیمان

۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء

۱۔ دوسرے صاحب عبدالملک آروی۔ یہ بھی صاحب نگار کے مآخذ پر داخہ تھے۔ دین و حمایت دین کا

یہ بدلہ تھا۔ جو ہمارے دو دیندار گھرانوں کے سپوت نیاز کی سرپرستی میں دے رہے تھے۔

ہاں ہاشمی صاحب نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ سلامہ ظفر الدین صاحب کے کتب خانہ میں جن نوادر کا ذکر انہوں نے کیا ہے، ان کا وجود اس فرضی کتب خانہ میں نہیں۔

۷۳

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

برادر عزیز زادک اللہ علماً نافعاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، میں بھی سفروں میں رہا اور اب پھر ۲۲ تک سفر ہی سفر ہے میں ان سفروں سے گھبراتا ہوں، مگر ان کے قبول پر [اپنے کو] مجبور پاتا ہوں۔

صاحبزادہ تو خیر، مگر آپ نے مولانا ظفر الدین صاحب اور ان کی جماعت کو کیوں چھیڑا، مقصود یہ ہے کہ کیا مساحت اور درگزر کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ ندوہ کی سند کے

یہ ہاشمی صاحب بھی ان دنوں مشتبہ پارٹ ادا کر رہے تھے۔ البتہ نوادر کے باب میں انہوں نے جو کچھ اطلاع دی تھی غالباً وہ صحیح ہو۔

میں مولانا ریاست علی صاحب ندوی (سابق رفیق دارالمصنفین) نے اپنے رسالہ ندیم (گیا) میں آرڈو صاحب پر لکھتے ہوئے ان کے والد ماجد مولانا ظفر الدین صاحب کو بھی تنبیہ کی تھی، جس پر پٹنہ میں ندوہ اور ندویوں کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہوا اور بات بڑھ گئی۔

میں مدرسہ اگزمینیشن بورڈ (بہار) میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی سند کا مسئلہ درپیش تھا۔ بعض دوستوں کا خیال تھا کہ سند مان لی جائے، تو بہار میں ندوی نوجوانوں کے لیے کچھ آسائیاں پیدا ہو جائیں۔

ماننے یا نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے ، اس کی اہمیت ہی کیا ہے ؟

معین الندوہ کی بات کو میں پوری طرح نہیں سمجھ سکا ۔ لکھنؤ میں حامد صاحب نے آپ کا خط اور اپنی مجلس کا فیصلہ دکھایا تھا ۔ مولوی عمران خاں صاحب نے بھی اپنے نام کے خط کا ذکر کیا تھا ۔ میں نے سب کو کہہ دیا اور سمجھا دیا کہ یہ ایک نئے عہد کا آغاز ہے ۔ گذشتہ راصلوات رائدہ را احتیاط اس کا اصول ہے ۔ محبت اعتماد اور مسامحت ہمارا دستور العمل ہے ، چنانچہ اس وقت تک اس میں کامیابی ہوئی ہے ۔ جس دن یہ بات نہیں رہے گی ۔ میں نہیں رہوں گا کسی شخصیت سے اختلاف ہو یا نہ ہو ، اس کا کوئی تعلق معین الندوہ سے نہیں ۔ سکو فو ۱

یاعباد اللہ! اخواناً۔

ابھی معین الندوہ میں ہے ہی کیا ، جس کے لیے کوئی ضابطہ و قانون ہو ۔ اگر حسن نیت اور اخلاص ہے تو سارے ضابطے غیر ضروری ۔ اور اگر نہیں تو کوئی ضابطہ اس کو درست نہیں کر سکتا میرے نزدیک اگر آپ نے نصف نصف کا پہلو اگر رکھا ہے ، تو کوئی مصلحت

لے ندوۃ العلماء کی امداد کے لئے مہمردان ندوہ کا حلقہ معین الندوہ کے نام سے مدتوں سے قائم تھا ۔ اب پھر اس کی تجدید ہو رہی تھی ۔ بہار میں راقم اس کا انچارج تھا اور اسی کی نگرانی میں سارا کام ہوتا تھا ۔ اس کے مرکزی ناظم حامد علی صاحب ندوی (ناظم انجمن طلبہ قدیم ندوہ) تھے ۔ حافظ عمران خاں ندوی دارالعلوم کے پرنسپل تھے ۔ یاد نہیں پڑتا کہ ہمارا ان کا اختلاف کس بات پر تھا ؟

ہم نے طے کیا تھا کہ جمع شدہ رقم کا نصف صوبائی مصارف کے لئے رہے اور نصف مرکز کو بھیجا جائے ہم مدلل ایک مستقل ادارہ قائم کرنا چاہتے تھے ، جہاں سے ندوہ کے افکار و خیالات کی اشاعت ہو ۔ صرف چندہ جمع کرنے کی ایجنسی ہمارے ذہن میں نہیں تھی ۔

ہوگی۔ اس وقت تو خیر کچھ نہیں ہے، لیکن اگر آئندہ آمدنی آپ لوگوں کی کوشش سے بفضل خدا بڑھے تو تصنیف کی بات ذرا لوگوں کے نزدیک نامناسب معلوم ہوگی، الا یہ کہ صوبہ میرا کوئی اور کام کرنا ہو۔

صاف صورت تو یہ ہے کہ مصارف جو کچھ ہوں وہ مرکز اٹھائے اور آمدنی بھی پائے آپ لوگ کیوں زیر بار ہوں۔ اس وقت گو آمد صرف نصف ہو یا کم و بیش ہو لیکن آئندہ کوشش کی جائے کہ آمدنی اتنی بڑھے کہ خرچ ایک ربح ہو جائے۔ میں دونوں صورتوں میں سے ہر صورت کو پسند کروں گا۔

بے شبہ ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے جس کو آپ نے پسند کیا ہے۔ معاوضہ ماہانہ بھی ٹھیک ہے۔

آپ ان باتوں سے الجھن میں نہ پڑیے اور نہ اس کو کسی شخصی کشمکش کا نتیجہ خیال کیجیے۔ ان بعض الظن اثم یاد رہے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہی خوبی کیا کم ہے کہ وہ کسی بات میں ضد کرتے ہیں اور نہ رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ قحط الرجال یہ ہے کہ ایسا آدمی بھی ٹکھنوں میں نہیں مل سکتا۔ الکمال لله وحدہ سرسلمان کی وفات سے اس دفعہ آپ کا مضمون رکھ کر الگ کر دیا گیا اور ان کا خطبہ رکھا گیا کہ تازہ یادگار ہو۔ شذرات میں آپ کے مضمون کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ وہاں بیت میں غلو اور تشدد نہ چاہیے۔ تصلب اور تعصب حکم دین میں چاہیے، نہ کہ

۱۔ ہم نے اس کام کے لئے پیشہ وریفروں کے بدلے ایک باصلاحیت ندوی نوجوان کا انتخاب کیا تھا۔

۲۔ اچھی طرح یاد نہیں پڑتا کہ اختلاف کی بنیاد کیا تھی؟

اشخاص اور ان کے مسالک میں ، خواہ وہ حنفیت ہو یا واپسیت بل ملتہ ابراہیم حنیفا و ما
کان من المشرکین

آپ کے روپے پہنچے ۔ آپ کی اس مستعدی سے بڑی خوشی ہوئی ، ابھی ۱۷ سو
نسخے پڑے ہیں ۔ والسلام

سید سلیمان ۹ اپریل ۱۹۲۱ء

۷۴

اعظم گڑھ

برادر عزیز مولوی مسعود عالم صاحب ندوی زاد اللہ قدر کم
السلام علیکم ، میں چند ہفتوں سے پریشان حال ہوں ، اور ان حالات میں بھی سفروں
سے نجات نہیں ملی ، لاہور سے واپس آیا ، تو میری ایک ۴ سالہ بچی بیمار تھی جو دوسرے دن
چل بسی ۔ یکم مئی کو وطن کا قصد تھا کہ گھر سے تار آیا کہ روانگی ملتوی کرو ۔ چند روز کے بعد
بہار اور اس کے اطراف کے بلوہ اور فساد کی اطلاع ملی ۔ التوائے سفر کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ
میں یکم مئی کی نصف شب سے سخت دوران سر میں مبتلا ہوا اور چند روز تک سر نہ اٹھا سکا
اس التوا میں یہ مصلحت الہی تھی ، ورنہ عین ریل پر یہ مرحلہ پیش آتا فحمد اللہ ! اب وطن کا سفر
آخر مئی تک ملتوی ہو گیا ۔

آپ کا خط ملا ، حاجی صاحب کے سانحہ کی خبر نے دل پر کاری ضرب لگائی ۔

۱۷ حاجی معین الدین ندوی گیلانی عظیم آبادی (سابق رفیق دار المصنفین و مولف خلفائے راشدین وغیرہ) پرنسپل مدرسہ
اسلامیہ شمس الہدی ، یٹنہ کی وفات ۔

ابوالحسنات مرحوم اور عبدالرحمن نگرامی مرحوم سے لے کر حاجی صاحب تک جو واقعے پیش آئے
اس سے دل کو یہ وسوسہ ہے کہ میری محبت خود زہر کا پیالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت
سے نوازے۔

ۛ میرا سینہ ہے الہی یہ چراغاں تو نہیں

نگار کے ہفوات میں نے نہیں پڑھے۔ ماجد میاں نے اطلاع دی، کل اتفاقاً نگار کے
پہلے صفحہ پر نظر پڑ گئی اور ان کی معافی طلبی کا مضمون پڑھا۔ مولوی عبدالماجد صاحب بھی کچھ لکھ

ۛ ابوالحسنات ندوی نگرنسوی عظیم آبادی (رفیق دارالمصنفین) ، متوفی ۱۹۴۶ء

ۛ مولانا عبدالرحمن ندوی نگرامی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) ، متوفی ۱۹۶۷ء

یہ دونوں حضرات چمنستان ندوہ کے گل سرسبد تھے، مگر آہ! کہ عین شباب میں موت کے بے پناہ ہاتھوں
نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ سید صاحب قلم پران دونوں ندویوں کی جواں مرگی کا آخر دم تک اثر رہا۔ خاص طور
پر نگرامی مرحوم کا سبب بھی ذکر آتا، ابدیدہ ہو جاتے۔ خود ان کی زبان میں وہ ندوہ کا متخیلہ تھے۔

ۛ سہ پٹنہ میں نگار اور آرزو صاحب کا مسئلہ اس طرح بڑھا کہ ایک صاحب نے (جو اپنے کو ندوی کہتے ہیں،

حالانکہ ندوہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا) اپنے مقامی (دور قمر) اخبار میں آرزو صاحب اور ان کے والد ماجد کو

مغلظا گایاں دیں۔ ایسی گایاں کہ شرافت اور صحافت دونوں پانی پانی۔ آرزو صاحب یا ان کے کسی دوست نے وہ

اخبار صاحب نگار کی خدمت میں بھیج دیا۔ جناب نیاز نے وہ تمام گایاں صفحہ ادارت کے آغاز میں من و عن حجاب کے

یہ نوٹ تحریر فرمادیا: "یہ ہے امید سلیمان کے شاگرد رشید مسعود عالم ندوی کا اخلاق"۔ ایک عجیب سنسنی پھیل گئی۔ دوستوں

نے اذالہ حیثیت عرفی (DEFAMATION) کے نوٹس کی رائے دی۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی اور حافظ عمران

سے رائے لی گئی۔ ماجد میاں نے جانے کس لمحے میں اور کس ڈھب کے نیاز کو خط لکھا اور مسئلے کی نزاکت کی طرف توجہ دلائی کہ انہوں نے

فوراٰ معذرت کا وعدہ کر لیا اور دوسرے ہی ممبر میں اس پر معذرت شائع ہو گئی اور ایک ہلا سے جان چھوٹی۔

رہے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کے اعتراضات کے رد میں سید صباح الدین صاحب کچھ لکھ رہے ہیں۔

میں الذودہ کے کام کے متعلق میرا وہی فیصلہ ہے جو تمہارا ہے۔ میں قانون کے مقابلہ میں اخلاق زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بہر حال اگر وہ تجویز پسند ہے کہ اخراجات اور آمدنی دونوں کی ذمہ داری مرکز ہی پر ہو، تو میں اسے بھی پسند کرتا ہوں، مگر اس کے لیئے ضروری ہے کہ کوشش کچھ بڑھائی جائے۔ مولوی حامد صاحب بہار کا قصہ کر رہے تھے، مگر ان ہنگاموں کے سبب سے ابھی کیا جائیں گے۔

حامل خط مولوی محمد سحاق صاحب ایم اے ریسرچ سکالر (ڈھاکہ یونیورسٹی) چھ ماہ سے میرے پاس تھے۔ عربی کے عالم ہیں، علم الحدیث فی الہند پر کام کر رہے ہیں۔ خاصہ مسالہ جمع کر لیا ہے۔ اب پینے ہو کر واپس جا رہے ہیں۔ چند روز آپ کے ساتھ ٹھہریں گے۔ آپ اپنے کتب خانہ سے ان کے کام کی چیزیں دکھائیے، اور ممنون کیجیے۔

دوسرا خط مدرسہ بورڈ میں بھجوا دیجیے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ

مئی ۱۹۴۰ء

دارالمصنفین اعظم گڑھ

برادر م السلام علیکم

خط ملا، معین الذوہ پٹنہ و بہار کے متعلق یہی کیجیے کہ سارے مصارف معین الذوہ پر ڈالیے، اور پوری آمدنی بھی مصارف کے بعد جو بچے وہ مرکز کو بھیج دیجیے، مگر کوشش کیجیے کہ آمدنی بڑھے۔ مولوی حامد صاحب شاید پنجاب جائیں۔ اس وقت تو بہار کا سفر بے سود ہوگا۔ سید صباح الدین صاحب کا پتہ یہ ہے: ۱۰، بنی روڈ، ڈیرہ دون۔

آپ درخواست دے سکتے ہیں معلوم نہیں آج کل کس کا اثر ہے۔ میری نسبت کیا پوچھنا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ میں اپنے عزیزوں کے لیے کیا چاہتا ہوں۔ کشمیر گورنمنٹ نے ۵ وظیفے کشمیری طالب علموں کے لیے ندوہ میں منظور کیے ہیں۔

والسلام

سید سلیمان ۱۳ مئی ۱۹۴۱ء

دلیہ

برادر عزیز اعزکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ اعظم گڑھ میں آپ کا لفافہ عین روانگی کے وقت ملا تھا، اور حالات سے

اطلاع ملی تھی۔ کل آپ کا کارڈ بھی ملا، جس علمی اعزاز پر آپ نے مسرت ظاہر کی ہے، وہ اس لحاظ سے، کہ اہل علم کی ایک جماعت کا اعتراف ہے، مستحق تشکر و امتنان ہے، اور اسی لیے میں اس مبارکیاد پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محاسن سجادہ معارف میں بھیجی گئی اور نہ مجھے دیکھنے کو ملی۔

دیکھنا ہے کہ جمعہ کے روز آپ آتے ہیں یا نہیں۔ جمعہ کے دن ۱۲ بجے تک انتظار

رہے گا۔ والسلام

سید سلیمان۔ ۲ جون ۱۹۴۱ء

۷۷

دینہ

برادر عزیز السلام علیکم

آپ کے دو خط ملے، میرا ارادہ ۲۰ جولائی کو واپسی کا تھا، مگر پرسوں علی گڑھ سے

سہ مسلم یونیورسٹی نے حضرت الاتاؤ کی خدمت میں ڈاکٹریٹ کی اعوازی ڈگری پیش کی تھی۔ ہماری جدید تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ جدید علم و تعلیم کے ایک مرکز نے قدیم تعلیم و ثقافت کے ایک نمائندے کی علمی حیثیت کا باضابطہ اعتراف کیا۔ اسی لحاظ سے خادم نے مبارکباد پیش کی تھی اور نہ یہ صاحب قلم کی شان اس سے بہت ارفع تھی۔

سہ مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور خدمات سے متعلق منتخب مضامین کا مجموعہ، مرتبہ مسعود عالم۔

خط آیا ہے کہ ایک دینیات کے لیکچر کی جگہ کا انتخاب درپیش ہے، جس کے لیے ۱۶ کو مل گڑھ پنچنا ہے، اس لیے اب ۱۵ کو روانگی کا قصد ہے۔

عزیزم عبدالباری کے دولٹ کے اب پٹنہ میں میرے مشورہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ بڑا تو انجینئرنگ کالج کے بورڈنگ میں رہے گا اور دوسرا بالفعل آپ کے ساتھ۔ آپ کا نام میں نے اس لیے لیا کہ وہ آپ کا بھی عزیز ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ بلند مقصد یہ ہے کہ پٹنہ کی مسموم آب و ہوا میں آپ اُس کی جسمانی و اخلاقی نگرانی رکھیں گے۔ اور آپ کے زیر نظر رہ کر بُری محبتوں سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُس کے مصارف برابر آتے رہیں گے معین الذودہ کی توسیع کا کام بہت ضروری ہے۔ آپ کی طلب کے مطابق دو خط بھیج رہا ہوں، اخلاکامیاب فرمائے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء

۷۸

اعظم گڑھ

برادر عزیز وفقکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ، دو خط آئے، کیفیت معلوم ہوئی۔ معطفی اکرم صاحب کے لیے

سید عبدالباری صاحب ندوی دسوی (جو عرصہ تک ملتان میں اور میر رہے)۔ مید صاحب قبلہ کے عزیز ہیں

جن کو لکھنا تھا لکھ دیا گیا۔ خدا کرنے سے تیرے نکلے میری کشمکش کا آپ احساس کر سکتے ہوں گے۔
 رائے عدل و صداقت کے ساتھ دی جائے۔ دوکان ذخیرہ، لیکن ہر شخص کو کوشش
 کا حق حاصل ہے، کل عمل علی شاکستہ، اگر ساعین کے نام معلوم ہو سکتے تو بہتر تھا۔ نیز
 مقامی حق تزیح یا رائے عامہ کا جھکاؤ کس کی طرف ہے۔

معین الذودہ کے کام میں سستی نہ آئے۔

کل پرسوں لکھنؤ کا قصد ہے، رحمت عالم کے روپے بھجواتے رہیے۔ بورڈنگ
 کا نقشہ بن چکا ہے۔

سات ہزار کا تخمینہ ہے اور ابھی اس فنڈ میں چار ہی ہزار آئے ہیں۔ باقی کا اللہ مالک ہے۔

والسلام

بہد سلیمان ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء

۷۹

دفتر دار المصنفین، اعظم گڑھ

برادر عزیز اعزکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ آپ کے دو کارڈ ملے اور پھر مولوی ریاست علی صاحب کے ہاتھ

آپ کا لفافہ ملا، جواب میں تعویق و تاخیر ہوئی، ایسے وقت میں ڈرتا ہوں کہ میرے عزیز خفا
 نہ ہوں یا میری کسی وہمی آرزو دگی کا خیال نہ کریں۔ بھائی ان میں سے کوئی بات نہیں ہوتی، بلکہ
 سبب یا کثرت مشغولی یا تاثر سفر، یا کوئی اور مانع طبعی ہوتا ہے۔ یہ تفصیل اس لئے کی کہ ہمارے

ایک عزیز مولوی سید صاحب انصاری اسی کے باعث کئی سال سے خفا ہیں، کہ میں ان سے خفا ہو گیا ہوں۔ استغفر اللہ۔

معین الذوہ کے لیے اس حالت میں آپ نے جو کچھ انتظام کیا ہے، ٹھیک ہے آپ نے تو اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی۔ اَسْعَى مِنْكُمْ وَالْاِتِّمَامُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی جَدًّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اس میں بھی کچھ بہتری ہوگی۔

اچھا ہوا کہ آپ مطمئن ہو کر اپنے کام میں لگ گئے۔ آپ جہاں جا رہے تھے، میری تمنائیں آپ کے ساتھ تھیں، مگر میں دل سے اس کو آپ کی ترقی کا میدان نہیں سمجھ رہا تھا۔ وہ مقام کام کرنے والوں کے لئے موزوں نہیں۔ ہر روز کے اُس میں خرچہ اور جھگڑے ہیں اور خدا جانے کیوں سرکاری مدارس میں علم کی خیر و برکت نہیں۔ اور تجربے سے بڑھ کر اُس کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟ ولاینٹلٹ مثل خبیر۔

ہمارے علماء کا ظرف ذرا چھوٹا ہو گیا ہے۔ اسی کی سب خرابیاں ہیں۔ دوسرے

۱۔ سابقہ فنی دار المصنفین و حال مقیم لاہور

۲۔ مدرسہ شمس الہدی کی پرنسپل، جس میں چار پانچ ماہ کی جدوجہد کے بعد راقم ناکام رہا۔ حضرت الاستاذ کو پبلک سروس کمیشن نے "علمی میسر" (EXPERT) نامزد کیا تھا۔ اس لیے راقم نے بہ نظر احتیاط پورے پانچ ماہ خط و کتابت بند رکھی۔ حکومت کے فیصلے کے بعد عاجز نے پھر سلسلہ شروع کیا۔

۳۔ یہ اشارہ ہے، ان گندگوں کی طرف ہواؤں دنوں پٹنے کے اجابات میں اُچھال گئیں۔ ہدیہ ہے کہ دو آدمیوں کے مقابلے کو دو برادریوں کے جنگ کی حیثیت دے دی گئی اور میری وجہ سے حضرت الاستاذ، ندوہ اور پوری سادات کی برادری کو گالیاں سننا پڑیں۔ اس ناکامی میں یقیناً کچھ بہتری ہی منظور تھی۔ فالحمد للہ۔

لفظوں میں یوں کہیے کہ حبّ جہاہ و حبّ دنیا نے ہم کو حق کی طرف سے پھیر دیا ہے۔ زہ
 دنیا پر ہم مٹتے رہے ہیں اور اسی کو اپنا کعبہ مقصود بنا لیا ہے۔ کَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَاتِ
 تَذَرُونَ الْآخِرَةَ، اس معیار سے ہم سب کو اپنے اپنے نفس کو جانچنا چاہیے۔ اور اگر نہ
 تو اس کے علاج کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ مارچ کی ۱۶ کو طلبائے قدیم کا جلسہ لکھنؤ میں ہوگا اور اسی
 ساتھ ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ کو ادارہ معارف اسلامیہ کا جلسہ بھی وہیں ہے اور عربی مجلس کا مفاد
 تقریر بھی انہیں دنوں میں ہے۔ موسم اچھا ہوگا، آپ بھی شریک ہوں اور کوئی مقالہ تیار کیے
 کیونکہ ادارہ کی دعوت طلبائے قدیم اور دارالمصنفین کی طرف سے ہے۔ اس لئے طلبائے قدیم
 کی نمائندگی ضروری ہے۔

خیریت ہے۔

ہاں یاد آیا، جس طالب العلم کے لئے آپ نے لکھا ہے، اس کو مولوی عمران خان
 صاحب کے نام خط دے کر لکھنؤ بھیج دیجیے۔ سر دست کچھ انتظام کر دیا جائے گا۔
 ان کو لکھ دوں گا۔ والسلام

سید سلیمان ۲ محرم ۱۳۶۱ھ

کے لئے بالفعل کاغذ کی مشکل ہے۔ ہمارے ہاں ذخیرہ میں اس وقت اتنا ہی ہے کہ جو کام شروع ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ تاہم انکار نہیں کیا جاتا، مشکل پیش کی جاتی ہے۔ کتاب کی قیمت کیا ہوگی؟

آپ کے مجدد صاحب کے رسالہ میں میرے متعلق جس طرح لکھوایا گیا ہے، ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔ میری بات اگر انبائے زمانہ کے دل میں نہیں اترتی تو خوشی بہتر ہے۔ باقی میری ذات پر حمد و ثناء و کاذب استفتوحون، اور انجیل وغیرہ کا جو نیا ادب پیش کیا جا رہا ہے، وہ ہمارے دوستوں کے سے امید ہے، مگر باعث ابتلاء نہ ہوگا۔

معین اللذہ کے لئے آپ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ بھی اس زمانہ میں غنیمت ہے۔

والسلام

سید سلیمان یکم اپریل ۱۹۴۲ء

۱۔ رسالہ ترجمان القرآن میں قمر الدین خاں صاحب (جو اس وقت شعبہ تنظیم کے انچارج تھے) نے ایک تلخ مضمون لکھا تھا۔

یہاں سے خطوط میں کہیں کہیں جماعت اسلامی کا ذکر آئے گا۔ میری زندگی میں اب تک اس سے بڑی اور کوئی آزمائش نہیں آئی۔ ایک طرف اپنا عقیدہ اور مسلک جسے پورے انشراح اور اطمینان قلب کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ دوسری طرف اتنا دمر و مروج کے تعلقات۔ میں نے گزشتہ بارہ سالوں میں جس طرح ان دونوں کے نباہنے کی کوشش کی ہے اور اس کے لئے جو جو جتن کرنا پڑے ہیں انہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال خوشی کی بات یہ ہے کہ حضرت الاساذ رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آہستہ جماعت سے بہت قریب آگئے تھے اور ان کی بدگمانیاں بڑی حد تک دور ہو گئی تھیں اور اس سے زیادہ مجھے ذاتی خوشی اس بات کی ہے کہ اس خادم کی دنا شماری کا ان پر آخر و تنہیک اثر ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ فاشکر اللہ الواحد الاوحد

دلینہ، ضلع پٹنہ

برادر عزیز السلام علیکم

آپ کا آنا مبارک، مگر آج کل دن کو بہار لائٹ ریلوے سے سفر عذاب الیم ہے جس سے ہر مومن کو پناہ مانگنی چاہیے۔ کوئی چھینٹا پڑے تو قصہ کیجیے، یا رات کو سفر کیجیے، اور رات بہار میں گزار کر صبح کو دلینہ کا ارادہ کیجیے۔

ہمارے ہاں کی تقریب کی تاریخ گو اوائل جون مقرر ہوئی ہے، مگر وہی لڑکی بلیا میں میعادِ تپ میں مبتلا ہے۔ دیکھیے بخار کب اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں۔

آج کل وہ ٹو اور گرم ہوا چلتی ہے کہ گویا آگ برسنی ہے۔

آپ کی کتاب وقت پر دیکھوں گا۔

مولوی ریاض حسن خاں صاحب کا عنایت نامہ آیا ہے۔ بھائی! اس دفعہ منظر پور

چلو، میرا دل بار بار چاہتا ہے، مگر مکر وہات زمانہ موقع نہیں دیتے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۹ مئی ۱۹۴۲ء

۱۔ قصبہ بہار شریف ضلع پٹنہ جس کے مضامات میں دلینہ (حضرت الاستاذ کا وطن)، گیلانی (مولانا مناظر احسن کا مزرعہ) پنہتہ (مولانا محمد سجاد کی جائے پیدائش) واقع ہیں۔ دلینہ ہی سے قریب اس کچ مج رقم کی آبائی بستی (اوگانواں) بھی آباد ہے۔

۲۔ مولانا ریاض حسن خان، اپنے بڑے بھائی مولانا اعجاز حسن خاں کے انتقال کے بعد اپنے وطن مالون منظر پر منتقل ہو گئے تھے۔

۲۴ نومبر ۱۹۴۲ء

عزیز مکرم السلام علیکم

الحمد للہ خیریت ہے۔ ایک ماہ سے لکھنؤ اور دوسرے مقامات میں تھا۔ ۷
 واپس آیا ہوں۔ آپ بلیا آکر واپس آئے۔ آپ کی اطلاع کے بموجب آپ کا انتظار رہا۔
 آپ کی کتاب منشی صاحب مریض کے حوالہ کی، اور کاغذ کی فرمائش کے لئے
 کہہ دیا تھا۔ تقطیع چھوٹی سیرت سید احمد شہید کی لکھنی تھی۔ اسی تقطیع کا کاغذ ڈھونڈوایا،
 مگر نہیں ملا، اتنا ہی ملا جس پر رحمت عالم کا ہندی ادیشن زیر طبع ہے۔

معین الذودہ کو کسی نہ کسی طرح جاری رکھیے۔

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پشت کے پھوڑے سے شفا بخشی۔

والسلام سید سلیمان

۱۰ راقم نے رمضان المبارک کے ایام ضلع بلیا (یو پی) کے ایک گاؤں میں اپنے سہیلی
 عزیزوں کے ہاں بسر کئے۔ بلیا، اعظم گڑھ سے بہت قریب ہے۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے
 اعظم گڑھ نہ حاضر ہو سکا۔

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

برادر عزیز، دعا سے خیر

السلام علیکم۔ شوکانی نے فقہ زیدی کی تعلیم پائی تھی، لیکن وہ بعد کو غیر مقلد ہو گئے۔ یعنی

كُلُّ مَنْ لَا يَقْلُدُ طَائِفَةً مَحَبَّتًا بَعِيْنَهَا، بَلْ كَانَتْ يَقْبَلُ مَا يَرِاقُقُ دَلَالَتُهَا وَكَانَ يَبْرَأُ مَا لَا
يُؤَافِقُهَا۔ جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ عقائد میں وہ سلفی تھے اور زیدیہ معتزلہ کے
قریب ہیں اور تفضیل حضرت علیؑ کے قائل ہیں۔

۲۔ اجماع کی صحت پر تو سب کا اجماع ہے۔ شوکانی نے بھی مانا ہے جیسا کہ ان کی

کتاب ارشاد الفحول ص ۳۳ میں ہے۔

عام اہل سنت اور حنابلہ اور ظاہریہ یعنی داودیہ میں یہ فرق ہے کہ اہل سنت اجماع

کو ہر عصر میں بنی علی قیاس من دلائل الشرع مانتے ہیں۔ اور ظاہریہ چونکہ قیاس کے منکر ہیں،

اس لئے اس کو مبنی پر قیاس نہیں مانتے۔ اور حنابلہ صرف اجماع صحابہ کو مانتے ہیں۔ دیکھیے

احکام فی اصول الاحکام للآمدی جلد اول ص ۳۲۸ : ذهب الاكثرون من القائلين بالاجماع

الى ان الاجماع المحتمل به غير مختص باجماع الصحابة بل اجماع اهل كل عصر حجة خلافا لداود

وشيعته من اهل الظاهر ولا محمد بن حنبل في احد الروايتين عند ص ۳۲۸... والمراد

الثانية عنده : من ادعى وجود الاجماع فهو كاذب، ص ۲۸۷ والمعروف هو الاول۔

۱۔ رقم ان دنوں مولانا سندھی کی کتاب (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک) پر تبصرہ لکھ رہا تھا۔ یہ مکتوب

اسی سلسلے میں ایک استفسار کا جواب ہے۔

چونکہ اجماع صحابہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے، اور اہل تشیع اس خلافت کی صحت کے منکر ہیں۔ اس لئے وہ اجماع کی حجت شرعی ہونے کے منکر ہیں۔

۳۔ وعدۃ الوجود کی بحثیں تمام تر فلاسفہ و حکماء کی النیات پر مشغول ہیں۔ یا یوں کہئے کہ فلاسفہ کے النیات کے مقابلہ کا علم کلام ہے۔ شیخ اکبر، صدر قنوی، رومی، عراقی، جامی امام ربانی یعنی مجدد الف ثانی۔ افضل المحققین (یعنی شاہ ولی اللہ صاحب حسب اصطلاح صاحب طبقات) ان سب کے الگ الگ آراء ہیں۔ یا مختلف تعبیرات ہیں۔ صاحب طبقات نے ان سب پر تبصرہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان سب میں صرف اصطلاح اور تعبیر کا فرق ہے، حقیقت کا نہیں اور وہی عین شریعت ثابت بالکتاب والسنت بھی ہے۔ چنانچہ طبقہ ۱۰ اور طبقہ ۲۰ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

صراط مستقیم میں امام شہیدؒ یا امیر شہیدؒ جس کو کہیے وعدۃ وجود کو محض شدت عشق کا نتیجہ بتایا ہے یعنی شدت عشق و استغراق سے عاشق کو ایسا نظر آتا ہے جو واقعہ نہیں۔ اس عشق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، فناء علم یعنی غیبت و عدم شعور یا سوائے محبوب حتی کہ بنفس خود مرے اس کی تفصیل ص ۱۲ میں ہے کہ جس طرح لوبا آگ میں لال ہو کر انا النار پکار اٹھے، لیکن وسط کتاب

۱۔ ابن عربیؒ (ف ۷۳۸ھ) کے پالک اور شاگرد صدر الدین قنوی (ف ۷۷۲ھ) جلال الدین رومی (ف ۷۶۲ھ) عراقی (ف ۷۷۷ھ) جامی (ف ۷۹۸ھ)؛ امام ربانی احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ)؛ شاہ ولی اللہ دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ)

۲۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ سے حضرت سید احمد شہید بریلویؒ۔ ۳۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ

میں بدعات صوفیہ کے ضمن میں ہے :

”واذ جملہ بدعات ملاحظہ و جو دیہ کہ در خواص و عوام اشتہار یافتہ و با قوال اکابر طریقت مشتبہ گردیدہ گفتگو ہائے توحید و جود الہی است کہ بگمان اتحاد خود با خدا ازاں لذتیاں نفسانی بر میدارند و بتسویل شیطانی و مکر نفوس خبیثہ بیان آن گفتگو را معارف و حقائق می پندارند الخ ص ۴۴

۴۔ یہ بات کہ مولانا شہید نے سید صاحب کے بیعت کے بعد آمین بالجہر اور رفع یدین ترک کر دیا تھا مجھ پر واضح نہیں۔ امیر الروایات میں ایک دو حکایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے، مگر میرے دل پر یہ اثر ہے کہ امام شہید کو ان مسائل فقہیہ میں جن کا مدار محض اولویت ہے۔ چنداں کد نہ تھی۔ ان کا تمام تر مرکز کار اصلاح عقائد و اعمال و رد بدعات تھا۔ سرسید کے ایک خط سے جو بنام مولانا ابراہیم صاحب آروی ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آمین بالجہر و رفع یدین کا التزام و اشتہار مولانا نذیر حسین صاحب سے شروع ہوا واللہ اعلم۔

صراط مستقیم کی یہ عبارت قابل ملاحظہ ہے۔

در اعمال اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است ، لیکن علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را منحصر در علم یک شخص از مجتہدین نداند۔ بک علم نبوی منتشر در آفاق گردیدہ بموجب مقتضیات وقت بہر کس رسیدہ و بعد ازاں کہ کتب مصنف شدہ جمعیت آن

۱۔ مولانا محمد ابراہیم آروی۔ مشہور اہل حدیث عالم اور مصلح۔ بانی مدرسہ احمدیہ سلفیہ، آرہ (ف۔س)

۲۔ سید نذیر حسین صاحب سورج گڑھی منگیری (میاں صاحب دہلوی) (ف۔س ۱۳۲۰ھ)

علوم ظاہر گشتہ۔ پس در برمسئله کہ حدیث صحیح صریح غیر منسوخ یا بہ اتباع پنج مجتہد در ان نکند۔ و
 ال حدیث را مقتداے خود شناسد و بدل محبت ایشان دارد و تعظیم ایشان لازم شود کہ حاملان علم
 پیغمبرانند و بنوعی قائمہ مصاحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کردہ مقبول جناب رسالت مآب گشتند
 و مقلدان تعظیم و توقیر مجتہدان بخوبی میدانند۔ و محتاج آگاہی برآں نیستند ص ۶۹۔

۵۔ سید صاحب کی غیبت کے عقیدہ کا ظہور غالباً دونوں طبقوں کے محبتیں خاص میں
 ہوا۔ اور یہ امر شدت محبت میں بکثرت ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس
 حال و قال سے ظاہر ہے جو وفات نبوی کے وقت پیش آیا۔

لطیفہ۔ اور میرا واقعہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ میں مولانا مرحوم کی وفات و تہمید
 تکفین میں شریک تھا۔ مگر بار بار بھول جاتا تھا کہ وہ وفات پا گئے اور ان کی وہی ہیبت مجھ پر بعد
 وفات بھی تھی جو زندگی میں تھی۔

آپ کا علاج شروع ہو گیا ہو گا۔ کیفیت مزاج سے اطلاع دیجئے۔ اب آپ
 عزیزوں کے ساتھ میری نسبت محبت از دیاد عمر کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔
 دوسرا خط برادر م کا شعری صاحب کو دے دیجئے۔

والسلام

سید سلیمان ۷ دسمبر ۱۹۲۲ء

۱۔ راقم علاج کے لیے کلکتہ گیا ہوا تھا اور اپنے محترم دوست مولانا عبدالرحمن کا شعری کے ہاں مقیم تھا۔

دار المصنفین، اعظم گڑھ

عزیز مکرم نفعکم اللہ بعلومہ

السلام علیکم، کلمۃ سے کامیاب و ایسی پر مبارکباد۔ خدا کرے یہ نفع تا دیر قائم رہے۔
۱۔ بچے خط کی نقل میرے پاس محفوظ نہیں۔ معلوم نہیں میں نے کیا لکھا۔ آپ کی منقول

عبارت میرا کتاب کے صفحہ ۶۹ پر ہے۔ اس سے مقصود مطلق اجماع عام فی کل عصر کی حجت
قطعی ہے کہ یہ مختلف فیہ ہے۔ آپ بحث سالیح پڑھیں، اجماع الصحابة تحتہ بلا خلاف ونقل
القاضی عبدالوہاب عن قوم من المبتدعة ان اجماعهم ليس بحجة۔ وقد ذهب الى
اختصاص حجة الاجماع باجماع الصحابة داود الظاهري وهو ظاهر كلام ابن حبان في
صحیحہ، وهذا هو المشهور عن الامام احمد بن حنبل۔ نائبا قال في رواية ابی داود عن
الاجماع ان يتبع ما جاء عن النبي صلعم وعن اصحابه وهو في التابعين مختار۔ وقال ابو حنيفة
اذا اجتمعت الصحابة على شيء سلمناه واذا اجتمع التابعون فاحناهم ص ۷۲

۲۔ توسل بالذوات بے شبہ جائز ہے۔ احياء میں تو کلام کسی کو نہیں، جس طرح حضرت
عمر نے حضرت عباس کے توسل سے استسکا کیا۔ رہ گیا اموات کے ساتھ۔ اموات کے ساتھ
توسل کے یہ معنی ہیں کہ ان کے اعمال خیر و مقبولہ سے توسل کیا جائے جس طرح اپنے اعمال
خیر سے توسل جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث النار سے ثابت ہے۔ کما رواہ البخاری۔ اسی طرح دوسرے
احیاء و اموات کے اعمال خیر سے بھی۔ وابتغوا اليها الوسيلة الآية کی تفسیر بھی توسل بالاعمال
سے کی گئی، البتہ اموات سے خطاب کر کے اگر مستقلاً ان سے مانگا جائے تو یہ شرک ہے
اور اگر ان سے یہ کہا جائے کہ مرنے لے دو خدا سے مانگا جائے تو یہ بھی سمجھا

لیکن میں اس کو بدعت سمجھتا ہوں۔ کہ یہ طریق دعا منقول و ثابت نہیں۔ علامہ آلوسی نے (روح المعانی) آیت کریمہ *وَابْتَغُوا الْيُسْبُلَ* کی تفسیر میں اس کو بدعت کہا ہے۔ بعد کو شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ میں بھی یہ ملا۔ مولانا تھانوی بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور بعد کو ان راویوں کے توافق سے مجھے تسکین ہوئی۔

شرک یہ ہے کہ خدا کی ذات و صفات و عبادات میں کسی کو شریک بنایا جائے۔ تو تسلسل بالذوات الی اللہ تعالیٰ شرک فی الذات ہے نہ فی الصفات نہ فی العبادات۔ اصحاب نجد یہ کہتے ہیں، تو ان کا یہ غلو ہے۔

ہاں اگر ذوات سے کوئی یہ سمجھ کر تسلسل کرے کہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کے سامنے مجبور و مضطر ہے، تو بے شبہ یہ شرک ہوگا اور اگر یہ سمجھ کر کرے کہ یہ جامع اعمال خیر ہیں، اور ان کے اعمال بظاہر مقبول ہیں، تو ان کی ذات سے خدا کی طرف بہ سبب ان کے اعمال کے تسلسل کیا جائے کہ شاید ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائیں، تو یہ جائز ہے، مگر حضرت عمر کے فعل سے کہ انھوں نے تسلسل بالنبیؐ کے بجائے تسلسل بعلم النبیؐ فرمایا۔ یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ امر قابل احتراز ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آخر انھوں نے علم النبیؐ سے کیوں تسلسل کیا۔ کسی اور صحابی سے کیوں نہیں کیا۔ بالآخر علم النبیؐ کی مقبولیت عند اللہ میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی ملوث رہی۔ اور بالآخر بواسطہ تسلسل بالنبیؐ ہی ہوا۔ فافہم معارف میں مولانا سندھی کی کتاب شاہ ولی اللہ صاحب پر مجملاً جو لکھا گیا ہے

۱۔ اصحاب نجد بھی اسے شرک نہیں کہتے۔ یوں اس باب میں قول فصل امام ابن تیمیہؒ (دفعہ ۲۷۴) (

ک) (فائدة جلیلة فی التوسل) ہے۔

۱۳۳
اس کی نسبت ان کا خط آیا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۷ ذیحجہ ۱۳۶۱ھ

۸۵

[ابھی مولانا سندھی کی کتاب اور ان کے چھپڑے ہوئے مسائل پر خط و کتابت جاری تھی، کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک بڑی خطرناک اسٹرائک ہوئی۔ مارچ ۱۳۳۱ء کی ابتدائی تاریخوں میں (حیب کہ راقم اپنے مقالہ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک پر ایک نظر، کی آخری قسط ختم کر رہا تھا) طلبہ ندوہ کا تار ملا: "جلد آؤ"۔ راقم انہیں طلبہ قدیم ندوہ کے نمائندے کی حیثیت سے ندوہ کی مجلس انتظامی کا رکن تھا۔ اس لئے "تار کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف حضرت الاستاذؒ کی آزر دگی کا بھی خوف لاحق تھا۔ اس وقت دارالعلوم کے نظم و نسق کی ذمہ داری یکسر ان ہی کے کندھوں پر تھی۔ زیر نظر کارڈ کا جواب اس طرح ملا کہ جا بجا اس کے بنی اسطور میں "غصہ" کلمات بڑھا دیئے گئے وہ کارڈ واپس کر دیا گیا۔ اس کے بعد کے مکاتیب سے صورت حال واضح ہو گئی۔ تبرک اور تاریخ کے لئے یہ خطاں ہی کلمات کے ساتھ درج ذیل ہے۔ راقم نے اپنے کسی خط کی نقل بھی نہیں رکھی یہ مکتوبات سید کے طفیل محفوظ رہے۔

جواب حضرة الاستاذؒ

مکتوب مرتب مکاتیب

سیدی و محدومی ایدام اللہ ظلم علی حقہ و علی المسلمین

کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داتاں میری

۱۳ مارچ کو لکھنؤ پہنچا۔ حالات تکلیف دہ

محسوس ہوئے۔ چار روز رہا اور ہر ہر فرد سے

ملنے کی کوشش کی، اور مایوس واپس ہوا۔

سب سے پہلی بات یہ کہ حافظ عمران

خال صاحب سے کوئی مدرس یا طالب علم خوش

نہیں دلا استثنیٰ منہم احداً، سوائے

من استر القول اوجہ بہ۔ پس فرق یہی ہے

کہ کوئی کہتا ہے اور کوئی صبر کرتا ہے۔ علی میا

محمد ناظم صاحب۔ عبدالسلام صاحب کی طرح

ان کا علی رعب بھی نہیں۔ موجودہ خفاشاہ کی ایک

بڑی اور اہم وجہ یہ بھی ہے۔

اس ضمن میں بعض جزئی باتیں بھی آئیں۔

طلبہ اور بعض مدرسین یہ کہتے تھے کہ ندوہ کو

اس کے مقاصد سے ہٹایا جا رہا ہے۔ ہرج

پر بعض مثالیں دیں۔

(i) انگریزی کو لازمی سے اختیاری کرنے

کی کوشش۔

ابھی تک ہوئی نہیں اور قبل از وقت

ہے۔

اس کی وجہ بھی اس سے تعلق رکھتی ہے۔

اس کی بھی وجہ ہے اور وہ گرائی ہے۔

(ii) اصلاح پر ضرورت سے زیادہ پابندی

(iii) اس کا چندہ دفتر سے وصول نہیں کیا جاتا

اسے ایک لفظ پڑھا نہیں گیا۔

ہ طلبہ کی یونین (جمعیتہ الاصلاح)

اس کی وجہ طلبہ اور مولوی ناظم اور علی میاں سے چھپے
کذب صریح۔

غلط

گرانی کا انتظام

۷۷ اخفاء ناممکن ہے۔ میں بھی رہا ہوں۔

۷۸ اس کی وجہ جو میرے ذاتی خیال پر مبنی ہے
جو تھانہ بھون کا اثر نہیں، بلکہ عہد قدیم سے
ہے۔ مگر بہر حال اس کا اجرا نہیں کیا گیا۔ کیا
ذاتی خیال بھی منع ہے؟

۷۹ علاج بتائیے۔

۸۰ غلط ہے۔

(۱۷) عربی جلسہ ملتوی کر دیا گیا

(۷) منطق کے اضافے کی کوشش

(۷۱) کھیل کے بند کرنے کا خیال

(۷۱۱) دارالطعام کو طلبہ کے ہاتھ سے

نکال لینا وغیرہ وغیرہ۔ اور غیر مستطیع طلبہ کے

ساتھ عدم اخفاء کی شکایت تو عرصہ سے ہے

اور میں خود دیکھ چکا ہوں۔ عمران خان صاحب

نے بعض چیزوں کا اعتراف کیا اور بعض کی تردید۔

جن چیزوں کا اعتراف کیا۔ ان کی نسبت اپنے

افسروں کی طرف داری کی۔ جیسے انگریزی کو

اختیاری کرنے کا خیال۔

میں نے یہ سرسری طور پر چند باتیں عرض
کر دی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مکمل تحقیق، اور

OVER HAULING کی ضرورت

ہے۔ اسٹاف دن بدن گرا رہا ہے۔ جو اہل علم

ہیں، وہ بد دل ہیں۔ علی میاں بھی ان ہی حالات

سے تنگ آکر الگ ہوئے ہیں۔ اور الگ

رہنا چاہتے ہیں۔ گو ابھی ایک سال کی چھٹی لی

ہے۔ عمران خان صاحب کی نا اہلیت پر

ان کا بھی اتفاق ہے۔ ایک عالم کے بجائے
ان کا بڑا ڈپولیس افسر کا ہے۔

مدرسین کے عدم امانت کی حالت میں اس کی
ضرورت ہے۔

گو یہ ہنگامہ غلط طور پر شروع ہوا
ہے اور آتشزدگی کی حرکت انتہائی شرمناک
تھی، لیکن درمیان میں اصولی اور اہم باتیں آگئی
ہیں جن پر جناب کی توجہ فرمائی کی ضرورت ہے۔
عاجز اعظم گڑھ ہو کر تفصیلات عرض کرنا
چاہتا تھا کہ کا شغری صاحب کا تار ملا، جس
میں انہوں نے ہمارے ڈاکٹر کی بنارس میں
موجودگی کی اطلاع دی تھی۔ رخصت ختم
ہو رہی تھی۔ میں سیدھا بنارس پہنچا۔ مولوی عبدالمجید
صاحب کے توسط سے آسانی ہو گئی۔ اور
ڈاکٹر سے مل کر پرسوں رات واپس آیا
ہوں۔

خادم طالب قدیم اور نائنزدہ طلبہ قدیم
کی حیثیت سے گیا تھا۔ لیکن نظامت اور

اہتمام دونوں نے انتہائی سر و مہری برتی۔
 اگر واقعی یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ (العلوم
 سے بے تعلق ہو جائیں، تو ایک بار صاف
 طور سے کہہ دینا چاہیے۔ ہم اتنا دور رہ کر
 کیوں درد سر مول لیں اور دن رات نام رٹا
 کریں۔ ایک سال سے رکن ہوں، لیکن کسی
 قسم کی چھوٹی بڑی اطلاع بھی نہیں ملی۔ واہ
 ادارہ اور واہ رے رکنیت۔ چونکہ ہر موقع
 پر جناب کا نام لیا جاتا ہے، اس لئے ہم لوگ
 خاموش ہو جاتے ہیں۔

والسلام خادم
 مسعود عالم ندوی

بہر حال آپ جوان ہیں، میں بوڑھا ہو چکا۔ آپ جوان ہیں، تو آپ کی ہمتیں بھی جوان ہیں، دلوں
 بھی پرجوش، خیالات بھی ہوا کی بلندی میں اڑ رہے ہیں۔ تخیل کی باگ ڈھیلی ہے، اور عملی مشکلات
 سے نا آشنا ہیں۔ میرے نزدیک تو دارالعلوم جس طرح چل رہا ہے، اگر چلتا رہے تو بھی کرامت
 ہے، ورنہ حالات پر نظر رکھ کر اس کی موت یقینی ہے۔ قدیم و جدید کی نزاع بہر حال قائم
 رہے گی۔ ہر جدید ایک دن قدیم ہو جاتا اور پھر اس سے جدید تر اس جدید کا قدیم سے برسرِ پیکار
 ہوتا ہے۔ یہ رفتارِ عالمِ ادل سے ہے اور شاید قیامت تک قائم رہے۔

تخیل کی دنیا سے نیچے اتر کر عمل کی دنیا میں آئیے۔ اور ایک نیا نظام نامہ تعلیم مرتب
 کر ڈالیے، اور اس نئے نظام نامہ کے مطابق پوری آزادی سے انخاص کا انتخاب بھی کر لیجیے، پھر
 اس کو عالمِ واقعیت میں قائم کر کے اس کا تجربہ بھی کر لیجیے۔ اگر آپ میں اور آپ کے ہم خیال احباب
 میں یہ قوت ہے تو میں بلا نزاع کم از کم اپنی جگہ خالی کر دینے کو تیار ہوں۔
 کنجے گزیم و پرستم خدائے را

ہستم حال بہر حال میں ناکارہ، اور طلبہ اور مدرسین اس سے بہر حال میں کارہ، مگر سوال
 یہ ہے کہ یہ حضرات مدرسین بھی اپنی اپنی جگہ پر اپنے اپنے منصب پر اپنے کمال متوقع پر معیار کے
 مطابق ہیں۔ معیاری شے نہ ملے گی، جو میسر ہے اس میں سے بہتر پر قناعت ناگزیر
 ہے۔ عالمِ عامل نہیں ہوتے، عاملِ عالم نہیں ہوتے۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب۔ مولانا

علیہ اُستادنا شمس العلماء مولانا ابوالفضل محمد حفیظ اللہ اعظمی د مولانا عبدالحیٰ خرنکی محل کے ارشد تلامذہ میں
 تھے) راقم نے ان کا آخری مدد دیکھا، جب کہ عمر ۹۰ کے قریب ہو چکی تھی (ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ بمبر ۱۹۲۳ء) حضرت الاستاذ
 کو بھی ان سے تلمذ حاصل تھا۔

یہ علی زینبی صاحب - مولانا حیدر حسین خان صاحب اور مولوی عمران خان صاحب سب اس کی نظیریں ہیں۔ ناچار اس کے سوا چارہ نہیں۔ مہتمم اور صدارت تدریس کی مسندوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ اسی مسلک پر عمل ہے۔ مولوی عمران خان صاحب مہتمم ہیں۔ صدر مدرس نہیں ہیں۔ صدر مدرس کے تقرر کو فنون کو تقسیم کر کے ختم کر دیا گیا ہے۔ اسی ان یحیٰ ث اللہ بعد خالک احرار۔ ہمارے ہاں کے موجودہ ندوی مدرسین میں مولوی ناظم صاحب - مفتی سعید صاحب اور حافظ عمران خان صاحب تین ہی ایسے شخص ہیں جو عمل کے بھی اہل ہیں۔ سب کا تجربہ ہو چکا، اور طلبہ نے سب کی بُرائی کی اور سب کو صدمہ پہنچایا۔ جو دارالافتاء کا آج حال ہے، وہی مولوی ناظم صاحب کے زمانہ میں کر دیا گیا تھا اور سوائے مولوی عبدالسلام صاحب قدوائی کے جو تعلیم و تربیت کے باب میں مسلک اباہی رکھتے ہیں اور کسی سے خوش نہیں۔

موجودہ شورشیں تمام تر دارالافتاء کی ہیں۔ دارالعلوم کی نہیں، مگر آپ لوگ اصلاح دارالعلوم کی سوچ رہے ہیں۔ دارالافتاء کے طلبہ میں پابندی کیونکر آئے؟ اور قواعد کے ساتھ ان کی زندگی کیونکر واسطہ ہو؟ مولوی عبدالسلام صاحب نے جس ذہنی اباحت کی تبلیغ ان میں کی ہے اُس کا علاج سوچیے۔ درو کہیں ہے، آپ علاج کیوں کا سوچ رہے ہیں۔ مولوی عمران صاحب ناقابل ہیں، یعنی علمی حیثیت کمزور ہے۔ مگر ان کی علمی حیثیت تو مطلوب بھی نہیں اور اگر ہوتی تو نور علی نور، آپ حضرات علماء تو ایک اینٹ پر دوسری اینٹ بھی نہیں رکھ سکتے۔ وہ کم از کم اینٹ پر اینٹ تو رکھ سکتے ہیں۔ اور اہتمام کا تعلق اسی قوت عمل سے ہے۔

اے مولانا حیدر حسن خان ٹونکی (ف س ۱۳۴۴) دارالعلوم میں حدیث کے استاذ اور بڑے متبحر عالم تھے۔
راقم نے حدیث ان ہی سے پڑھی۔

مولانا حیدر حسین صاحب تو ناقابل نہ تھے۔ طلبہ نے ان کے ساتھ کیا کیا نہ کیا۔ لوگ طرح طرح کے حاضرین حاضر نہیں کر سکتے۔ البتہ ماضی کا مرثیہ پوری فراخ دلی کے ساتھ لکھ سکتے ہیں۔ یہ مولانا مرحوم کا مقولہ ہے۔

اس معاملہ میں مولوی عبدالسلام صاحب کی تبلیغ نے ادھر چند مہینوں سے میری بے خبری میں جس طرح بے وجہ مجھے سنا سنا اور اپنے ہی جیسے دوست اخبارات میں مجھے جو کچھ کہلایا وہ حوصلہ فرسا ہے۔ حاشا کہ میں معتمدی پر حملے نہیں بلکہ کارہ ہوں اور اپنے سے بہتر بلکہ برابر کا ہویا ہوں۔ اگر کوئی مرد کامل آپ کو نظر آئے تو ضرور پیش کیجیے اور اسی طرح ہمت کے لئے اور کامل مدرسین کے انتخاب میں بھی مدد دیجیے۔ مجھے موجودین کے بقا اور غائبین کے نہ ہونے پر مطلق اصرار نہیں۔ آپ انخاص کے نام سے ضرور مطلع کریں، تاکہ ندوہ ان کو اس قلیل معاملہ پر جودہ دے سکتا ہے، ان کے پلانے پر کوشش کرے۔

ادارہ پر اعتراض جس قدر آسان ہے، کام اس سے زیادہ مشکل ہے۔ آپ ایک

لے مولانا شبلی نعمانیؒ

لے یہاں ندوہ کی سیاست کو چھڑنا مقصود نہیں، مگر اس اسٹرائٹ کی یہ بڑی ٹریجڈی ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب تداویٰ ندوی جیسے مربیوں و مریدوں کے ساتھ انسان کا اتنا بڑا نقشہ حضرت الاساذ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہم لوگوں نے ہزار کوشش کی، مگر ان کے دل میں جو بات بٹھادی گئی تھی وہ دور نہ ہو سکی۔

یہ حافظ عمران خاں صاحب اور ان کی سیاست کی بڑی کامیابی تھی۔ یہ ان دونوں کا وقتی تاثر تھا۔

پھر اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق مولوی عبدالسلام صاحب کی بیان کردہ "غلطیوں" کو بھول گئے تھے اور ان کے ساتھ بھی دوسرے ندویوں کا سا برتاؤ تھا۔

دورہ پر گھبرا گئے۔ اور اُس کی نسبت کیا کہیے گا جو بہر ماہ تقریباً آپ ہی کی طرح اپنی جیب سے لکھنؤ کا سفر کرتا ہے۔ اور جو ہو سکتا ہے وہ کرتا ہے۔ بہر حال ۱۵ کو ملاقات اور کامل گفتگو ہوگی۔

مولانا سندھی کا خط میرے نام آپ کے لئے آیا ہے، وہ ملفوف ہے۔
ایک دوسرا خط بھی جاتا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۵ اپریل ۱۹۴۳ء

اعظم گڑھ

برادر عزیز السلام علیکم

آپ کا طویل خط لکھنؤ میں ملا تھا۔ اور آپ کی تجویز بھی حلیہ سے دوسرے دن سنی۔
آپ کو معلوم ہے کہ میں نے استاذ مرحوم کے ساتھ جس طرح ظاہری و معنوی رفاقت کی اور
ان کی رائے کے آگے اپنی رائے کو فنا کر دیا تھا۔ ایسی ہی توقع مجھے اپنے عزیزوں اور رفیقوں
سے بھی ہو تو تعجب نہیں۔ مطبوعہ پمفلٹ اور مولوی عبدالسلام کے تحریری استغفار کی عبارت

۱۔ مجھے اپنی تجویز نو یاد نہیں، لیکن اتنا یاد ہے کہ باوجود تار دینے کے میری تجویز مجلس انتظامی میں پیش نہ ہو سکی

صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ ایک طرف سید صاحب قبلہ کا استغفار تھا اور دوسری طرف مولوی عبدالسلام صاحب
(باقی صفحہ ۸۸ پر)

پڑھ کر دنیا میری نگاہ میں سیاہ ہو گئی۔ کہ اس قدر جھوٹ اور بے بنیاد بات بھی کہی جاسکتی ہے۔
مجھے تو اپنے دوستوں کی طرف سے جن کو اپنا قوت بازو سمجھتا تھا پورا پورا معاوضہ مل گیا۔ میں نے
تو گزشتہ جلسہ میں ایک نوع کا استعفا بھی پیش کر دیا تھا، مگر کسی نے قبول نہیں کیا۔ میں دیکھ
رہا ہوں کہ جس طرح استاذ مرحوم کو دق کر کے آخر میں استعفا پر مجبور کیا گیا تھا، مجھے بھی دق
کر کے دارالعلوم سے کلی علیحدگی پر مجبور نہ کر دیا جائے۔ شاہ عزالدین صاحب جن کو میں نے
اُن کے بڑے اصرار پر رکھا تھا، انہوں نے بھی استعفا دے دیا۔ مولوی ضیاء اللہ صاحب
جو پوری نے ایک نہایت غیر ذمہ دارانہ بیان بحیثیت رکن، جلسہ میں پوری طرح خاموش رہ کر اور
سکوت اتفاقی اختیار کر کے اجراء حقیقت میں دیا ہے، جو ہر طرح غیر قانونی ہے۔

رفمائے کلکتہ کاشعری صاحب وغیرہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ارکان و ملازمین دارالعلوم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱) قدوائی اور طلبہ کی حمایت — مجلس انتظامی نے طلبہ کے خلاف فیصلہ دیا، اور
عبدالسلام صاحب مستعفی ہو گئے۔ راقم نے حضرة الاستاذ کی آزر دگی کے خیال سے، طلبہ کا سرگرم
حامی ہونے کے باوجود آہستہ آہستہ معرکہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ میری پوزیشن طلبہ پر پوری طرح واضح
تھی وہ یہ کہ میں سید صاحب کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا۔

۱۔ شاہ عزالدین ندوی پھلوانی، مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء (سبط مولانا شاہ سلیمان پھلوانی)
۲۔ ضیاء اللہ فاروقی جون پوری (خلف مولانا ابوبکر محمد شہید فاروقی جن پوری) یہ بھی میری طرح طلبہ قدیم ندوہ
کے غائبانہ کی حیثیت سے مجلس انتظامی کے رکن تھے اور ہم سب میں نو عمر۔ مولوی عبدالسلام صاحب کے شاگرد
اور ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ ضیاء اللہ صاحب کا خیال یہ تھا کہ سید صاحب کی شخصیت کے
دباؤ سے طلبہ کے خلاف تجویز پاس ہوئی ہے۔ مجلس میں بھی انہوں نے بار بار لب کشائی کی کوشش کی، مگر
پرانے ارکان نے روک دیا۔

باہر حلقہ کے سات اشخاص تحقیق کے لئے مقرر ہوں، جو ہر درجہ ارکان کے لئے توہین آمیز تجویز
تھی میں نے آپ کو عبدالسلام کے متعلق کچھ لکھا تھا جو صرف آپ کی نازداری کے اعتماد پر
تھا۔ آپ نے ان کو عبدالسلام کو لکھ دیا۔ اس میں ایک لفظ اباحتہ تھا۔ حالانکہ مقصود مذہب
اباحتہ نہیں، بلکہ اصول تربیت میں اباحتہ یعنی کسی چیز کو منع نہ کیا جائے۔ بہر حال آپ نے
کسی فائدہ ہی کے لئے ان کو میرے خیال سے مطلع کیا ہوگا۔

مولوی رئیس احمد صاحب کے خطوط میرے اور مختلف لوگوں کے نام آئے، اور
بہر خط کا لگ الگ تھا۔ بہر حال انہوں نے مجھ سے اپنی دیرینہ محبت کا ذکر کیا ہے، اور مجھے
بھی ہر ندوی بھائی اور عزیز سے یکساں محبت ہے۔ مولوی محب اللہ لاری کا خط سب سے
زیادہ اختلال اور اصابت رائے کا ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کئی سال سے کوشش کی جارہی
تھی کہ طلبائے قدیم میں میرا اعتبار قائم نہ رہے۔ استغفر اللہ تعالیٰ۔
دارالعلوم سے کنارہ کشی میرے لئے کچھ زیادہ مشکل نہیں، صرف ڈاکٹر صاحب وغیرہ

۱۔ راقم مولوی عبدالسلام صاحب اور طلبہ کے موقف کا حامی تھا۔ خیال تھا کہ حفصۃ الاستاذ کے دل میں عبدالسلام
صاحب کے متعلق جو بدگمانیاں پیدا ہو گئی ہیں، شاید ان کا ازالہ کیا جاسکے، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مشکل ہے اور
بہت ممکن ہے کہ اس کوشش کی قیمت اپنے ذاتی تعلقات کی صورت میں نہ دینا پڑے۔ جس کے لئے
میں تیار نہیں تھا۔

۲۔ رئیس احمد جعفری ندوی سابق اڈیٹر خلافت، بمبئی، اور حل ایڈیٹر ریاض، کراچی۔

۳۔ محب اللہ لاری ندوی ام اے (علیگ) یہ بھی انجمن طلبہ قدیم کے نمائندے کی حیثیت سے مجلس
انتظامی کے رکن تھے۔ بیچاروں نے صلح و مفاہمت کی جان توڑ کوششیں کیں، مگر ناکام رہے۔

اجباب کی دل شکنی کا خیال ہے۔ اور بزرگوں کی چیل سالہ امانت کی تباہی و بربادی کا۔

آپ نے بتایا نہیں کہ کوئی مہتمم عالم و فاضل جس میں قوت عمل ہو آپ کی نگاہ میں ہیں؟ مولانا طلحہ صاحب کو اگر صدر مدرس بنادیا جائے تو کیسا ہے؟ منشاء یہ ہے کہ عالم عامل نہیں ملتا اور عامل کامل عالم نہیں ہوتے۔ اس لئے آغاز ندوہ کی طرح جب مولوی حفیظ اللہ صاحب مہتمم اور مولانا فاروق صاحب صدر مدرس تھے، کیا یہی صورت حال پھر کر دی جائے؟ ڈران دو کے باہم تصادم کا ہوتا ہے۔ وہ مہتمم کے کام کے نہیں۔ آپ سے ملاقات ہے۔ مولوی مظفر صاحب کشمیر گئے ہوئے ہیں، اُن کے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ شاید ہی آئیں، مگر میں اُن کا تردد ان ہوں، اور اُن کی ترقی کا خواہاں۔ مولوی جلیل اشرف سے بھی آشنا ہوں۔ ندوہ میں پچیس تک کی جگہ مل سکتی ہے۔ یعنی اس طرح کہ مولوی مظفر صاحب کو مولوی عزالدین کی جگہ اور ان کی جگہ مولوی جلیل اشرف کو، مگر یہ کوئی قطعی باتیں نہیں، نہ کسی دوسرے کے لائق ذکر۔ یہ صرف آپ سے کہا ہے۔ اور آخر آپ پر کوئی تو وجہ اعتبار ہے!

مولانا سید محمد طلحہ ام۔ اے (سابق پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور)

مولانا محمد فاروق چریا کوٹی (استاذ مولانا شبلی نعمانی)

سید مظفر حسین ندوی کشمیری (ماظم دینیات - حکومت آزاد کشمیر) قاری سید جلیل اشرف ندوی بہاری (ڈھاکہ) راقم نے ان دونوں عویروں کی نشان دہی کی تھی۔ ان دونوں استاذِ ممدوح سے ندوہ کے نئے اسٹاٹ پر خط و کتابت ہو رہی تھی۔

میں یہی چیز عاجز کے لئے ہمیشہ وجہ مباحثات رہی، اور اس وقت کہ یہ سطوریں لکھ رہا ہوں، استاذ کی شفقت یاد کر کے آنکھیں اشک آلود ہیں۔ اب وہ دن کہاں روٹنے کے؟ داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی، اک شمع رہ گئی تھی، سودہ بھی خوش ہے

مولوی علی صاحب نے کام دو ماہ سے شروع کر دیا ہے۔ ۲۴ کو موجودہ طلبہ نے
 محرابین کے ہکانے سے پڑھنے سے اسٹرائٹک کر دی۔ مولوی علی صاحب سمجھا رہے ہیں۔
 شاید ہی کامیابی ہو۔ آپ نے خاں صاحب کے متعلق تو سنا، جو کچھ سنا مگر طلبہ کی بے قیادی،
 اور بعض مدرسین کی آمدورفت و رخصت میں بے ضابطگی کے واقعات بھی سنے یا نہیں؟ اور
 ان کا کیا حل ذہن میں آیا؟ کیا خان صاحب کے الگ کر دینے سے یہ سب نقائص دور ہو
 جائیں گے؟ عزیز من! واقعات پر جذبات کی عینک لگا کر نظر نہ ڈالیے۔

۸۸

مورخہ ۸ مئی ۱۹۴۳ء

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

برادر م سلمہ

السلام علیکم، آپ کا لفاظ ملا۔ برادر م مظفر شاہ کے نام سفارشی خط بھیج دیا، اور
 ان کو بھی خط لکھ دیا کہ اگر وہاں جگہ نہ مل سکے تو واپس آ جاؤ، بالفعل صہ کی ترقی ہوگی اور
 آئندہ بھی بشرطِ گنجائش۔

۱۔ محب عزیزید الوالحسن علی حسنی ندوی، جو فتنہ سے بچنے کے لئے الگ ہو گئے تھے۔

۲۔ حافظ محمد عمران خان صاحب ندوی ازہری بھوپالی۔

۳۔ شاہ صاحب واپس آ گئے تھے اور تقسیم ملک تک دارالعلوم میں مدرس رہے۔

ندوہ کے معاملات سے بیدار ہوں۔ اغراض نے یا ہم متصادم ہو کر سالہا سال
کی محنتوں پر پانی پھیر دیا۔ انا للہ۔ پھر دوسرا کوئی نظر بھی نہیں آتا، جو اس باریعظیم کو اٹھا سکے۔
میں نے ایک لفافہ بھی لکھا ہے، ملا ہوگا۔ میں نے اپنا کام تو کر لیا۔ اب آپ لوگ
اپنا کام کیجیے۔ ایک مضمون لکھنا ہے کہ ندوہ نے اب تک کیا کیا کیا؟

والسلام سید سلیمان۔

دونو کارڈ بھی ملے، کوئی بات قابل جواب نہ تھی۔ والہا بید اللہ تعالیٰ۔
جیل صاحب کو ابھی نہ لکھیے۔

سید سلیمان

عزیز مکرم السلام علیکم

دو کارڈ ملے۔ میں ۲۶ جون سے باہر تھا، لکھنؤ، تھانہ بھون۔ دہلی اور بھوپال
رہا۔ حضرت مولانا عتاقوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے ۱۱ جولائی کو رخصت ہو کر بھوپال
روانہ ہوا۔ چلتے وقت ارشاد ہوا، جاؤ خدا کے سپرد کیا۔ یہ فقرہ کبھی اور دفعہ ارشاد نہیں ہوا تھا۔
بڑی شفقت فرمائی۔ خلاف معمول علیحدہ انتظام نہیں کرنے دیا۔ اپنا مہمان رکھا۔ آمد و رفت
کے لئے اذن عام بخشا۔ اور ارشاد ہوا کہ میری کتابوں کے اقتباسات رسالوں اور کتابوں کی
صورت میں شائع کرو۔ یہ گویا میری آئندہ تکمیل کی راہ بتائی گئی۔

گویہ باتیں آپ کے مذاق کی نہیں، مگر زبان قلم پر آگئیں کہ عزیزوں سے اپنے ہی مذاق کی باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔

کھانا بھون کے اسٹیشن پر پہلی دفعہ مولانا الیاس صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور گھنٹہ بھر ریل پر ساتھ رہا۔ پھر بھوپال سے واپس آکر دارالعلوم ندوہ میں اُن کی عشرہ تک ملاقات رہی، خوب خوب باتیں ہوئیں۔ پچاس ساٹھ مبلغوں کے ساتھ ایک عشرہ دارالعلوم میں قیام رہا۔ اس اثناء میں نے انہیں جانا اور انہوں نے مجھے۔ ساتھ کا پتہ دیا اور وہاں کے درکھنوں کے مجموعوں میں تقریریں کیں۔ پسند آئیں۔ ان کے طریق کار کو دیکھا۔ انشاء اللہ ندوہ اودھ میں اُن کی دعوت کا مرکز بنے گا۔ بشرطیکہ سرکش و نامفہم طلبہ کچھ کرنے دیں۔ ضرورت ہے کہ دین دار و خوش فہم طلبہ آئیں۔ اگر ایک دو پیش نظر ہوں تو لکھیے اور بھیجیے۔ ندوہ کی مسجد ایک عشرہ تک صفہ نبوی کا نمونہ رہی۔ آج کل امتحان ہو رہا ہے۔

ملوکیت صالحہ سے مولانا مناظر کا مقصد ہے۔ آپ ملوکیت فاسدہ سمجھتے ہیں مسلمان میں ایک جواب نکلا ہے۔ لامشاحتہ فی الاصطلاح، مدارف کے لئے رد اشتراکیت پر کچھ لکھیے۔ والسلام

سلیمان

۱۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے 'ملوکیت' کی حمایت میں کچھ لکھا تھا۔ اس پر راقم نے توجہ دلائی تھی۔
۲۔ یہی ارشاد گرامی اشتراکیت اور اسلام کی تالیف کا سبب بنا۔

دار المصنفین اعظم گدھ

عزیز مکرم دعا ہائے خیر

السلام علیکم ورحمۃ۔ دونو کا رڈ ملے۔ آپ کے پُر اثر خط نے مجھے بھی متاثر کیا۔
مجھے پہلی دفعہ یہ محسوس ہوا کہ آپ کے قلب میں تاثیر کی استعداد ہے۔ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔
بہت اہم ہے جس قلب سے یہ صلاحیت جاتی رہتی ہے، اُسی کی نسبت ہے بل طبع اللہ
علیٰ قلوبہم اور ختم اللہ علیٰ قلوبہم، کیونکہ آئندہ کی ترقی بلکہ ساری ترقی اسی تخم صالح کے
نشوونما کا نتیجہ ہے۔ عزیز من! غفل یہیں رہ جاتی ہے، وہ ساتھ نہیں جاتی ہے۔ جو چیز
ساتھ جاتی ہے وہ صرف علم صحیح اور عمل صحیح ہے۔ آپ نے اپنی علالت اور ضعف پر
جس بنا پر تحسّر ظاہر کیا ہے۔ یہ دوسری دولت آپ کے پاس ہے۔ تحسّر کے معنی یہ ہیں کہ
آپ کو اس کے نہ ملنے یا اب تک نہ پاسکے کا دلی افسوس ہے۔ اور یہی دلی افسوس توبہ
و انابت کا دروازہ ہے۔ و اتبع سبیل من اناب کی دعوت ہر ایک کے لئے عام ہے
آپ کے اس دوسرے خط نے مجھے بہت با امید بنا دیا۔ میں یہ سمجھ چکا تھا کہ وہاں
کی خشکی آپ پر ایسی غالب آگئی ہے کہ عشق و محبت کی گنجائش آپ کے دل میں نہیں رہی ہے
الحمد للہ کہ میری یہ غلطی آپ کی نسبت آج جانی رہی۔ میرا ایک پرانا شعر ہے

اظہار کو کے عشق و محبت کے راز کو

پھر سے بنا دیا مجھے امیدوار آج

آپ کچھ نہ کیجیے، صرف اس قدر کیجیے۔

ایک دے تو درمیں خود نشیں!

کسی وقت کو مقرر کر کے اللہ تعالیٰ کے مضمون کو سوچنا کیجیے۔ اسی
 فکر کا اصطلاحی نام مراقبہ ہے۔ اس تصور کا اثر اعمال پر پڑے گا اور ہر عمل پر اس
 حیثیت سے عمل پڑنے لگے گی کہ سب کچھ اس کے سامنے ہے۔ اب حق و باطل صحیح
 و غلط اور جائز و ناجائز پر غور کرنے کا رخ بدل جائے گا اور ہر عمل کے وقت دل کو
 ٹوٹنے لگیں گے کہ میرے اس عمل کا قلبی مقصد کیا ہے۔ اس سے حسن نیت پیدا ہوگا اور
 حدیث شریف کی یہ حکمت کھل جائے گی، *الان في الجسد مضغة اذا صلحت*
صلح الجسد كله واذا افسدت فسد الجسد كله۔ کیا یہ بدعت ہے؟ غور کیجیے اور
 ہو سکے تو عمل کیجیے۔

آپ کے مسودہ کتاب کے لئے ایک غیبی سامان میسر آیا ہے۔ حکومت سعود
 نے معارف کی امداد کے لئے سو روپے بھیجے ہیں۔ میں انہیں لکھ رہا ہوں کہ یہ روپے
 معارف کے لئے غیر ضروری ہیں۔ سیرۃ عبدالوہاب کی طبع و اشاعت کے کام میں اس کو
 صرف کروں گا۔ کاغذ مل سکتا، تو شروع کر ادیتا، مگر کاغذ کی نایابی کا اثر اب معارف تک
 پہنچ رہا ہے۔ آپ پٹنہ میں دریافت کیجیے کہ کاغذ مل سکتا ہے؟

ہمارے طلبہ کے لئے آپ کو منتخب داخلہ بنارہا ہوں۔ ہر طب و یا بس طالب علم
 کو رجحان بالغیب لے لیا جاتا ہے۔ اب ہمارے طالب العلم آپ کی پسند کرنے کے بعد
 داخل ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کو لکھ دیا ہے۔

آپ کے مصدقہ طالب العلم کی درخواست منظور کر لی گئی۔ ان کو بھی لکھ رہا ہوں

لوگ درخواست کے ساتھ ٹکٹ نہیں بھجھتے کبھی دقت ہو جاتی ہے۔

والسلام

سید سلیمان ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

۲۱

نمبر ۲۵۶ دارالمصنفین اعظم گڑھ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۳۶۲ھ

عزیز مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خوشی ہوئی کہ آپ پہلے سے بہتر ہیں۔ آپ لوگوں کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتا ہوں۔ میری طبیعت بھی رمضان سے اچھی نہیں ہے۔ مشاغل و ماعنی سے پرہیز علاج تجویز کیا گیا ہے۔ میرا بڑا جی چاہتا ہے کہ کسی ندوی کے قلم سے رد اشتراکیت پر کوئی رسالہ نکلے۔ اسی لئے آپ سے خواہش ہے کہ یہ آپ کی دلچسپی کی چیز بھی ہے۔

عبدالماجد صاحب غالب علم کے لئے ہمت صاحب کو لکھ دیا ہے۔ امسال بوجہ قابل لحاظ جن میں بڑا جز استعمال کا تھا، آپ کے پاس ادب کا کوئی پرچہ امتحان کا نہیں جاسکا۔ آپ کے بہتر اس کام کے لئے کون ہو سکتا ہے؟ سو وطن نہ کیجئے۔ میں نے تحقیق کر لی ہے۔

سلوک کے متعلق آپ نے بدعت و سنت کی جو بحث نکالی ہے یہ محض خشک مزاج

۱۔ عبدالماجد ندوی عظیم آبادی (مدرس ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء)

۲۔ دارالعلوم ندوۃ کے سالانہ امتحان میں خاکسار بھی محترم ہوا کرتا تھا۔ یہ دارالعلوم سے تعلق اور طلبہ کی استعداد سے واقفیت کا ایک ذریعہ تھا، درنہ دینی و قومی مدارس میں مداخلہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس سال ۱۳۶۲ھ اتفاق سے پرچہ نہیں آئے۔ گمان ہوا کہ شاید سیا کی جھجھ بندھی نے ادھر بھی توجہ کی ہو۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

اہل حدیث کا شیوہ ہے۔ آپ ابن قیمؒ۔ مجد الف ثانی، شاہ ولی اللہ۔ مولوی سید احمد بریلوی۔
شاہ اسماعیل شہید وغیرہ کو کیا کہیں گے؛ کیا وہ بھی تبیین بدعت میں تھے۔ صراطِ مستقیم ہی کو
غور سے پڑھ لیجئے۔

مولوی قائم صاحب کے بارہ میں آپ کی تجویز مناسب ہے۔ والسلام

سید سلیمان

۹۲

جو پور

عزیز مکرم دام سعدہ

السلام علیکم۔ عزیر الرحمن کے منسلق دریافت کروں گا۔ مجھے علم نہیں، خارجین میں
بُس کا نام تو نہ تھا۔ مجرم کے ساتھ ہمدردی محض افلاس و غربت کی بنا پر کرنا کہاں تک جائز ہے؟

۱۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ کتاب و سنت کے علاوہ کوئی شخصیت رخواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، میسرار رد قبول
نہیں ہو سکتی۔ ۲۔ یہ ایک نوجوان عزیز کی ملازمت کے بارے میں عرض کیا گیا تھا جو سید صاحبؒ قبلہ کے بھی عزیز ہیں
لکے عزیر الرحمن (ساکن بنیہ۔ بہار) مفتی محمد یوسف ندوی مرحوم (ف ۱۹۲۶ء) سابق ادیب دارالعلوم ندوہ کے
نومرہ جزا دے بھی اس اسٹرائیک کی ایپٹ میں آگئے تھے۔ راقم نے عرض کی تھی کہ مفتی صاحب مرحوم کی خدمات اور حقوق
کے پیش نظر عزیر الرحمن سلمہ کے ساتھ خاص رعایت کی جائے اور ان کا تصور معاف کر دیا جائے۔ 'غربت و افلاس'
سفارش کی وجہ سے درخواست نہیں کی گئی تھی۔

اُس کے کرتوتوں پر بھی تو نظر رہے۔ قبل از علم واقعہ فیصلہ نہ کرنا چاہیے، حتیٰ تسمع من
الآخر کا اصول کیوں ترک ہو جاتا ہے؟

مکانات قابل فروخت کی اطلاع آپ عاظم سلمہ کو دیجیے اور دکھائیے۔ کس کس
کرایہ کے ہیں۔ اب وہ محلہ بھورپوکھر میں کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ آپ کی صحت کے لیے
دعا کرتا ہوں، اور آپ کے اطمینان خاطر کے لیے بھی دست بدعا ہوں۔
پہلے سے اچھا ہوں مگر ابھی تک مشاغل علمی سے علیحدگی ہے۔ شاید چند روز میں
ملاقات ہو۔ عزیزی عاظم سے ملنے کو آنا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲ ذیحجہ ۱۳۶۲ھ

۹۳

نمبر ۴۱۵ دارالمنصفین اعظم گڑھ مورخہ ۲ ربیع ۱۳۶۳ھ

عزیز مکرم دعا ہائے خیر

السلام علیکم۔ الحمد للہ کہ ۱۰ مارچ کو حیدرآباد سے کامیاب واپسی ہوئی۔ حیدرآباد میں صحت
بہت اچھی رہی، مگر جب سے یہاں آیا ہوں، ابرو باد کا موسم تکلیف دہ ہو رہا ہے۔

سید ابوالعالم دسوی ام۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی (علیگ) مکتوب نگار کے بھتیجے اور داماد۔ ان دنوں پٹنہ میں وکالت
کرتے تھے۔ ۷ پٹنہ کا ایک محلہ۔

بہت خوب آپ نے اشتراکیت اور اسلام پر لکھنا شروع کر دیا۔ جی چاہتا ہے کہ جس طرح وقت کے دوسرے فتنوں کے ازالہ میں علمائے ندوہ نے کام کئے ہیں۔ اسی طرح وہ اس کے ازالہ میں بھی کام کریں۔ اور آپ لوگ اس کے اہل ہیں، گو اولیت کا حق ندوہ کو حاصل ہے۔ کیونکہ خاکسار نے اس موضوع پر ۱۹۰۹ء میں لکھا تھا ندوہ میں، اور ۱۹۱۰ء میں اعلان میں الحریۃ فی الاسلام کے عنوان سے اس کو لکھا۔

آپ کے طبیعت اسکول نے خطبہ اسناد کے لئے بلایا ہے، مگر سفر کی زحماتوں سے دل گھبراتا ہے۔

بدل دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس قسم کے دینی کاموں کے لئے صحت و فراغت نصیب فرمائے۔

اس دفعہ حیدرآباد میں ندوی برادری نے بھی کام کیا۔ دائرۃ المعارف والوں نے دوسو اور تنہا عزیز کی عبدالقدوس پاشی نے جو نواب بہادر یار جنگ کے دست راست ہیں۔ اٹھ سو پورے کئے۔ ضرورت ہے کہ ندوہ میں طلبہ مہیا کریں۔ والسلام

سید سلیمان

۱۔ اب راقم نے ملازمت سے کنارہ کشی کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ حضرة الاساذ سے استمراج ضروری تھا۔

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ استاذ مغفور کی جو تاریخ مجھے لکھنی تھی لکھ چکا۔ اب نہ تصحیح کی قوت نہ تنقید و تطبیق کی فرصت۔ اب آپ لوگ جانیں اور کتاب جانے۔ شاہ پیر محمد صاحب کی تاریخ وفات میں نے تذکرہ علمائے ہند سے لی ہے جنہوں نے لکھا ہے سال ہشتادم از قرن یازدہم۔ تبصرۃ الناظرین سے میں واقف نہیں، اس کا کچھ حال لکھیے۔

شیخ عبدالدام سے میں واقف نہیں، ایک ملا دام جو پورمی کا (جو اولاد ملا محمود جو پورمی میں سے ہیں) ذکر مشاہیر جو پورمی ہے، مدرس و صوفی تھے، زمانہ ہی ہے۔

حضرت مولانا شہید کے سنہ کی تصحیح مشکل ہے۔ خدا جانتے یہ غلطی کیونکر ہوئی بہر حال موجودہ نسخوں میں تصحیح کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر آپ کتاب کی تصحیح کر دیں، تو میں غلط نامہ چھپوا کر لگا دوں۔

۱۔ حیات شہلی۔ کتاب خانہ کے کام کی مناسبت سے راقم کو سین و ولادت و وفات سے دلچسپی ہو گئی تھی۔ کتاب میں کچھ سین کھٹکے۔ اسی سلسلے میں توجہ دلائی گئی تھی۔

۲۔ تبصرۃ الناظرین۔ میر محمد بگرامی کی تصنیف ہے، جو میر عبدالحلیل بگرامی کے بیٹے اور میر غلام علی آزاد بگرامی کے ماموں تھے۔ غالباً تبصرۃ الناظرین کا واحد نسخہ پٹنہ کی اورینٹل لائبریری میں ہے۔ میری نشان دہی پر استاذ محترم اور دوسرے حضرات نے نقلیں کرائیں۔

۳۔ عابرو نے غلط نامہ مرتب کر کے حاضر خدمت کر دیا تھا۔

آپ کی کتاب کل متوکلا علی اللہ کاتب کے سپرد کر دی۔ رحمت عالم کی تقطیع پر،
آپ پٹنہ میں اسی تقطیع کا کاغذ خواہ چور بازار ہی سے ہو کم از کم ۲۵ روپے پیدا کیجئے۔ قیمت
جو بھڑے دی جائے گی، مگر نامعقول مطالبہ کی حد تک نہ ہو۔

والسلام

سید سلیمان ۹ ربیع ۱۳۶۳ھ

۹۵

دلیہ

عزیز مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الحمد للہ بخیریت ہوں، البتہ میری لڑکی اہلیہ ابو عامر جب سے یہاں پٹنہ سے
آئی ہے، مبتلائے بخار ہے۔ کم ہو جاتا ہے اور پھر لوٹ کر آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم
فرمائے۔ خیال ہے کہ چند روز میں یعنی ۲۰-۲۵ جون تک پٹنہ آجائیں۔

عبد اللہ سندھی پر تبصرہ لکھا مفید ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ شاہ معین الدین صاحب
کو بھیج دیجئے۔ اور خط بھی لکھ دیجئے۔ اشتراکیت اور اسلام اور دوسرے رسائل کا انتظار ہے کہ

لہ محمد بن عبدالوہاب

لہ عبد اللہ سندھی مرتبہ مسرور جامی - (اڈیشہ آفاق وغیرہ)

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک کے انتظام طبع سے مسرت ہوئی۔ چھپنے لگے تو لکھیے۔ مجھے آپ کے رسائل پر لکھنے میں کچھ تامل ہو سکتا ہے؛ اہم صاحب گھر گئے ہیں۔ سلمان اچھے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان
۱۶ جون ۱۹۵۲ء

آج صبح کی ڈاک سے یہ خط نہ جاسکا۔ آج شام کو آپ کا مضمون مل گیا۔ پڑھ لیا، اور بلا ترمیم کل کی ڈاک سے معارف میں بھیجا جائے گا۔ انشاء اللہ جزاکم اللہ خیراً
عن الاسلام والمسلمین۔ والسلام

سید سلیمان
۱۶ جون ۱۹۵۲ء

نمبر ۵۳۷ دارالمصنفین، اعظم گڑھ

عزیز مکرم دام سعدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مدرسہ میرائے میر اور جو پور گیا تھا۔ کل واپس آیا ہوں، میرائے سخت مالی مشکلات میں ہے۔ آٹھ ہزار کا مفروض ہو گیا ہے۔ کچھ کرنا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ

۱۔ مقدمہ۔ ۲۔ حضرت الاستاذؒ کے قریبی عزیز، جو ان دنوں ان کے معاون خاص بھی تھے۔ ۳۔ سلمان میان سلم اللہ (چھوٹے صاحبزادے)

مولوی امین احسن صاحب کو منا کر بلایا جائے۔ دیکھیے وہ سنتے بھی ہیں یا نہیں۔ افسوس ہے کہ مجامع کے مقابلہ میں مدارس کی افادی حیثیت پر نظر نہیں پڑتی۔

دیباچہ انشاء اللہ لکھوں گا۔ اگر یوں لکھا جائے تو کیسا ہے؟

”تبصرہ برشاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک“

گورنمنٹ کا نازہ آرڈر جو کاغذ کے ٹکڑے استعمال سے متعلق ہے، عالم صحافت و مطابع پر برق و صاعقہ سے کم نہیں۔ معارف خفی سے خفی کیا جا رہا ہے۔

انتہزاکیت والے رسالہ کا انتظار رہے گا۔

عید بعد آپ دونوں کا منتظر درود رہوں گا۔

ابن تیمیہ کی ایک عجیب عبارت مولوی مناظر صاحب نے بھیجی ہے، جو مولانا سدی

وغیرہ پر چسپاں ہے

آپ کے مکتبہ کی ترقی سے مسرت ہوئی۔ نقی الدین صاحب اس کام کو کر لے جائیں تو ہزار نوکریوں سے بہتر ہے۔

پورنیہ کی درخواست پہنچی، اوائل شوال میں ان کو بھجوا دیکھیے اور دوسرے مستطیع طلبہ

کو بھی۔

۱۔ راقم نے ملازمت سے عزم استعفا کے پیش نظر ایک مکتبہ کی داغ بیل ڈالی تھی، جو مکتبہ دین و دانش کے نام سے اب بھی قائم ہے۔

۲۔ رفیق عزیز مولوی محمد نقی الدین نعمانی سلمہ اللہ — مکتبہ میری ان کی شرکت میں تھا۔ اب ان کی خاص ملکیت ہے۔

۳۔ پورنیہ (بہار) — پورنیہ کے چند طلبہ نے میرے ”توسط سے“ ندوہ میں داخلہ کی درخواست دی تھی۔

آپ کی اہلیہ کی علالت جنون سے دل دکھا، کہ یہ آپ کی عافیت میں ظاہر ہے کہ کیا
کچھ خلل انداز ہوگا۔ مگر مردِ مومن ہر حال میں شاکر اور اپنے کام پر صابر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
آپ کو جمعیتِ خاطر نصیب فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان
۲۷ شعبان ۱۳۶۳ھ

۹۷

نمبر ۱۲۹۵۲ دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم السلام علیکم
خط ملا۔ مولانا سندھی کی وفات کے سبب سے میں بھی پس و پیش میں تھا، مگر ظاہر
ہے کہ ہم ان کی ذات کی نہیں بلکہ ان کے خیالات کی تردید کر رہے ہیں۔
آپ کا تبصرہ لکھا جا رہا ہے۔ پروت اترے تو آپ کو اصل بھیج دیا جائے۔ یہ
مضمون بھی اس میں ضرور رکھا جائے۔ مولانا سندھی کے خطوط کا ضمیمہ بھی لگا دیجیے۔ نام وہی
مناسب ہے۔

تبصرہ برافکار و خیالات مولانا سندھی۔

میرا دیباچہ لکھا گیا ہے۔ لمبا ہو گیا ہے، مگر آپ کو کمی بیشی کا اختیار ہے۔ جلد

۱۔ راقم نے دریافت کیا تھا کہ کیا مولانا سندھی کی وفات کے بعد سرور صاحب کی کتاب پر تبصرہ بے موقع تو نہ ہوگا؟

بھجوں گا :

نعمانی صاحب کا انتظار رہے گا۔ اُن کا خط آیا تھا۔

میں نے ۱۵ سطر صنف پر دو روپیہ جُز کی تجویز کی ہے۔ اب آپ جو کہیں، بہر حال وہ کتاب کو شروع کر دیں۔ ان کو سلام بھی کہہ دیں اور علیحدہ خط نہ لکھنے کی معذرت۔

والسلام

مید سلیمان
۱۱ رمضان ۱۳۶۳ھ

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

برادرِ ادا م اللہ لکم الشفاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کارڈ مل گیا۔ جی ہاں آپ یوں ہی اُردو ترکیب ہی رکھیں مولانا سندھی کے افکار و خیالات پر ایک نظر۔

مقدمہ جس طرح لکھ سکا حاضر ہے۔ آپ کو پورا اختیار ہے کہ اس کو رکھیں یا نہ رکھیں یا اس میں حذف و اختصار ایسا کریں کہ معنی میں بے ترتیبی نہ ہو۔

آپ کے میسر حکومت الہی اخبار کو شرنے یکم ستمبر کے نمبر میں جو مجھ پر افترابانڈھا ہے

۱۔ تقی الدین نعمانی۔

۲۔ 'تبصرة الناظرین' کے نقل کی اُہرت۔

وہ آپ کی نظر سے گزرا؟ حاشا کہ میرے فرشتے کو بھی خبر نہیں کہ یہ عبد الجبار مسلمان مخیر کون ہے اور اس کا پیشہ کیا ہے؟ نہ میں نے اس سے روپیہ لیا۔ نہ میں نے خطبات کا انگریزی ایڈیشن چھاپا۔ نہ وہ میری ملک ہے اور نہ میرے ایما سے چھپی ہے، نہ چھپنے سے پہلے مجھے اس کا علم ہوا اور نہ اب تک علم ہے کہ یہ کون شخص ہے؟

(حاشیہ: اس کو سعید الحق دینوی رانچی نے ترجمہ کیا ہے اور چھپوایا ہے۔ غج سے اس کا اصلاً تعلق نہیں)

میں نے وہی لکھا جو اس کے انگریزی دیباچہ میں ہے۔ اس پر منظور احسن جامعی صاحب کوئی بزرگ مان مجوم یا بیرمجوم میں ہیں۔ ایک سخت ہجو کا خط مجھے لکھا کہ تم نے اس شراب فروش کو مخیر مسلمان کیوں لکھ دیا؟ معلوم نہیں ایک شراب فروش باوجود گنہگار ہونے کے مخیر اور مسلمان کیوں نہیں ہو سکتا؟ بشرطیکہ یہ واقعہ ثابت بھی ہو، پھر اس غلطی کا ذمہ دار یا مجرم میری حقیر ذات تھی۔ اس سلسلہ میں ایک طرف سے سارے علماء کرام پر تیر و نشر چلانا کیا دین ہے؟ اگر اس تیر و نشر کے جواب میں دوسری طرف سے بھی تیغ و خنجر چلے تو کیا ہو؟

بہر حال نصر اللہ خاں صاحب عزیز کو میں نے خط لکھ دیا ہے۔ اگر انہوں نے اپنے

اے سعید الحق صاحب دینوی نے یہ صاحب قبلہ کی بعض کتابوں کے انگریزی میں ترجمے کئے ہیں۔ انہیں میں خطبات مدراس بھی ہے۔ رانچی (بہار) کے ایک تاجر (جو شراب کے ٹھیکہ کا کام بھی کرتا تھا) کی امداد سے انہوں نے اس کے چند خطے چھپوائے تھے۔ ہمارے دوست منظور احسن جامعی (سابق میتم کمر ڈبی۔ مان مجوم) نے اس پر بیگانہ ہا کر دیا۔

اے عزیز صاحب نے تصحیح شائع کر دی تھی اور حسن اسلوب کے ساتھ۔

بیان کی تصحیح نہیں کی، تو دوسرے اخبار میں جواب بھیج دیا جائے گا۔ فصیح جمیل۔

میں یہاں سے ۴ شوال کو لکھنؤ چلا جاؤں گا۔ دفتر بھی بند رہے گا۔ یوم عرفہ سے

شاید ۳ شوال تک دفتر بند رہے، اس لئے نعمانی صاحب ابھی آجائیں، تو مناسب ہے، ورنہ
مجھ سے ملاقات نہ ہوگی۔ والسلام

سید سلیمان

۲۱ رمضان ۱۳۶۳ھ

۹۹

نمبر ۸۰۳ دارالمصنفین اعظم گڑھ

برادر عزیز زادکم اللہ علماً نافحاً

السلام علیکم، امید ہے کہ میرا مقدمہ اور آپ کا مسودہ پہنچ چکا ہوگا۔ مقدمہ میں دو

مقام پر حسب ذیل اضافہ فرمادیجئے :

۱۔ جہاں قرآن پاک کو عالمگیر اصول کی بناء پر یہ کہا گیا ہے کہ ایک عجمی کے فہم میں یہ
نہیں آسکتا۔ اس پر میں نے سنسکرت کی الہامی کتاب کی مثال دی ہے، وہاں آگے یا پیچھے
مناسب موقع پر یہ بڑھا دیجئے کہ :-

اس مقام پر مولانا کے لئے ضرور تھا کہ قرآن عربیاً اور حکماً عربیاً کی بھی مناسب تاویل

کر دیتے، تاکہ قرآن پاک کے ساتھ عربیت کے وصف کا عارضی ہونا جس کو وہ "خاصہ" کہہ رہے ہیں، مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہو سکتا۔

۲۔ دوسرے مقام پر جہاں شاہ ولی اللہ صاحب کو اکبر کے دین الہی کے مبلغ اور اس کے کارنامہ کے متمم اور مکمل ہونے کا ذکر ہے، یہ عبارت اضافہ کی جائے :-
 "جن شاہ ولی اللہ صاحب کو اکبر کے ناقص کام کا تکمیل کرنے والا بتایا جاتا ہے، ان کا فتویٰ اکبر کے باب میں جو کچھ ہے وہ ان کی کتاب الفاس العارین کے اس فقرے ظاہر ہے !

"جلال الدین اکبر پادشاہ اورا معظم و معظم داشتے و بعد از آنکہ پادشاہ الحاد
 در زندہ گرفت آن رشتہ الفت از ہم گشت و سفر تمام از ہر دو جانب
 بظہور پیوست" ص ۱۳

پھر شاہ صاحب کے متعلق شروع ہی میں جہاں یہ ہے کہ علم و عمل میں سلف صالحین کی راہ پر چلنے کی دعوت دی جائے۔ یہ فقرہ بڑھا دیا جائے :-

"اور مسائل فقہیہ میں فقہائے محدثین کے طرز کو اختیار کیا جائے :-

آپ اپنے پروگرام سے آخری بار مطلع کیجئے۔ عزیز یسید حسن کا بچہ اور ان کی اہلیہ

۱۵ لوگوں نے اس کو بھی مختلف فیہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ وہ فقہ میں کیا تھے؟ حضرت شاہ صاحب نے خود اپنی سوانح الحزب اللطیف کے آخر میں اپنے کو خود ہی بتا دیا ہے کہ وہ کیا تھے۔ فرماتے ہیں "ولید ملاحظہ کتب مذاہب
 اربعہ و اصول فقہ ایشاں و احادیثہ کہ تمک ایشاں است قرار داد خاطر بعد نور غیبی روش فقہاء محدثین افتاد :-
 ۱۶ راقم ملازمت سے مستعفی ہو کر پنجاب کے لئے پایہ رکاب تھا۔

بجاریں۔ اس لئے عجیب نہیں کہ ۴۴ سوال کو لکھنؤ نہ جاسکوں۔ ممکن ہے عزیزم عاصم آرہے ہوں، اُن کے ذریعہ سے بھی آپ اطلاع بھیج سکتے ہیں۔

والسلام

سید سلیمان ۲۷ رمضان ۱۳۶۳ھ

نمبر ۳۴ الف دارالمصنفین اعظم گڑھ

اخی العزیز ادام اللہ شفاءکم وبقاؤکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ، خوشی ہوئی کہ آپ بخیریت منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ پرغبار
مقام تو اس مرض کے لٹے بہت بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بدل و جان دعا ہے کہ شافی حقیقی
آپ کو شفاءئے عاجل و کامل بخشیں۔

آپ کے تبصرہ کے جواب میں برہان میں اکبر آبادی صاحب نے ابھی پہلا نمبر لکھا ہے۔
مجھے بار بار حضرت الاساذ مرحوم کا یہ فقرہ جو مکاتیب میں درج ہے یاد آتا ہے کہ "دیوبند بھی آخر
دیوبند تک رہے گا۔" بالجمعی ہے۔ آپ کے میزبان اگر مجھ سے شناسا ہوں تو سلام کہہ دیجیے۔
والسلام سید سلیمان ۴ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ

۱۔ فیروزپور (پنجاب) ۲۔ وہ تبصرہ (مولانا سندھی اور ان کے ناقد) کے نام سے الگ بھی چھپ گیا ہے
۳۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی امرتسری (حال شیخ الحدیث مدرسہ تقویۃ الاسلام۔ لاہور)

نمبر ۱۶۰۰ دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم وفقکم اللہ لما یحب دیر فی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ جیسے عزیزوں کی محبت اور اظہار اخلاص سے بڑی تسلی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو (آپ سے) اپنے دین کی خدمت میں اور خدمت قبول کریں۔ اچھا ہوا کہ ایسے پیارے غبار مقام کو چھوڑ دیا۔ واللہ یحفظکم فی حلّ وترحال، ایک کارڈ فیروز پور بھی لکھا ہے، شاید ملا ہو یا ملے۔

آپ خدمت دین کی جو راہ بھی اختیار کریں گے، امید یہی ہے کہ وہ صراط مستقیم اور حادۃ حق سے ہٹی ہوئی نہ ہوگی۔ میرا کبھی کبھی کچھ کہنا بڑوں اور بورصوں کے اُسی حق کا استعمال ہے جس کو وہ فطرۃً ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور یہ بر بنائے اخلاص و محبت ہی ہوتا ہے۔ مجھے افسوس ہوا کہ عزیز صاحب کو میرا خط نہیں ملا۔ میں نے اپنے خط کے آخر میں ان کو اپنے پچھلے تعلقات کا حوالہ دے کر یہ لکھا تھا:

ع کبھی ہم سے تم سے بھی رسم تھی، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اس خط کی نقل دفتر مراسلات سے نقل کر کے دوبارہ بھیج رہا ہوں۔ "بایں کڑھی" کا یہ اُبال بطور تحفہ کے ان کی خدمت میں پیش کر دیجیے۔ ان کے دینی حالات سن کر خوشی ہوئی۔
اللہم زد!

عزیز مکرم! میں نے بار بار آپ صاحبوں کو یقین دلایا ہے کہ میں جماعت اسلامی کا مخالف نہیں۔ انگریزی خواں اور نوجوان تعلیم یافتہ جس راہ حق سے بھٹک رہے ہیں۔ اُن کو بہر حال صحیح راستہ کی طرف لانے کا کام اختلاف کے قابل نہیں۔ زمانہ کا رُخ جس طرح بدل رہا ہے اور خیالات و افکار و نظریات کی آندھی جس زور سے چل رہی ہے، اُس کے لئے جماعت اسلامی کے زعمیم اور رفیق جو کچھ کر رہے ہیں۔ اور اسلامی نظم و نظام اور اس کے معاشی و سیاسی و اجتماعی و عمرانی نظامات کو مرتب کر کے منتشر و پرالگندہ خیال مسلمان نوجوانوں کو ایک نقطہ پر مجتمع کر کے ان کو دین کی خدمت میں لگانے کا جو مبارک عمل آپ لوگوں کے سامنے ہے، وہ یقیناً تبریک کے لائق ہے۔ اور اسی لئے میں نے جماعت اسلامی کے متعلق کبھی کوئی مخالفانہ بات نہیں کی۔ مجھے جو کچھ اختلاف رہا کیا (لیکن مخالفت نہیں) وہ صرف چند دساوس اور خطرات کی بنا پر جس کا اظہار بھی کرتا رہا، اور آپ صاحبوں سے بھی کہتا رہا جس کی تفصیل یہ ہے :-

- ۱۔ ادعائی لوگوں سے میں چونکا رہتا ہوں۔ ابوالکلام کے ساتھ بھی میرا یہی معاملہ رہا۔ مرزا قادیانی کے باب میں علماء سے شروع ہی میں یہی غلطی سا لہا سال تک ہوتی رہی جس کا خمیازہ آج تک بھگتا جا رہا ہے۔ خیر عباد عباد طرز کلام ایک طرف دوسری طرف مجدد و مہدی کا دشمن ہوا الفرقان میں لکھا گیا اور خاص طور سے اس کا خاتمہ بید ہوشیار کرنے والی چیز تھی، اور ہے۔
- ۲۔ دوسری چیز طرز تعبیر ہے۔ مسائل اسلامیہ کی تشریح میں عصری اصطلاحات کی تعبیر سے کام نہ لیا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ راستہ آسان ہوتا ہے۔ لیکن اس راستہ سے قلب حقائق کا بڑا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لئے بڑی احتیاط کی راہ ہے۔

- ۳۔ دین کو تمام تر سیاست اور نظام سیاست و عمران بنانے سے یہ ڈر لگتا ہے کہ اس کو اہمیت اس قدر نہ دے دی جائے یا متاثر حلقہ پر یہ اثر نہ پڑ جائے کہ دین کے وہ اجزاء

جن کا تعلق دین کے ماورائے مادی حقائق اور عبادات سے ہے، وہ یکسر بیکار اور تہی مایہ معلوم ہونے لگیں۔ اس اندیشہ کی تھوڑی سی تصدیق آپ کی جماعت کے ایک وکیل صاحب سے ہوئی، جو الہ آباد کی حالیہ مجلس مشورہ میں شرکت کے لئے جا رہے تھے مع دو شاہجہان پوری مخلصوں کے۔ اور انہوں نے ازراہ عنایت ندوہ آکر مجھ سے ملاقات کی۔ اور گفتگو کا آغاز اس انداز میں فرمایا، جس سے یہ مقصود تھا کہ یہ ظاہری الٹی سیدھی نماز اور روزہ اصل قیام نظام دینی کے بغیر بیکار ہیں۔ میں سمجھا کہ بے چارہ ابھی شدھ ہوا ہے، جوش میں اس کو ایسا نظر آتا ہے۔

بہر حال یہ میرے اندیشے تھے اور ہیں۔ تاہم میں کیا اور میرا اندیشہ کیا۔ صرف اپنا بچاؤ ہے۔ وما املك الا نفسي۔ میں نے ایک صاحب کو ابھی جواب میں لکھا ہے کہ میرے عزیز ترین دست و بازو اس جماعت میں شریک ہیں، جن کے دین و دیانت پر میرا بھروسہ ہے۔ اور جو انشاء اللہ اس جماعت کو غلط راہ پر چلنے نہ دیں گے۔ اس حالت میں بھی میرا پُراندیشہ ہونا اپنی نزاکت طبع اور ضعف قوی کے باعث ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ نیک توفیق سے ہم سب کو بہرہ ور کرے۔

ابھی اتفاق سے مجموعہ احادیث نجدیہ نظر سے گذرا، جس میں امام ابن حنبل کی کتاب الصلوٰۃ اور ابن قیم کی الوابل الصیّب فی الکلم الطیب دو کتابیں بھی ہیں۔ ان دو بزرگوں نے جو کچھ کہا ہے۔ اس سے زیادہ تصوف حقیقی سے کچھ اور مراد نہیں۔ اگر کچھ رموز و ارشادات ان کی تائید میں کسی نے کہہ دئے ہیں، تو وہ حواشی ہیں، باقی شرکیات و بدعیات تو ان کا ذکر ہی کیا۔ لیکن جس طرح مسلمانوں کو دیکھ کر اسلام پر آج حکم نہیں لگایا جاسکتا، ایسے ہی بازاری دکان دار رنگے

یہ ہمارے رفیق طفیل محمد صاحب تھے، جو ابھی نئے نئے قیم مقرر ہوئے تھے۔

ہوئے صوفیوں کو دیکھ کر تصوف کو بدنام نہ کیجیے۔ خوشی ہوئی کہ مولانا مودودی نے اپنے رسالہ دنیات میں تصوف صحیح کو بھی جگہ دی ہے۔ *منعم الوفاق* !

اشتراکیت اور اسلام والے رسالہ کو میں یہاں چھپوانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے بقدر کاغذ تو نکل آئے گا۔ مگر محمد بن عبدالوہاب کے بقدر کاغذ ہونا مشکوک ہے۔ ابھی مہتمم صاحب مطبع سے دریافت کیا۔ تو یہی جواب ملا۔ بہر حال اگر آپ وہاں اس کو چھپوائیں تو مسودہ بھیج دوں۔ مصارف ایک ہزار کسی فنڈ سے دے دوں گا مگر شرط یہ ہے کہ اصل پہلے واپس کر دی جائے یعنی فروخت کے بعد پہلے اصل سرمایہ واپس کیا جائے اور اس کے بعد زر منافع میں سے نصف اس فنڈ کو آپ دیں گے اور نصف آپ پائیں گے۔ مگر یہ کام وہاں کسی معتبر آدمی کے ذریعہ کرائیں، وہاں ہر قسم کے اہل مطابح ہیں۔

اشتراکیت والے رسالہ سے آپ محنت و زحمت کے بعد سو روپے کی امید رکھتے ہیں۔ اگر آپ کو اس قدر بے زحمت کے مل جائے تو کیا ہے؟

مولانا گیلانی کی کتاب پر نقد بشوق لکھیے، مگر بات دل آزاری تک نہ پہنچ جائے۔ میرے نزدیک آپ اور وہ دونوں سچے ہیں۔ یعنی یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے۔

ہاں انقلاب و زمیندار وغیرہ نہ میرے پاس کئی سال سے آتے ہیں، اور نہ میں اب زمانہ سے ان چیزوں کو پڑھتا ہوں۔ میں نے طنز نگاروں کی نسبت جو کچھ لکھا وہ پچھلے معلومات کی بنا پر، جس کا خاکہ سا اب ذہن میں رہ گیا ہے۔

والسلام سید سلیمان و ذیقعد ۱۳۶۳ھ

۱۔ نظام تعلیم و تربیت، جس کی ایک ضخیم جلد خاکسار کے ایک مضمون (جو الفرقان ولی اللہ نمبر میں شائع ہوا تھا) کی تردید میں ہے۔

عزیز مکرم دام سعدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ ملا، جالندھر آجانے کی کیفیت معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دین کی خدمت کی فرصت بخشتے۔

مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں نیاز حاصل ہے۔ اُن کے صاحبزادہ سے بھی

واقف ہوں۔

مولانا گیلانی کی کتاب پر ایک مفصل ریویو مجھے فرضاً یا قرضاً لکھنا پڑا ہے۔ اب اس قسم کے کاموں کو جی نہیں چاہتا۔ بہر حال اگر آپ کو کچھ لکھنا ہے تو الفرقان میں لکھیے کہ قصہ زمین بر سر زمیں“ وہیں سے یہ قصہ اٹھا ہے اور وہیں ختم ہو۔

آپ کی کتاب ائٹراکیت زیر کتابت ہے۔ میں خود بھی ایک مقدمہ لکھنا چاہتا تھا مگر ابھی تک پورا نہ ہو سکا۔ اب آپ دیباچہ بھیج دیجیے۔

صدق میں ایک مبصر صاحب کا مضمون سلسلہ حجاز اللہ صاحب رومی، مولانا سندھی پر لکھا گیا ہے۔ مؤید ہے۔ دیکھیے۔

کلکتہ سے ایک گنام نے برہان کا نمبر مع گنام خط کے میرے پاس بھیجا ہے کہ میں

مولانا عبدالحق عباس، بانی مدرسۃ النبات، جالندھر اور ان کے صاحبزادے برادر ام عیید الحق خاں ندوی۔

علامہ موسیٰ حجاز اللہ رومی مرحوم، اپنے تبحر علمی کے باوجود وہ مولانا سندھی کو اپنا شیخ مانتے تھے اور

بعض جدت پسندانہ افکار میں ان کے ہم نوا تھے۔

جواب کے بجائے ذاتی نج کے خط سے مولوی سعید صاحب کو متنبہ کروں۔

مولوی عبدالحق صاحب کی خدمت میں السلام علیکم پہنچا دیجیے۔

سید سلیمان ۸ ذیحجہ ۱۳۶۳ھ

۱۰۳

نمبر ۸۶ الف دارالمصنفین اعظم گڑھ مولوی مسعود عالم صاحب ندوی

بستی دانشمنداں، جالندھر

عزیز مکرم رفع اللہ شأنکم

السلام علیکم، آپ کا لفافہ اور کارڈ ملا۔ میں آپ کے کارڈ کے مضمون سے بہت خوش ہوا۔ آمد آں یار سے کہ مامی خواستیم۔ یہی حقیقت تھی جو کئی سال سے میرے آپ کے درمیان ماحضہ الحجث رہا کی۔ اللہم زد فیہ، اللہم زد فیہ علماً قول رسول ہے۔ یہ کس علم کی زیادت کی دعا ہے؟

آپ کے سکون سے جو بستی دانشمنداں میں آپ کو حاصل ہوا، آپ کے جسمانی و روحانی، ذہنی و قلبی، دونوں سکونوں کے لیے موزوں و مناسب ہے۔ بار بار اپنی خوشی و راحت اور اپنے

۱۰ نواح شہر جالندھر۔ راقم پنجاب اگرچہ مہینے فیروز پور، لاہور اور دارالاسلام کی بستی میں پریشان رہا۔ آپ ہوا کی ناموافقت نے بہت تنگ کیا۔ آخر جالندھر کے نواح میں سکون نصیب ہوا۔

کسی فضل پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کو من جانب اللہ فضل محض بلا استحقاق کرنا ہی احسان کا زینہ ہے جس کا رسمی نام تصوف ہے ، ولا مشاحتہ فی الاصطلاحات ، ہم نے اب اس کا نام طریق تقویٰ رکھنا چاہے اسلام ، ایمان اور احسان یا القاء تین ارتقائی منازل ہیں ۔ اسلام اطاعت ہے ۔ ایمان اس اطاعت پر سکینت اور طمانینت ہے اور القاء یا تقویٰ دل کی وہ کیفیت ہے ، جس سے امور زیر ایمان پر عمل سہولت پر مداومت قائم ہو جائے ۔ واللہ الحمد

بے سود مناظرہ کو اضاعت وقت سمجھنا بڑی یافت ہے ، جس پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں ۔ ساتھ ہی علم کو صرف علم کی خاطر چاہنا قلبی جہل ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اس حقیقت کو پایا ۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول جس کو علامہ ابن عبد البر نے جامع میں نقل کیا ہے ، اس موقع پر پیش نظر رکھ کر رکھنا مفید ہوگا ، فرمایا نحن لا نشتغل فیما لیس تحتہ عمل ، گویا آج کل کے محاورہ کے مطابق ادب برائے ادب کا تصور ذہنی عیاشی ہے اور دراصل ادب برائے زندگی ہی حق ہے ، مگر کون سی زندگی ؟ وہ زندگی جو اسلام کا مطلوب ہو ۔ فی الحیاۃ الدنیا والآخرۃ ۔

آپ کے جوان دوست کا خط پڑھ کر متاثر ہوا ۔ اُن کے افکار و جذبات بالکل صحیح و درست ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان پر مزید حقائق منکشف فرمائے ، اور علم کے مطابق عمل کی مزید توفیق

۱۔ ملک خدام علی صاحب (معاون امیر جماعت اسلامی ، لاہور) اس وقت ملک صاحب مکتبہ جماعت اسلامی (دارالاسلام) کے انچارج تھے اور خط و کتابت کے ذریعہ مجھ سے عربی زبان و ادب میں مشورہ کرتے تھے ان کا ایک ذاتی خط حضرت الاستاذ کی خدمت میں ارسال کیا تھا ، تاکہ جماعت اسلامی میں آنے والے نوجوانوں کے افکار و رجحانات کا انہیں اندازہ ہو ۔

ملے۔ جنہاں اللہ تعالیٰ، بڑے کام کی بات آپ کو لکھتی ہے۔ الدین النصیحتہ، للہ و
لرسولہ و للیومنین۔

”مولانا سندھی“ پر نقد والا رسالہ پہنچ گیا۔ چھپائی و لکھائی ویسی ہی ہے جس کی توقع
ہمارے ہو سکتی تھی۔ صبر کیجیے۔ نعمانی صاحب کا ایک خط بھی آیا ہے۔ میں نے ان کو مکتبہ دین
ودانش کی افادیت بتائی ہے۔ اگر ایک آدمی بھی اس پر گذر کر سکے تو قائم رکھنا چاہیے۔ ضرورت
ہے کہ ہمارے صالح دماغوں کی خوراک کے لئے کوئی مرکزی مخزن پٹنہ میں ہو۔

اشتراکیت والا رسالہ زیر کتابت ہے۔ نجد والی کتاب جاری ہے۔ ایک جز یہاں
کتابت ہو چکی تھی وہ جز بھی مرسل ہے۔ آپ حیدرآباد میں اس کو چھپوانا چاہتے ہیں، تو چھپوائیں۔
حسب منشا نصف رقم کا سامان انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا۔ مگر حیدرآباد کی زمین ان خیالات
کے لئے ناسازگار ہے۔ وہاں وہ مذہبی احتساب میں نہ آجائے۔ یہ صرف دور کا خطرہ ہے
اس لئے اس کی بھی تحقیق کر لیجئے۔ (حاشیہ: کاغذ کی کچھ امید ابھی ہوئی ہے۔ اس لئے کتاب
ابھی واپس نہیں بھیجا، شاید یہاں سامان ہو جائے۔)

میں دکن و مدراس سفر پر جا رہا ہوں۔ مدراس کی آل انڈیا بٹری کانگریس کے اسٹیجیت
کی صدارت اس لئے منظور کی ہے کہ مورخین ہند کے سامنے کچھ حق کہنے کا موقع ملے، ورنہ
جاہ و عزت کے فریب سے بھلا اللہ باہر ہو چکا ہوں۔ وہاں تو فیقی الہ باللہ تعالیٰ
اشتراکیت کے حصہ روپے بھجواتا ہوں، حصہ ندوہ کے لئے دے دے۔
ویوٹرڈن علی الفسہم و لومکان بھم خاصیت کی پیروی مبارک ہو۔ ایک کاغذ کا نمونہ
بھیجتا ہوں۔

اسرار صاحب ندوی سے آپ کی واقفیت ہے۔ آپ کے زمانہ مدرسے میں طالب العلم تھے۔

یہ حیات اللہ انصاری کے اثر میں آکر ہاتھ سے جا چکے تھے۔ ابھی ان کا خط ملا، جس میں لکھتے ہیں: "خدا کا شکر ہے کہ عقائد کے اعتبار سے میں اب بالکل بدل گیا ہوں۔ اور علی المسلم کے بجائے المسلم بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خدا میری مدد کرے۔ یہ انقلاب خود میرے نفس نے کیا ہے یا پھر میرے اوپر غائد کردہ ذمہ داریوں نے؟" دیکھیے ابھی تک تردد ہے اور فاعل حقیقی کی معرفت سے دوری ہے۔ تاہم امید افزا ہے۔ والسلام

والسلام
بیچان

سید سلیمان
۲۷ دسمبر ۱۳۶۳ء

مولوی مسعود عالم صاحب ندوی

بستی دانشمنداں ضلع جالندھر

دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ میں اپنے سفر مدراس و دکن پر روانہ ہو رہا ہوں۔ رسالہ اشتراکیت کے معاوضہ کے سو روپے میں سے صحت آپ کو بھیجتا ہوں، اور صحت آپ کے حب الایمان ندوہ کے لیے لیتا ہوں۔ مولوی عمران خان کے حوالہ کردوں گا۔ اب آپ انہیں لکھ دیں کہ یہ کس مد میں داخل ہوگا۔

مہربانی کر کے ایک سو روپے کی رسید دفتر دارالمصنفین میں بھیج دیجئے، خیریت ہے۔

سید سلیمان
۸ دسمبر ۱۹۴۲ء

والسلام

آپ کی خیریت کا داعی و طالب۔

نمبر ۹۷ دارالمعتنفین اعظم گڑھ

برادر عزیز زادکم اللہ تعالیٰ عرفانا

میں ۳ ماہ کے دورہ مدراس، ممبئی، حیدرآباد، وردھا و بھوپال سے پریموں
واپس آیا۔ بحمد اللہ خیریت ہے۔ آپ کے کئی خط ملے۔ میرے پیچھے آپ کا رسالہ اشتراکیت
تو چھپ گیا۔ مقدمہ کا کام باقی ہے۔ بڑا کام جمع ہو گیا ہے، فرصت ہو تو توجہ کروں۔
آپ کے دارالحدیث کی روداد معلوم ہوئی۔ کسی رنگ میں ہو دین کی خدمت زندگی
کا کام ہے۔ عرب جاہلیت کے لئے بلکہ دین کے لئے عربی ادب کی خدمت بھی ایک کام ہے
بشرطیکہ اسی نیت سے ہو۔ اچھا ہوا مولوی حبیل صاحب اعظمی کو بلوالیا، سلام کہہ دیجئے۔
لاہور کا ارادہ نہیں، صحت کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ آپ اپنے سوالات پیش
فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان

۲ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ

مولانا فراہی کے ہاں عجبت شاید ہی کہیں ہو، غایت احتیاط سے آپ کو وہم بھی
ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ بھی تو مصریت کے شکار ہیں، پھر عجبت سے مشکوک کیوں ہوں؟
بہر حال آپ کتاب کا نام اور سطر و مقام شک لکھ بھیجیں۔

نمبر ۳۱۱۲ دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیزہ مکرم زاد کمر اللہ سعداً و محبداً فی الدنیا و الآخرة

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ اور لفافہ اور کتاب جہرہ کا پیکٹ یکے بعد دیگرے سے پہنچا۔ آپ کے حسن خلق اور حسن ظن کا دلی شکریہ۔ بڑی خوشی ہوئی کہ بات کی تہہ تک آپ پہنچ گئے۔ زاد کمر اللہ تعالیٰ علماً و معرفۃ۔ لفظ تصوف کا احسان کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے جیسے حکمت کے ساتھ لفظ فلسفہ بول دیا جائے، یا آج کل سائنس یا فلاسفی کہہ دیا جائے۔ بزرگوں نے لفظ احسان کو ان معنوں میں رکھا ہے اور ٹھیک ہے کہ اس کا ورود حدیثوں میں ہے، لیکن اب تو مجھے اس کے لئے تقویٰ اور اتقا کی اصطلاح اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کا ورود قرآن پاک میں بکثرت ہے اور عبادات بلکہ تمام مامورات الیہ کا مقصود اسی کیفیت کا حصول معلوم ہوتا ہے۔ وَلَا یُخْفِیْ ذَٰلِکَ عَلٰی مَنْ یَّتَّبِعْ کِتَابَ اللّٰہِ ، یَا اَیُّہَا النَّاسُ اَعْبُدُوا رَبَّکُمْ
..... نَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۲۔ کتب علیکم الصیاء کما کتب علی الذین من قبلکم لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔
حج و قربانی : وَلَٰکِنْ یُنَالِہَا تَقْوٰی مِنْکُمْ۔ تعظیم شعائر : وَمَنْ لِّعَظَمِ شَعَائِرِ اللّٰہِ ثَمَانِہَا
من تقوی القلوب ، اَغاز کتاب ہدی للمتقین وغیرہ۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ حصول تقویٰ، حقیقت تقویٰ، شرائط تقویٰ، طریق حصول تقویٰ۔ ازالہ موانع تقویٰ، تقویٰ فی الایمان باللہ و اسماہ و صفاتہ و انبیاءہ و کتبہ و ملائکہ و ایوم الآخر اور تقویٰ فی العبادات و المعاملات و الاخلاق و کیفیات القلوب اتنی ہی الاخلاص فی الدین کو بھی عقائد و فقہ کی طرح مدون کر دیا جائے۔ چنانچہ محدثین و صلحائے امت نے یہی کیا ہے۔ امام ترمذی کی کتاب الزہد و الرقاق پڑھیں۔ امام احمد کی

کتاب الزہد اگر نہ مل سکے تو کتاب الصلوٰۃ پڑھی جائے، تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔
 سورۃ واقعہ پڑھئے، اللہ تعالیٰ نے تین گروہوں کے نام لیے ہیں، وکنتم اذفاً
 ثلاثہ۔ اس کی تفسیر آگے ہے اول مقربین، اولئک حمداً مطلقاً برون۔ دوم اصحاب الیمین
 اور سوم، اصحاب الشمال۔ تیسرا گروہ اہل نار کا ہے۔ دوسرا گروہ عامۃ مسلمین کا اور پہلا خواص
 امت کا۔ نامائے ان کاں من المقربین فروع وریجات وحبۃ نعیم واما ان کاں من
 اصحاب الیمین نسلام لک من اصحاب الیمین، واما ان کاں من المکذبین الضالین
 فنزل من حمیم وتصلیتہ جحیم۔

اہل فن عام مسلمانوں کی کیفیت کو ولایت عامہ اور مقربین کی ولایت کو ولایت خاصہ
 کہتے ہیں۔ ولایت عامہ جو واللہ ولی المومنین (آل عمران) کا منشا ہے ہر مسلمان کو حاصل
 ہے اور اس کا مقاد نجات من النار اور دخول فی الجنۃ وولید برحۃ من العذاب
 ہے اور ولایت خاصہ جو واللہ ولی المتقین (جاثیہ) کا منشا ہے وہ لجد من النار بفضل اللہ
 حائماً اور دخول جنت فی الفور مع رضوان اللہ تعالیٰ، رضی اللہ عنہم ورضوانہ۔ اب معلوم ہوا
 کہ احسان کا درجہ ایمان سے اونچا ہے اور اس کے بے انتہا مدارج ہیں۔ مدارج قرب
 واقربیت کمالاً لا یخفی، جس طرح ایمان کا حصول شہادت پر مبنی ہے۔ احسان کا قرب کمال
 ایمان و تقویٰ پر ہے۔ اسی سے ان حدیثوں کے معنی مفہوم ہوں گے جن میں یہ آتا ہے :-
 لا یومن احدکم حتی یکون کذا، اور ایمان کی ستر شاخیں ہیں۔ الغرض ہمارے علمائے ظاہر
 نے صرف اس ایمان پر توجہ فرمائی ہے جو کفر کے بالمقابل ہے اور علمائے باطن نے اس کے
 بعد کی منزل کی رہبری کی اور درجات و مدارج قرب کی نشان دہی فرمائی۔

اب آپ کے تین شبہے ہیں : ۱۔ ذکر و شغل کے غیر ماثور طریقے ۲۔ بیعت کا

رسمی طریقہ - ۳۔ خوابوں پر اعتبار - ۴۔ توکل بالذوات - اول کی نسبت عرض ہے، کہ غیر ماثور طریقے ہرگز اختیار نہ کریں، مگر ماثور و غیر ماثور کی تحقیق کر لیں، اور بدعت شرعی کی حقیقت سمجھ لیں۔ بیعت کا رسمی طریقہ غیر ضروری ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ ہمارے بزرگوں کا ارشاد ہے۔ خوابوں پر اعتبار مبشرات کی حد تک ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور اللهم البشری فی الحیاة الدنیا والآخرۃ کی تفسیر میں وارد ہے۔ اس کے علاوہ خوابوں پر کوئی بھروسہ نہیں۔ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے :

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم !

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مردنقہ و حدیث و کلام و اسرار و رموز شریعت میں تصوف کی کتابوں میں ان کا پایہ ان کے دوسرے علوم کے مطابق نہیں ہے، اس لئے ان سے نہ گھبرائیے اور نہ ان کی صوفیانہ کتابوں کی طرف توجہ کیجیے۔

بالکل صحیح آپ سمجھے کہ طلب رضا اور اپنے ہر عمل میں طلب رضا کا شعور پیدا ہونا یہی اس طریق کا حاصل ہے اور جب خدا اور بندہ کے درمیان یہ علاقہ استوار ہو جاتا ہے تو صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو نسبت کہتے ہیں، اور قرآن پاک کی زبان میں اس کی تعبیر مجتہد و مجتہدہ اور رضی اللہ عنہم و رضوانہ کے لفظوں میں کی گئی ہے۔ یا ایہا النفس المطمئنة ارجی الی ربک راضیۃ مرضیۃ، ان ہی کے لئے نوید بشارت ہے۔

جزاک اللہ، خوب سمجھے نام و نمود کی خواہش جس کا شرعی نام ریا دُکوعہ ہے۔ یہ حقیقت عمل کی مُطل ہے۔ الریاء هو الشریک الخفی۔ کیونکہ اعمال خیر کی حقیقت، بتغاء مرضاة اللہ ہے اور جب اس میں شرکت ارضائے مخلوق اور طلب شہرت کی ہوگی تو شرک فی القصد ہو گیا۔

اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ کسر اب بقیۃ بحسبہ الظمان مائعہ اور کرماد اشتدات بلایہ
 اس جذبہ ریاء و تمسک کے قلع و قمع کے بغیر اخلاص فی الدین پیدا نہیں ہو سکتا اور مختصین
 لہ الدین کے سعادتمند گروہ میں داخلہ ممنوع۔ افرأیت من اتخذ اللہ حواء اسی ہوئی
 کے روکنے کا نام صوفیوں کی زبان میں مجاہدہ ہے۔ و منی النفس عن الہوی کا اشارہ اور
 ہی ہے۔

مجھے آپ کی زبان سے ان باتوں کو سُن کر بڑی خوشی ہوئی اور یہ کہنے کو جی چاہا،

آمد اں یارے کہ مامی خواہم

زادکم اللہ علماً ، قل رب زدنی علماً

آپ کے ذاتی حالات اور ارادے معلوم نہیں۔ میری آرزو سوائے اس کے
 کچھ نہیں ہے کہ یہ سچا انسان اپنے مخصوصین و محبین کو دین کی طلب اور خدمت میں مصروف دیکھے۔
 آپ نے جو باتیں لکھی ہیں۔ ان سب سے فائدہ کی امید ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کے
 رفقاء میرے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں، مگر میں تو ہمیشہ پوچھنے والوں کو اگر وہ نئے
 تعلیم یافتوں میں ہیں اس میں شمول کی اجازت دیتا ہوں۔ اب ایک مدت سے کوئی رسالہ مضمون
 نہیں پڑھا۔ اس لیے کسی کی نسبت کچھ رائے نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ اپنے بُرا کہنے والوں کا
 مضمون بھی نہیں پڑھتا۔

بسم اللہ کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں برکت دے۔ میں تو اپنے کو عمر کی
 اخیر منزل میں سمجھتا ہوں۔ ساٹھ سے جو اوپر ہوا ہے اس کی عمر کا پیالہ لبریز ہی کیجیے۔ اگر کوئی
 تسکین کا سرمایہ ہے تو آپ جیسے چند مجبین کا وجود ہے۔ استاذ مرحوم نے اگر دو تین یادگار
 تصدیقیں، جنہوں نے اُن کے کاموں کو چلایا تو مجھ جیسے ننگ سلف کے بعد بھی کچھ خدام دیں

بَلَّت باقی رہیں کہ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثواباً کا مژدہ تقویت روح کا باعث ہو۔ سلف کی راہ سے سر مو تباد نہ ہو، یہی اپنی وصیت ہے اور یہی زندگی کی آخری فرمائش۔

میں بھی ایک دارالتکمیل کے خاکہ پر غور کر رہا ہوں جو اسناد مرحوم کا آخری خیال تھا۔ اپنا بھی آخری خیال یہی تصور ہے۔ سرمایہ کی طرف سے بحمد اللہ اطمینان ہے، البتہ ایک کامل العلوم محدث و فقیہ کا جو یا ہوں، دیکھئے کون ملتا ہے۔

ادھر دنیا نے امسال حیدر آباد و بھوپال میں ایک ایک ہزار ماہانہ کی تھیلیاں پیش کرتی چاہیں۔ حیدر آباد کا کام مذاق سے باہر تھا، اس لئے معذرت کی۔ بھوپال کے کام سے بیک گو نہ ذوق ہے، اس کی پوری نفی نہیں کرتا۔ اور وہ دینی مناصب کی مناسب ترتیب۔ شاید کہ اسلامی ریاستوں کے لئے نمونہ بن سکے۔ نواب صاحب بھوپال نے یاد فرمایا تھا، عرض کیا کہ اگر مجھ سے اس ریاست میں دین کی خدمت کچھ ہو سکے تو سال دو سال کے لئے حاضر ہوں۔ والامریبید اللہ تعالیٰ۔

امسال ایک خانگی مصلحت کے سبب سے دسینہ کا قصد نہیں۔ مولوی مسعود علی صاحب ۱۵ اپریل سے ۱۵ جولائی تک وطن رہیں گے۔ آپ یہاں بھی آسکتے ہیں۔

اس دفعہ مولوی بختیاری صاحب اور شیخ عبداللہ صاحب جو آپ کے رفقاء جماعت میں ہیں، میری تقریروں اور گفتگوؤں سے بہت خوش ہوئے۔ بار بار کہتے تھے کہ آپ کے اور مولانا مودودی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ابھی بمبئی کی جمعیتہ العلماء میں مختصر خطبہ پڑھا تھا۔ بمبئی کے اخبار میں تو چھپا تھا، مگر آپ تک نہ پہنچا ہو۔ شاید مٹی کے معارف میں آئے۔

آپ کے اشتراکیت والے رسالہ پر چند مہمیدی صفحے لکھ کر سفر کو گیا تھا واپس آکر

طبیعت کا انشراح باقی ہے، سینہ میں درد کا نیا عارضہ پیدا ہو گیا ہے، جس سے طبیعت بے کیف رہتی ہے، اس لئے مقدمہ کا خیال چھوڑ دیا اور رسالہ کی اشاعت کی اجازت دے دی۔
 آپ پانچ سو کا پیاں لینا چاہتے ہیں۔ ہمارے یہاں اس کی قیمت نہ رکھی گئی ہے۔
 وسطہ فی صدی کمیشن پر آپ کو پانچ سو نسخے مل جائیں گے۔ مگر ریوے سے جانا مشکل ہو گیا۔
 شاید سواری سے جائے۔

سیرت محمد بن عبدالوہاب یہاں زیر کتابت ہے۔ اگر آپ چھپوانا چاہتے ہیں، تو کتابت کی اجرت بھیج دیجیئے، مسودہ اور کا پیاں جتنی اب تک لکھی گئی ہیں، آپ کو بھیج دی جائیں یا مکن کر کے بھیج دی جائیں، اب تک چالیس صفحے لکھے گئے ہیں۔ جلد فیصد سے مطلع کیجیئے۔
 مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ قدیم حلقہ "جو آج سے پچھلے دین کی حفاظت کا ذمہ دار تھا، تجدّد کے سیلاب میں بہہ جانے کو آمادہ ہے۔ مولانا سندھی اور ان کے معاصرین و ملاحین و متاثرین کا رنگ کھلتا جاتا ہے۔ کچھ لوگ ابھی قدامت عہد پر باقی ہیں۔ مثلاً مجلس علمی ڈابھیل کے ارکان۔ مولانا مناظر صاحب نے بھی آپ سے زیادہ سخت تنقید لکھ کر برہان کو بھیجی تھی، مگر غیر موثر رہی۔ اصل تحریر میں نے حیدر آباد ہی میں مولف کے ایماء سے پڑھی تھی۔ سنا ہے کہ منشور دہلی میں وہ چھپ بھی گئی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تعبیرات ایسی نازک ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان پل صراط کا فرق رہ جاتا ہے۔ مولوی اکبر الیم سے ندوی حجتہ اللہ البالغہ کا انگریزی ترجمہ کرنا

لے آفاق سے وہ مقدمہ حضرتہ الاساذ کے کاغذات میں مل گیا ہے اور اشتراکیت و اسلام کے تیسرے ادیشن کے ساتھ تبرکاً شائع ہو گا۔ ۱۷۹۰ دقہم کے رفیق درس۔

چاہتے ہیں۔

محمد اللہ ندوہ کی مالی و تعلیمی و مذہبی و ظاہری حالت قابل اطمینان ہو رہی ہے۔ افسوس کہ مولوی ابوالحسن علی صاحب مستقلاً قیام نہیں کرتے۔ ان کی آمد و رفت سے خلل پڑتا ہے۔ مگر وہ بھی ضروری کام کر رہے ہیں۔ حافظ عمران خان صاحب نے امسال ہزار کو فتح کیا ہے۔ ایک ماہ کا دورہ کیا۔ بیسیوں تقریریں کیں اور تین ہزار کا چنڈہ لائے۔

یاں بھائی! جہرۃ کی عبارتیں دیکھیں۔ آپ کے شبہات صحیح ہیں۔ یہ مولانا فراہی کی ابتدائی تصنیف ۱۹۰۴ء میں غالباً لکھی گئی تھی۔ پھر قلم منجھتا گیا، پھر بھی اس کی عربیت کافی بند ہے۔ یہی چند الفاظ اور محاورے ان کے قلم پر چڑھ گئے ہیں۔ کیا کتاب جہرۃ واپس بھیجی جائے؟ ...

ہندوستان کی سرزمین (میں) صحابہ کی خبر کا حال مجھے نہیں معلوم۔ تاریخ الہی کا آغاز البر کے سنہ جلوس (سے ہوا)۔

مجھے حضرت مجدد کی جہانگیری صلح کا حال معلوم نہیں۔ کچھ بے بنیاد بات معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ مشکوک عبارتوں (زبان کے لحاظ سے)، پریشان لگا کر راقم نے جہرۃ کا نسخہ حضرت الاستاذ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ ۲۔ یہاں ایک خالص نجی معاملہ کا ذکر ہے۔

۳۔ سرزمین ہند میں صحابہ کا اثبات ہے۔ راقم کے ایک دوست نے تاریخی شہادت بھی نکال دی تھی۔ مگر وہ یادداشت گم ہو گئی۔ عاجز نے استاذ مرحوم سے دریافت کیا تھا۔

۴۔ عام طور پر یہ مشہور ہے اور متعدد اہل قلم نے اپنے مقالات میں اس کا ذکر کیا ہے کہ حضرت مجدد صاحب کی جہانگیری سے چند خاص شرطوں پر صلح ہوئی تھی جیسے ذبح بقرو کے امتناعی حکم کی منسوخی وغیرہ۔ اب تک اس کا تاریخی ثبوت نہیں مل سکا۔

حضور کی بعثت کی تعبیر صحیح ہے۔ ایک خود حضور کی بعثت۔ پھر حضور کی امت کی بعثت۔
سائر الامم کی طرف بحکم گنتہ خیر امتیٰ آخر جہت للناس۔ والسلام

سید سلیمان یکم اپریل ۱۹۴۵ء

نمبر ۱۵۵ اب دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیز گرامی دعا ہائے خیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مکتبہ جماعت اسلامی کو انٹراکٹ کے سونے حسب طلب بھیجے گئے ہیں۔

آپ کے لئے سات نسخے ہدیہ جارہے ہیں، جن رسالوں میں آپ کو کتاب بغرض تنقید بھجوانی ہو ان کے نام لکھ بھیجئے۔

عبدالوہاب کی کتابت اور طباعت یہاں اب نہیں ہو سکتی۔ کنٹرولر نے ۴ ماہ کے لئے ہمارے لئے معارف کے سوا ہر نئی کتاب کے لئے حکماً کاغذ بند کر دیا ہے۔ مجبوری ہے۔ کیا کتاب مع ۴ صفحات کی کاپی کے آپ کو بھیج دوں؟ آپ کی خیریت کا دعاگو
آپ کی رقم نکال کر ہلالی وظیفہ میں داخل کر دی جائے گی۔ والسلام

سید سلیمان ۲۸ اپریل ۱۹۴۵ء

مے خاکسار نے اپنے شفیق اساذ ذاکر شیخ تقی الدین الہادی مظہر رحمہ کی زندگی اور سلامتی بھی اس وقت قیام جرمی کے باعث مشکوک تھی، مے نام پر دارالعلوم میں ایک ادبی انعام (جائزہ ہلالیہ) کی پیش کش کی تھی۔ تجویز یہ تھی کہ رسالہ ادب عربی کے ہفتہ ۲۱۱۱ علامہ

نمبر ۱۰۸ دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم دام رشدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کارڈ ملا، خطبہ تاریخی کی پسندیدگی اور نا پسندیدگی کے نقاط معلوم ہوئے۔ مسائل میں تفریط جس طرح مذموم ہے، افراط بھی اسی طرح قبیح ہے ایاکم والغلو فی الدین و فی الکتاب، لا تغلوا فی دینکم۔

موسیقی سے میری مراد ظاہر ہے کہ صرف غنا اور تغنی ہے۔ موسیقی فن تقاطیع اصوات کا نام ہے جس سے کن پیدا ہوتا ہے اور لقد اوتیت مزامیراً من مزامیر حداد کی شان نمودار ہوتی ہے۔ ومن لم ینفخت بالقرآن فلیس منا کی تنبیہ بھی موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع ہواری و جاریات و اما شید شعراء کی روایات صحیحہ موجود ہیں۔ اور خصوصاً اوقات نکاح میں غنا کا استحباب ثابت ہے۔ العرق بین الحلال والحرام الصوت کی حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے۔ بہر حال مقصود اس غنا کی غفلت اور لہو الحدیث کی مہربیت نہیں، بلکہ مسئلہ کو اپنی جگہ پر رکھنا ہے۔ بے شبہ تین وقتیات اور معنی و معنیات پیشہ ور کے وجود کو اسلام نے پسند نہیں کیا ہے۔ یہی حال دیگر فنون لطیفہ کا ہے کہ ان کا اشکثار اور ان کی طرف شدت انہماک ممنوع ہے۔ شعر کی برائی قرآن و حدیث میں ہے۔ اور آپ نے اس کو سنا بھی ہے اور حکم بھی دیا ہے کہ شعرائے کفار کا رد کیا جائے۔ تعمیر کی برائی بھی آئی ہے۔ اور من بنی فلہ مسجد بھی ہے۔ ان دونوں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ بقدر ضرورت جائز اور اشکثار و شدت انہماک ناجائز اور ذی روح کی تصویر تو قطعاً گناہ ہے۔ یہ تمدن اسلامی کا جزو اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح کوئی شراب سازی کو بنائے۔ لیکن غنا، تو

وہ تو اعراس و اعیاد میں کم از کم مُباح ہے۔ دونو کا حال یکساں نہیں۔

بے شبہ مسئلہ غنا میں احناف و اہل عراق کا مسلک بہت سخت ہے، لیکن اہل مدینہ اور اہل حدیث اس قدر سخت نہیں۔ آپ مسئلہ کی تحقیق کریں، اور ابن حزم اور دیگر اہل حدیث جیسے ہندوستان میں نواب صدیق حسن خاں کے اقوال پڑھیں۔ ان کی کتاب دلیل الطالب میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہے۔ یہ تفصیل آپ کی اہل حدیث میلان طبع کی تحقیقی دُپٹی کے لئے لکھ دی ہے، ورنہ حق آپ کے ساتھ ہے۔ مجھے لکھتے وقت بھی یہ فقرہ کھٹکا تھا مگر بے پروائی سے رہ گیا۔ یہ نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ باطل کی تھوڑی سی رواداری بھی ضرور سے خالی نہیں، تاہم یہ خیال میں رہے کہ شعر کی ناپسندیدگی سے جس طرح عروض اور فنون شعر کو آپ برا نہیں کہہ سکتے اور نہ تعمیر کی ناپسندیدگی سے علم بناء و ہندسہ حرام ہے، یہی حال فن تقاطیع اصوات کا ہے، اور جس طرح شعر کے حسن و قبح پر حضرت عائشہ کا تبصرہ حسن و قبح قبیح نہایت جامع ہے۔ ایسے ہی غناء و تغنی کا حال ہے۔ پیشہ حرام، اس کی کمائی حرام، اس میں انہماک حرام، تجوید قرآن میں صحت فحارج علامہ تحفیان صوت کے قواعد کافی الجملہ لحاظ ہے، گو اس میں تکلف و تشدق حرام دیکھیے جس طرح عبارت بلیغ و فصیح جائز، لیکن عبارت و کلام میں تکلف و تشدق و تصنع ناپسندیدہ، بلکہ منہی و ممنوع، لیکن اس کے فن فصاحت و بلاغت و بدیع و سجع و قافیہ حرام نہیں، فلیتنبہ، امید ہے کہ آپ میرے مغز سخن تک پہنچیں گے اور خیال میں اعتدال پیدا کریں گے۔

دوسرا مسئلہ وطنیت کا ہے۔ ابھی تک آپ نے شاید اس کی حقیقت کی تعیین کی

سے آل انڈیا مہٹری کانفرنس، مدراس کے شعبہ اسلامی تاریخ کی صدارت کرتے ہوئے حضرت الاستاذ نے مسبقی کو بھی مسلمانوں کے خدمات فنون لطیفہ میں شمار کیا تھا۔ خادم نے اس پر توجہ مبذول کر لی تھی۔

کوشش نہیں کی ہے۔ اپنے وطن سے انس و محبت امر طبعی ہے اور شرع شریف نے اس جذبہ کی ممانعت نہیں کی ہے اور حنین الی الاوطان کی نہی وارد نہیں۔ ہذا جبل محبت و محبتنا او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم اس پر شاہد ہے اور وطن سے بلا ضرورت سفر کی نہی مروی ہے۔ الغرض وطن کی محبت اور اس کی طبعی اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی واقعی خوبیوں کی قدر خلاف شرع نہیں۔ ورنہ ان تمام ائمہ اعلام کی نسبت آپ کیا فیصلہ کریں گے جنہوں نے اپنے اپنے شہروں کے فضائل اور اخبار و حوادث تاریخ جمع کئے ہیں۔ تاریخ دمشق ابن عساکر اور تاریخ بغداد خطیب وغیرہ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ کو اپنے وطن بہار سے جو انس و مناسبت و محبت ہے، وہ دوسرے صوبوں سے نہیں، اور اس کے فضائل پر تصدیق خوانی کر چکے ہوں گے یا کر سکتے ہیں۔

وطنیت نام ہے، وطن کو حقوق انسانی اور ریاست سلطانی میں مرکز تقسیم ماننے اور 'میر وطن' اور 'میری قوم' کے نعرہ کو دوسرے ممالک اور اقوام پر غلبہ و استیلاء اور حکم کے لئے دلیل بنانے اور عدل و انصاف کی راہ میں اس کو مابہ الامتیاز قرار دینے کا اور اس کے لئے کفر و شرک اور مراحم کفر و شرک کی تقدیس و تمجید، اور اہل وطن کو خواہ وہ کافر و مشرک ہوں اہل دین پر ترجیح دینے کا غرض وطن کو مدار حکم بنانا، یہ ہے وطنیت جس کی ممانعت ہے۔ نہ کہ کسی کا اپنے وطن کے بعض فضائل کا اعتراف و بیان، ذرا سخاوی کی مقاصد حسنہ میں حب الوطن من الایمان پر نوٹ ملاحظہ کیجئے۔ معناه صحیح وان کان لا اصل له لفظاً، کما اشارت الیہ الآیۃ وقد اخبرنا

۱۔ اس باب میں حضرت امین کا بیان واضح تھا، البتہ خطبہ کے اسلوب بیان سے غلط فہمی ہو سکتی تھی اس لئے توضیح کی درخواست کی گئی۔

اب آپ کے تیسرے شبہ پر آتا ہوں۔ میری نسبت اتنی بدگمانی تو آپ کو نہیں ہو سکتی کہ میں عربیت کے ذوق سے کورا ہوں۔ ابھی مولانا مناظر صاحب کی تعلیم و تربیت کی تنقید میں آزاد بلگرامی کی عربیت پر میری رائے آپ پڑھ چکے ہیں۔ میں نے ان کو ہندوستان کا سب سے بڑا عربی شاعر و سحت کلام کی بنا پر کہا ہے، کیا ان کے علاوہ آپ نے ہندوستان کے کسی شاعر کا ان سے پہلے کوئی چھوٹا سا عربی دیوان بھی دیکھا ہے؟ پھر جس نے مثنویوں کے علاوہ جس کے بھی متعدد حصے ہیں دس دیوان یا دگڑ چھوڑے ہوں اُس کو ہندوستان کا سب سے بڑا عربی شاعر نہیں کہیں گے؟ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ کے اشعار و قصائد بھی آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے، ان کی نظم کو حجۃ اللہ کی نثر سے تول کر دیکھیے، کہ جس کی نثر ایسی ہے، اُس کی نظم کیسی ہے؟

”تَحَرُّبٌ وَتَعْصِبٌ لِلتَّحَرُّبِ“ مدارس کی طرح جماعات کا بھی پسندیدہ نہیں۔ بَعْضُكَ لِلشَّيْءِ لَيْحِي وَبَعْضٌ وَلِذَلِكَ حُبُّكَ لِلشَّيْءِ لَيْحِي وَبَعْضٌ لَيْحِي وَبَعْضٌ لَيْحِي۔ ٹھیکہ اسلامی سیاسیات عملاً غلبہ و استیلاء اور منفع و دہن و انحلال ہر دو موقعوں پر یکساں نہیں ہے۔ قبل الفتح و بعد الفتح کی سیاسیات یقیناً الگ تھیں۔ آپ کی جماعت جس کام کے لئے کوشاں ہے اُس کی کامیابی کا بندہ بھی خواہاں ہے۔ اور اگر مجاہد نہیں تو داعی مجاہدین ہے۔ مگر عظمت کے بغیر تنہا نظریت میں شدت افراط و تفریط سے خالی نہیں۔ مدامت ناجائز ہے، مگر مہادنت جائز ہے۔ ہندوؤں کے خوش کرنے کے لئے اسلامی نظریات سے اعراض کفر ہے، لیکن ہندوؤں کے ساتھ انصاف برتنا اور وطن کے

مختلف عناصر میں صلح و معاہدہ خلاف شرع نہیں، اور نہ بحکم شرع اُن سے حسن مفاہمت اور حسن مجاورت و محابلت ممنوع ہے۔

وحدۃ الوجود کے باب میں آپ نے کئی دفعہ پوچھا۔ وحدۃ الوجود کی کئی تشریحات ہیں، اور ان کے اختلاف معنی کی بنا پر حکم بدل جاتا ہے۔ انہی میں سے ایک وہ ہے جس کو جاہل صوفیہ مانتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ خالق و مخلوق میں فرق اعتباری رہ جائے، بلکہ ہر مخلوق کو دعوائے خالق ہی ہو جائے۔ سو یہ تمام ترکِ کفر ہے اور اس کا ماخذ نیو افلاطینت معلوم ہوتی ہے۔ اور ہندوؤں کا فلسفہ بھی اسی قبیل کا ہے۔ ہندوستان میں یہ مسئلہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی روایت کے مطابق آٹھویں صدی میں آیا ہے، درنہ حضرات چشت کے کلام میں حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین بکری سے لے کر حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین رحمۃ اللہ کے ملفوظات میں اس کا ذکر یاد نہیں آیا۔ مجدد الف ثانی، مولانا شاہ ولی اللہ صاحب، مولانا اسماعیل شہید وغیرہ وحدۃ الوجود یا وحدۃ شہود کی جو تشریح کرتے ہیں اُس کا مقصد مسئلہ قیومیت کی تفصیل ہے۔ انت قیوم السموات والارض ومن فیہن، حدیث صحیح میں وارد ہے، اور اس کی تشریح بر مذاق وحدۃ الوجود یہ ہے کہ ساری مخلوقات اپنے وجود و بقا میں ہر آن اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں، جس طرح وہ اپنے خلق میں محتاج تھیں انتم الفقراء سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری حقیقت فقر محض ہے اور اللہ هو الغنی سے ظاہر ہے کہ وہی غنی ہے۔ فقر کے دوسرے معنی عدم کے ہیں۔ ہماری حقیقت عدم ہے جس میں وجود یا کسی صفت کی نیرنگی اُسی ذات غنی کی صفات کے ظلال ہیں۔ ظل کی حقیقت عدم ہی ہے۔ عدم نور کا نام ظل ہے، تاہم کسی ظل کا وجود اصل کے بغیر نہیں ہوتا اس لئے ظل کا وجود اپنی ذات میں ہم معنی عدم ہے، لیکن اصل کے پر تو سے وجود کا ایک وہی نقش پالتیا ہے۔ یہ ان حضرات کا وحدۃ الوجود ہے۔ گو کہ ہمارے نزدیک حضرت مجدد صاحب کا

یہ مسلک اخیر مسلک نہیں۔ اخیر مسلک وہی وحدۃ التمزید ہے جس پر شرع وارد ہے۔ کما فی المکتوبات۔
ہمارے حضرات کے یہاں وحدۃ الوجود کا تصور ایک حالی کیفیت ہے، جس کی
نظر میں اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت و جلالت اتنی چھا جائے کہ ساری مخلوقات اس کی نگاہوں
سے چھپ جائیں، جیسے آفتاب کے طلوع سے سارے ستارے چھپ جاتے ہیں، مگر معدوم
نہیں ہوتے، جیسے مجنوں کا یہ قول تمثیل لی لیلیٰ لکل سبیل۔

جس وحدۃ الوجود کو ہم نے فلاسفۃ افلاطونی کا خیال کبھی کہا ہے یا ہندوؤں سے ماخوذ
تباہ ہے وہ یہ ہے کہ ذات الہی ہی پھیل کر عالم بن گئی ہے۔ جیسے انڈا ہی چھٹ کر چوزہ بن جاتا ہے۔
یہی خیال ہے جو ایک رباعی میں خیام کی طرف منسوب ہے :

حق جان جہاں است و جہاں تملہ بدن ارواح و ملائکہ حواس اس ایں تن

افلاک و عناصر و موالید اعضاء توحید ہمیں ست و گمراہ ہمہ فن

آپ نے سچ کہا مولانا شبلی کی پیش گوئی کہ آخر دیوبند بھی کب تک دیوبند رہے گا۔

برہان والوں کے مضامین نے اسی کا ثبوت بہم پہنچایا۔ حضرت شاہ صاحب کے ان ہی خیالات
کی اس تشریح کو اگر مرید اور شبلی کا قلم بیان کرے، تو بے دینی، اور اگر فضلائے دیوبند لکھیں،
تو عین دین۔ بسوخت عقل زحیرت کہ اس چہ ہوا لعلی ست۔

۱۔ حضرت مجدد کا مسلک اس باب میں بالکل واضح ہے۔ جن حضرات کی دسترس مکتوبات تک نہ ہو وہ ڈاکٹر
برہان احمد فاروقی کی کتاب حضرت مجددؒ کا تصور توحید (CONCEPTION OF TAUHID) ^{MUJADDIDS} پڑھ سکتے ہیں۔

۲۔ سید احمد صاحب اکبر آبادی نے مولانا سندھی کی مدافعت میں ان کے تمام افکار و نظریات کی تائید کی، اور
حضرت شاہ صاحب کی طرف ان کی نسبت پر زور دیا۔

آپ مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں اپنے قلم سے شاہ صاحب کے حقائق کی تشریح کروں
 آپ کو معلوم نہیں کہ میری صحت کا کیا رنگ ہے۔ ادھر دو ماہ سے ایک بج کی شب و روز
 بیمار واری میں رہا جو تب محرقہ اور نمونیا میں گرفتار تھی۔ بارے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اب
 ایک عشرہ ہوا کہ عاصم میاں کے گھر میں ولادت ہوئی۔ زچہ بخار میں پڑی ہے کل ۱۰۳ تھا۔
 اللہ تعالیٰ فضل مزید فرمائے۔ والسلام

بید سلیمان

۱۰ مئی ۱۹۲۵ء

نمبر ۶۸۲ دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیر القلب زادکم اللہ تعالیٰ علماً و سعناً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ میرے لمبے لمبے خطوط سے گھبراتے ہوں گے، یا
 شاید لمبے پڑھے ہی ٹوکری کے نذر کر دیتے ہوں، اگر ایسا ہے تو لکھ دیجئے تاکہ میرا اور آپ کا
 وقت نہ بکے۔ میرا مقصود اخلاص اور شفقت کے سوا کچھ نہیں، واہ واہ کا مزا بہت اٹھا چکا،
 اور اب یہ رنگ دل سے اتر چکا۔ اب تو آہ آہ کا دوسرے اور اپنی کھلی تباہی کا ماتم اور آندہ کی
 فکر درپیش ہے۔

مغلوں سے پہلے کی تاریخیں صرف تین چار ہیں۔ طبقات فیروز شاہی و ناصری، سراج
 عقیف اور ضیاء الدین برنی۔ دو چھپی ہیں۔ اور سیرت فیروز شاہی قلمی پٹنہ میں ہے۔ مبارک شاہی بھی

چھپی ہے اور حقیقی شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تاریخ قلمی ہے۔ ان میں مذہبی حالات شاذ ہیں۔ مغلوں سے پہلے یہاں کے مسلمان دیسے ہی تھے جیسے خراساں و ترکستان کے مسلمان۔ دانشمندان فقہ کی تقلید عام تھی اور صوفیہ میں زہد و عبادت و قناعت تھی۔ فلسفیانہ تصوف پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس کا آغاز علاء الدولہ سمنانی سے ہوا ہے اور محی الدین ابن عربی کے خیالات پھیلنے لگے ہیں۔

بدعات کے دو سلسلے چٹھے ہندویت اور ایرانی شیعیت دونوں مغلوں کے عہد میں پھوٹے ہیں: ان سے پہلے اجمیر کی عالمگیری بھی نہ تھی۔ یہ تو راجپوتانہ میں مغل ریاست کا مرکز مذہبی رُوپ میں اکبر نے پایادہ سفر کر کے پیدا کیا، اس سے پہلے کی کوئی چیز وہاں نہیں۔ مغل عہد میں اسلام کی غربت کا حالی بدایونی، مکتوبات مجدد الف ثانی اور دلبتان المذاہب سے معلوم ہوگا۔

شاہ صاحب کے خاندان کے یہ واقعات امیر الروایات موسوم بہ ارواح ثلاثہ سے معلوم ہوں گے۔ امیر خاں مولانا قاسم نانوتوی کے خدام میں تھے اور اکابر کے حکایات و واقعات کے سب سے معتبر راوی سمجھے جاتے تھے۔ ان کو واقعات و حکایات مع اسناد کے یاد تھے۔ ان کے یہ حکایات مولانا طیب صاحب وغیرہ نے یکجا کر کے شائع کئے ہیں۔ ان میں یہ باتیں ہیں۔

آپ جو غریبۃ الاسلام فی الہند لکھنا چاہتے ہیں وہ بے سود کام ہے، ایسی

لے راقم کی زیر ترتیب عربی کتاب (غریبۃ الاسلام فی الہند) جو بعد میں (تاریخ الدعوة الاسلامیہ

فی الہند) کے نام سے مکمل ہوئی۔ اس کا مختصر چھپ کر شائع ہو چکا ہے (نظرۃ اجمالیۃ فی تاریخ الدعوة) اصل کتاب بھی الشاء اللہ جلدی ہی شائع ہوگی۔

غربت تو کہاں کی نہیں لکھی جاسکتی ہے۔ شام و عراق و مصر بلکہ حجاز تک کی لکھی جاسکتی ہے۔
اب انگلوں کے محاب ٹوٹنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس زمانے کے مسلمانوں کے عیوب کھولے،
اور اصلاح کیجیے، بلکہ تاریخ کے گذشتہ دفتر کھنگالنے سے آج کوئی فائدہ نہیں۔ ربنا اغفر لنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔

میرت عبدالوہاب کا مسودہ بھیجا جا چکا۔ رسید کا انتظار ہے۔

سید سلیمان ج ۴ ج ۲ ۱۳۶۴ھ

میرٹھ، کوٹھی ڈپٹی سید حسن (حسین)

عزیز گرامی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں اس مدت سفر میں ہوں۔ عزیزی سید حسین کا تبادلہ جو پورے میرٹھ ہو گیا ہے، وہ
باصرار اپنے ساتھ یہاں لائے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا یوں بھر میں آول ہے۔ چند روز قیام
رہے گا۔ آپ کا خط یہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے ابھی آپ کو میرے دوسرے خطوط نہیں ملے۔
یہ آپ کو کیوں شبہ ہوا کہ مجھے آپ سے یہ سو عظمیٰ ہے کہ آپ کو میری عربیت سے شبہ ہے۔
اس کے ازالہ کی کوشش کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

آپ کا قیام ندوہ میں ہر وقت ممکن ہے۔ اُوپر الندوہ کا دفتر اچھا ہے، وہ مل سکتا ہے۔ باورچی خانہ میں مدرسین کے ضمن میں انتظام ہو سکتا ہے۔ میں نے مولوی عمران خان صاحب کو لکھ دیا ہے۔ آج کل وہ دارالعلوم کے وظائف کے لئے بعض کامیاب تجارتی سکیم چلا رہے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک شعبہ مویشیاں بھی ہے۔ گائیں اور بھینسیں لی گئی ہیں جن کا دودھ دہی وغیرہ طلبہ و مدرسین کے کام آتا ہے۔

مولوی علی صاحب اپنی جماعت دینی کا کاروبار بھی دارالعلوم میں چلا رہے ہیں، اور محمد اللہ کہ شہر و اطراف اس سے متاثر ہے۔

آپ کا رسالہ استدراک بر سندھی معلوم نہیں کہاں سے ملے گا۔ اس کا ایک نسخہ مولانا مناظر صاحب گیلانی کے پاس گیلانی ڈاکخانہ بریگہ ضلع منوگیر کے پتہ سے ہدیہ یا قیمتاً جلد بھجوا دیجیئے۔ آپ نے ان کا ریویو بر سندھی شائع شدہ منشور دہلی پڑھا ہے۔ برہان والوں کے پاس بھیجا تھا۔ انہوں نے نہیں چھاپا، تو منشور میں چھپا۔ اس کا جواب اُس میں ابوالنظر امروہی یکے از منتظرین دے رہے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ مئی ۱۹۴۵ء

۱۔ جالندھر سے وطن جاتے ہوئے، راقم کچھ دنوں ندوہ کے کتاب خانہ سے استفادہ کرنا چاہتا تھا۔
 ۲۔ حکیم ابوالنظر امروہی فاضل دیوبند — مولانا سندھی کے نظریات کے مداح اور داعی۔

اعظم گدھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ میرا ارادہ ۱۰۔ یا ۱۱ جولائی کو بمبئی ہو کر سورت کا ہے۔ اس کے لئے
 یا تو ۸ کو لکھنؤ یا ۷ کو پٹنہ ہو کر گیا یا منٹل سرا ہو کر جانے کا ہے۔ اس لئے اگر آپ ۶ تک پہنچ
 جائیں گے تو ملاقات ہو سکتی ہے۔ یا لکھنؤ ہو کر سفر ہوا تو لکھنؤ میں ملاقات ہوگی۔ آپ ۸،
 ۹ تک لکھنؤ میں میرا انتظار کر کے پٹنہ جائیں۔

آپ کی صحت اور طمانیت خاطر کا داعی ہوں۔

عزیزی سلمان کو دعا کہہ دیجیے۔ اُن کا خط ملا کہہ دیجیے کہ ہم لوگ رمضان میں
 یہیں رہیں گے وہ یہیں آئیں۔ مفتی سعید صاحب کے ساتھ آجائیں۔ سفر کے لیے روپیہ
 مولوی کلیم احمد صاحب سے حساب سے لے لیں۔ والسلام

سید سلیمان ۳ جولائی ۱۹۴۵ء

اعظم گدھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ میں ۱۹ رمضان سے سخت خطرناک دورہ قلب میں مبتلا تھا۔ ایک

۱۲ سلمان میاں سلمہ اللہ اس وقت ندوہ کی ابتدائی جماعتوں میں زیر تعلیم تھے۔ راقم ندوہ میں مقیم تھا۔

ہفتہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مہلت عنایت فرمائی کہ تلافی مافات کر سکوں۔ آپ حضرات کے مشورے بسر و چشم قبول۔ مگر جہاں عیوب اور خرابیاں بتائیں، اصلاحات کی نوعیت سے بھی آگاہ کریں، صرف خرابیوں کے اظہار سے فائدہ نہیں۔ قابل و لائق اشخاص کے نام بھی بتائیں۔

سلمان سلمہ مفتی صاحب کی نگرانی میں رہیں گے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۰ شوال ۱۳۶۴ھ

میرٹھ بذریعہ ڈپٹی سید حسین صاحب

عزیز مکرم دام توفیقکم

السلام علیکم۔ بالفعل یہاں آگیا ہوں اور نومبر بھر تو رہوں گا۔ میری صحت پہلے سے بہتر ہے۔ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے مشورہ سے ایک انجکشن لے رہا ہوں۔

آج کل خطوں پر بسیم اللہ لکھنا خلاف احتیاط معلوم ہوتا ہے۔ والاصر الیل

والسلام

سید سلیمان ۴ ذیحجہ ۱۳۶۴ھ

میں ندوہ میں ڈیڑھ ماہ عارضی قیام کے بعد عاجز نے اپنے تاثرات لکھ بھیجے تھے۔

سے سلمان میاں، پہلے حافظ عمران خاں صاحب کی نگرانی میں رہتے تھے۔ اس باب میں بھی راقم نے تبدیلی نظم کی

درخواست کی تھی۔ سے مفتی محمد سعید صاحب ندوی اعظمی (مدرس دارالعلوم)

میرٹھ نذریہ رحیم صاحب ڈپٹی کلکٹر

بزرگم شفاکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، فقیر محمد اللہ مع الخیر ہے۔ آپ کی علالت چشم کا حال سن کر افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو زمانہ کی چشم بد سے محفوظ رکھے۔ امید ہے کہ مزید کیفیت اور معائنہ طبی کے نتیجہ سے مطلع فرمائیں گے۔

دعا گو ہوں کہ آپ کے دست قلم کی قوت مسلمانوں کی خیر میں صرف ہو۔ والسلام

سید سلیمان ۲۰ ذیحجہ ۱۳۶۲ھ

میرٹھ

عزیز مکرم شفاکم اللہ تعالیٰ من العین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ ملا۔ افاقہ کی بشارت ملی۔ ثنائی خستگی کامل صحت عطا فرما کر دین کی خدمت کی مزید توفیق سے بہرہ ور فرمائیں۔

میں دسمبر بھر اور شاید اوائل جنوری بھی یہیں گزاروں۔ اس کے بعد لکھنؤ ہو کر اعظم گڑھ

اور مارچ کے آخر تک شاید دہلی، والہم عند اللہ۔

میں بھی اعظم گڑھ سے دور ہونے کے باعث الکشنوں کے بہرہ گرد و غبار سے محفوظ

رہا۔ ابھی دیوبند گیا تھا۔ ایک دن رہا۔ مدرسہ کانگریس کا قلعہ بن رہا تھا۔ حسن نیت اور اخلاص پر اعتماد ہے، مگر مدارس کا اس کشاکش میں پھنسنا کسی طرح علم اور دین کے لئے پسندیدہ نہیں۔ ایک طرف سے علی گڑھ کے طلبہ لیگ کا علم لے کر اور بالمشاقیل دیوبند کے طلبہ کانگریس کا تھنڈا لے کر صوبہ بھر میں پھیلے ہیں۔

علی گڑھ یونیورسٹی گیا تھا۔ آپ کی جماعت کے بعض پر جوش ممبر ملے۔ اچھا کام کر رہے ہیں۔ منجھ سے جو کچھ بنا، میں نے بھی عرض کر دیا، کہ اس سے بھی ایک قدم منزل آگے ہے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۰ محرم ۱۳۶۵ھ

میرٹھ

عزیز مکرم اسدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کی صحت کی خبر سے خوشی ہوئی۔ آپ کے دونوں کارڈ ملے۔ جس امر کو آپ نے دریافت کیا ہے، میرے علم میں نہیں۔ آپ دارالعلوم میں کسی کو خط لکھ کر یہ کہیں کہ وہاں کتب خانہ میں کتاب الاداٹل للعسکری میں دیکھ کر آپ کو مطلع کریں، شاید اس میں مل جائے، یا پھر شاہ معین الدین صاحب ندوی سے پوچھیں۔ انھوں نے تاریخ بنی امیہ لکھی ہے ان کو معلوم ہوگا۔

یہاں بھی سردی تیز ہو رہی ہے۔

علماء بیچارے کیا کریں، کچھ نہ کریں تو بھی قابل الزام، ادھر کریں تو بھی اور ادھر کریں
تو بھی ملامت کا نشانہ بنیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۱ محرم ۱۳۶۵ھ

۱۱۷

میرٹھ

انھی العزیز ادام اللہ سعدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، الحمد للہ مع الخیر ہوں، اب کل یہاں سے مشرق کی سمت
حرکت کر رہا ہوں۔ ابھی تو لکھنؤ جا رہا ہوں۔ حیدر آباد سے وہاں کے صدر المہام امور مذہبی
مدرسہ کے معائنہ کو آرہے ہیں۔ دارالمصنفین کی ایک شاخ کے طور پر مدرسہ دارالعلوم کی
زمین پر دارالتکمیل کی عمارت اور رزقا کے قیام کی تجویز اس وقت سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ
کامیاب فرمائیں۔

معارف میں دارالحرب میں سود کے مسئلہ پر جو کچھ چھپ رہا ہے وہ مولانا ظفر احمد صاحب
کے جواب میں ہے۔ اُمید ہے کہ مولانا محدود اس کا جواب دیں گے، جس سے شبہات کا
ازالہ ہو جائے گا، مگر اس سے صاحب مقالہ کے باب میں آپ کا سوء ظن صحیح نہیں۔ اور

۱۷ مولانا مناظر احسن گیلانی کا مقالہ 'سود' کے جواز پر چھپ رہا تھا۔

اِنَّ كِبْرَ الْفَلَاحِ اِنَّہٗم کی تردید کی بناء پر ایسے فیصلہ میں احتیاط ضروری ہے۔ یہ مسئلہ تو ان کا نہیں، یہ تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے۔ اگر آپ اس کو صحیح نہیں سمجھتے، تو جواب لکھیں کہ دوسروں کا بھلا ہو۔ مولانا تھانوی نے بھی اس خیال کے رد میں کئی رسائل لکھے ہیں، جو مطبوعہ و شائع ہیں۔ یہ حقیقت میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتویٰ کی تردید میں ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت کسی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ میری نظر سے یہ نہیں گذرا۔ مہتمم سالمین غامنین۔

قصص النبیین جزء ثالث میں آپ کا مقدمہ پڑھا۔ مولوی علی میاں صاحب ایک دن دلی سے یہاں آئے تھے۔ والسلام

سلیمان ۴ صفر ۱۳۶۵ھ

نمبر ۵۱۰ دار المصنفین اعظم گڑھ مورخہ ۵ فروری ۱۳۶۵ھ

عزیز مکرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ۲۰ روز لکھنؤ رہ کر ۳۰ جنوری کو اعظم گڑھ پہنچا۔ بحمد اللہ کہ

۱۔ ایک صاحب قلم نے لکھا تھا کہ یوسف علیہ السلام ایک غیر الہی نظام میں وزارت کے منصب پر فائز تھے۔

۲۔ قصص النبیین الاطفال مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی۔

مدرسہ کی مذہبی و تعلیمی حالت رو بہ ترقی ہے۔ اس سیاسی ہنگامہ میں مجد اللہ کہ ہمارے طلبہ بالکل ساکن رہے۔ مولوی ابوالحسن علی سلمہ اللہ تعالیٰ نے مدرسہ میں مستقل اقامت کی نیت کر لی۔ اُن کے لئے ہوٹل والے کمرہ کو ملا کر ایک کچا زمانہ مکان بن گیا ہے۔

آپ کا خط ملا۔ شدت اور غلو جب کسی چیز میں پیدا ہو جاتا ہے، تو رائے کا توازن قائم نہیں رہتا، اور ممکن ہے کہ یہ غلصانہ ہی ہو۔ میری نظر اصل کام پر ہے۔ باقی جزئی مسائل پر تحریریں میں نہیں پڑھتا اور نہ ان میں پڑتا۔ لیکن چاہتا ہوں کہ کاش ان میں بھی توافقی ہو سکتا۔ باقی میں تو شروع سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے نہ اصل مقصد سے اختلاف ہے اور نہ جماعت سے مخالفت ہے۔ چنانچہ جس شہر میں جاتا ہوں اور وہاں کے ارکان جماعت مجھ سے ملتے ہیں، میں اُن سے خوشی سے ملتا ہوں، اور اُن کے مقصد کو ان پر واضح کرتا ہوں، ہاں ارباب ادعا سے میں ڈرتا بہت ہوں اور متحذر رہتا ہوں کہ کوئی نیا فرقہ کسی نئی امامت کے دعویٰ کے ساتھ نہ کھڑا ہو جائے اور یہ جزئیات مسائل اُس کے امور مفتی بہانہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔

ربو فی دار الحرب پر آپ کچھ لکھنا چاہتے تھے، تو لکھیے۔ یہ مسئلہ اصل میں اباحت مال کا فرنی دار الحرب پر حنفیہ کے یہاں مبنی ہے۔ ۱۰ فروری کو پٹنہ کا ارادہ ہے۔

والسلام
سید سیماں ۲ ربیع ۱۳۶۵ھ

ندوہ بکھنؤ

عزیز مکرم عجل اللہ تعالیٰ شفاعتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ایک کارڈ دو ماہ ہوئے کہ پٹنہ میں ملا تھا جس کا جواب میرے تسلسل سفر کے سبب سے خلاف دستور نہیں گیا۔ میں آج میرے ٹھ سے یہاں آیا تو مولانا بختیاری وغیرہ سے جو الہ آباد کے اجتماع سے لوٹ کر یہاں ٹھہرے تھے، آپ کی علالت کا حال معلوم ہوا۔ دل بے چین ہوا۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے اور آپ کو اپنی خدمات میں مصروف رکھیں۔

میں یہاں آج ہی شام کو پٹنہ اور وہاں سے دو ماہ کے لئے دسینہ جا رہا ہوں۔ آپ اپنی خیریت مزاج سے ۲۰ اپریل تک پھنور پوکھر پٹنہ سید ابو عاصم صاحب کے پتہ سے مطلع کریں۔

معلوم نہیں آپ کی کتاب تاریخ نجد حیدر آباد میں چھپی یا نہیں؟ والسلام

سید سلیمان ۹ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ

عزیز مکرم زادکم اللہ علما وعلما

بھوپال، متصل موتی مسجد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مدت کے بعد آپ کا خط ملا، خوشی ہوئی کہ آپ اب تک

اپنے عہد و نفا پر قائم ہیں، ورنہ اس زمانہ میں تو "تختِ فجائی" سے کوئی کم بچ سکتا ہے۔ واللہ
 آپ کی دو کتابوں میں سے ایک تو محمد بن عبدالوہاب کے متعلق ہوگی۔ دوسری کون ہے؟
 آپ نے آخر میں پہلی اسلامی تحریک لکھا ہے، اس سے کچھ زیادہ سمجھ نہیں سکا۔ میں نے ان
 دو میں سے کوئی نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو نافع سے نافع تر بنائیں۔

یہاں چند بے آگیا ہوں۔ مستقل قیام کا خیال نہیں۔ اگر وسط ہند میں میری ذات
 سے کوئی اصلاح ہو سکی تو خیر ورنہ رجوع الی الاصل ہر وقت ممکن ہے۔

اسلام اور اشتراکیت پر نظر ثانی ضرور کیجئے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر کوئی زیادہ نفع بخش
 صورت سامنے ہو تو اس سے فائدہ اٹھائیے۔ اور اگر دارالمصنفین سے معاملہ چاہتے ہیں، تو
 اپنے شرائط لکھیے۔

اب بھوپال بھی ایک ادارہ نشر و تالیف میرے زیر انتظام قائم کر رہا ہے۔ اگر کوئی
 بے ضرر کتاب ہو، تو یہاں سے بھی بشرائط شائع ہونے کا انتظام ممکن ہے۔ ابھی کام
 شروع نہیں ہوا ہے۔ ریاست نے پانچ سو ماہوار کی امداد منظور کی ہے۔

والسلام

سید سلیمان

۲۹ رمضان ۱۳۶۵ھ

بھوپال متصل موتی مسجد

۱۷ ستمبر ۱۹۲۶ء
برادر عزیزہ وفقکم اللہ تعالیٰ لما یحب ویرضی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کتابیں میرے پاس اب تک نہیں پہنچی ہیں اور شاید نہ پہنچیں۔
سلمان یہاں تنہا میرے ساتھ ہیں۔ اہل و عیال سید حسین سلمہ کے ساتھ سہارنپور ہیں۔ اُمید
ہے کہ اب آپ کا دورہ ختم ہو گیا ہوگا۔ شافی مطلق آپ کو شفا سے کامل بخشیں۔ ایام صیام
میرے بخیریت گزرے اور اب بھی اچھا ہوں۔

فلت اسلامیہ کی اکثریت کی ناکامی کا سانحہ بڑا المناک ہوگا۔ مسلک کی صحت و خطا
سے بحث نہیں۔ یوں ہی سی ایک بات قلم سے نکل گئی ع

گوشہ میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے۔ والسلام

سید سلیمان

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ لما یحب ویرضی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، تین ہفتوں کے لئے سہارنپور و لکھنؤ و اعظم گڑھ گیا ہوا تھا۔ اب
واپس آیا ہوں۔ آپ کی دونوں کتابیں آگئیں۔ دیکھیں، اللہ تعالیٰ مزید توفیقات سے بہرہ ور
لے دورہ مرض تنفس

فرمائیں۔ میری نسبت جو کلمات آپ نے لکھے ہیں، وہ آپ کی شرافت و سعادت مندی و حسن و نفا پر دآل ہیں، ورنہ یہ جو اہر گراں مایہ آج کل نایاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید نعمات سے بہرہ مند فرمائیں، اور آپ سے نئی مفید خدمات لیں، جن سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدے پہنچیں۔

یہاں جن عزائم کے ساتھ آیا تھا، ان میں کافی مشکلات کا احساس ہو رہا ہے، تاہم شاید کچھ ہو جائے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء

بھوپال

برادر عزیز شفاکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بہار کے سر سے قیامت صغریٰ گذر گئی۔ دینیہ، استخاواں
نہا۔ ڈومراواں محفوظ ہیں۔ یعنی کفار کے حملے ہوتے رہے اور لہجہ لہجہ لہجہ، مگر

محمد بن عبدالوہاب: ایک مظلوم اور بدنام مصلح کے 'انتساب' کی عبارت کی طرف اشارہ ہے۔

نومبر ۱۹۴۶ء کا نقل عام

نواح بہار شریف دہلی کی بستیوں جہاں مسلمان شرفا کی بڑی آبادیاں تھیں۔

ابھی تک خطرہ دور نہیں ہوا ہے۔ دینہ کے دو سادھ اور کھٹار ۳ نومبر سے دینہ سے بھاگ کر
کفار سے جا ملے ہیں اور وہ ان کو اب تک حملہ کی ترغیب دے رہے ہیں۔ ایک مہینہ ہو گیا
مگر ابھی تک گھاؤں کے نوجوان دن رات پہرہ اور چوکی میں لگے ہیں۔
الحمد للہ میں اچھا ہوں، اور آپ کی صحت و عافیت کا دعا گو ہوں۔

جمع نو دالاول للفتح العربیہ کی رودادیں دارالعلوم ندوہ میں بھی آگئی ہیں۔ یہاں سے
کسی آنے جانے والے کے ہاتھ منگوا لیجیے، پھر واپس کر دیجیے۔ اس میں مصارف کم ہوں گے
ورنہ مصارف دس بارہ روپے سے کم نہ ہوں گے۔ محمد ناظم صاحب سے پوچھ لیجیے کہ وہ
اس کا سامان کر سکتے ہیں کہ دارالعلوم کا نسخہ کچھ دنوں کے لئے آپ کے پاس بھجوا دیں۔ وہ نفی
میں جواب دیں، تو پھر مجھے لکھیے۔

آپ صاحبوں نے بیچارے مولوی مظفر صاحب کشمیری کو کس جال میں پھنسا دیا؟

والسلام

سید سلیمان ۳۰ نومبر ۱۹۲۶ء

۱۲۰ ہندو کین تو ہیں۔

۱۲۱ برادر م سید مظفر حسین شاہ ندوی کشمیری کی نئی شادی کی طرف اشارہ ہے۔

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ مدت کے بعد خط ملا۔ تقی الدین نعمانی اور مولوی ناظم صاحب سے
 آپ کی خیریت پوچھی۔ ان کا جواب آیا اور معلوم ہوا کہ آپ اپنی جگہ پہنچ چکے۔
 آپ کے خط سے آپ کی خیریت معلوم ہوئی۔ بحمد اللہ تعالیٰ۔
 میں ایک ماہ سے آشوب چشم میں مبتلا ہوں، کچھ افاقہ ہے۔
 سنا ہوگا کہ امسال میرا ارادہ مع اہل و عیال حج کا ہے۔ ادائل اکتوبر میں انشاء اللہ توفیق
 سلمان یہیں ہیں۔ بالفعل میاں عاصم بھی یہیں ہیں۔ سہیل بھی چند روز کے لئے آئے
 تھے، آج واپس جا رہے ہیں۔

آپ کا شہر ہندوستان میں رہا یا پاکستان میں؟ چیت یاران طریقت بعد ازیں تدبیراً
 والسلام

سید سلیمان ۲۹ جون ۱۹۴۷ء

بھوپال، دارالقضا

۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء

اخى العزيز حرك الله تعالى

السلام عليكم ورحمة الله

بھر چند میں رہا رہیں ستم ہائے روزگار

لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

آپ کی اور آپ کی جماعت کے خیر و عافیت کا دل برابر طالب رہا۔ کچھ تو اخباروں سے اور کچھ برادرِ ناظم صاحب کے خطوط سے حالات معلوم ہوئے اور آپ لوگوں کی سلامتی سے دل کو خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں سے دین کی خدمت کا کام لیں اور مایوسی کو اُمید سے بدل دیں۔

میں بھگداند اچھا ہوں، اور اہل و عیال بھی یہیں ہیں۔ یتہ حسین مع اہل و عیال رخصت لے کر بالفعل سہارنپور سے یہیں آگئے ہیں۔ عاصم یہیں ہیں، مگر کراچی کا قصد رکھتے ہیں۔ سہیل ڈھاکہ منتقل ہو گئے ہیں۔ سلمان ساتھ ہیں۔

آپ کے اور آپ کی جماعت کے مزید احوال کا دل طالب ہے۔ تلك الايام فدا اولها بين الناس کا ظہور تام ہے اور وہ وہ چیزیں نظر سے گذر رہی ہیں، جن کے (کا) دہم بھی نہ تھا۔ اخذ بالله من شر ما خلق۔

یہاں بھی بفضل الہی کچھ دینی کام انجام پا رہے ہیں، ورنہ یہاں کا قیام اجیرن ہو جاتا

۱۔ تقسیم کے جانکاہ حوادث کے بعد یہ پہلا خط ہے۔ حضرت الاستاذ کا ارادہ حج بھی اس وجہ سے ملتوی ہو گیا۔

۲۔ سید صاحب قبلہ کے بڑے صاحبزادے: سید الوہیل دستوی بی۔ اے (علیگ)

اب بھی دل کسی بہتر مقام کا طالب ہے۔ اب سمجھ میں آتا ہے کہ سلسلہ کے بعد ہمارے بہت سے اکابر نے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کیوں کی؟ یہ جہن اور نامردی نہ تھی، بلکہ اُس مرکز میں اجتماع قوت تھا، جہاں سے سرچشمہ اہل سکے۔

سید سلیمان

والسلام

دعا ہی دعا

۱۲۶

بھوپال

عزیز مکرم دام توفیقکم

السلام علیکم درجۃ الشہد، جون ۱۹۴۶ء کے بعد اب برادرم اسلم کی تقریب شادی میں بہار جانا ہوا دینہ بھی چند روز کے لئے گیا۔ فضا گو اب پُر امن ہے، مگر طبائع کا امن و سکون غائب ہے۔ آپ کا خط آچکا تھا مگر میں ۲۱ روز کے بعد واپس آیا، اس لئے وقت پر جواب نہ جاسکا۔

آپ کے والد کے ایک ملنے والے ملے، خیریت معلوم ہوئی، سلام کہلایا۔ میرا کیا پوچھتے ہو، ادھر پندرہ برس سے یہ اسکیم تھی کہ آخر عمر دینہ میں بسر ہوگی۔ اسی کے لئے کچھ

۱۔ حضرت الانساذ کے سالے۔ ۲۔ تجویز یہ تھی کہ دینہ ہی میں حضرت الانساذ کی مستقل اقامت ہو۔ ان کی ذات سے خود بخود ایک علمی مرکز بن جاتا۔ آبادی سے باہر نہایت ہی شاندار سبکدہ تعمیر ہوا تھا۔ والبعاء اللہ جلہ

کھیت خریدے، بنگلہ بنوایا، باغ لگایا، مگر افسوس ہے کہ انقلاب نے سب حالت منقلب کر دی۔ کھیت فروخت کر دینے پڑے۔ دسینہ کے کھیتوں پر اور باغ پر گھر ہی کے پروردہ کہاروں نے دعویٰ کر دیا ہے۔ دسینہ کے ۱۲۰ خود کاشتہ کھیتوں پر چھوٹے دعوے کئے گئے ہیں۔ دوسادھوں اور تیلی نے جس کا ایک بسوہ کبھی نہ تھا اس نے بھائی داؤد مرحوم کے کھیتوں اور باغ پر دعویٰ کیا ہے۔ اس وقت بیس ہزار دے کر موجودہ پیداوار کو نیلام میں ہم لوگوں نے خریدا ہے۔ غرض دیہاتوں کے مسلمان زمیندار اپنی جائیداد بیچ رہے ہیں، اور برادران وطن خرید رہے ہیں۔ یہ اقتصادی تباہی خدا جانے کہاں تک پہنچائے گا۔ کاد الفقراء کیون کھڑا سے ڈر لگتا ہے۔ جگہ جگہ ارتداد نمایاں ہے۔

میں نے بالفعل اخبارات اور ریڈیو سب چھوڑ دیا ہے کہ دل کی طمانیت کا فقدان قلتِ خواب کا باعث بن جاتا ہے۔ یہاں کا قیام بھی اب غور کے قابل مسئلہ ہو رہا ہے۔ دارالمصنفین کی تجارت پر عظیم الشان اثر پڑا ہے۔ سوائے دعا کے اور کوئی سہارا نہیں۔ مولوی امین صاحب کو سلام کہہ دیجیے۔

سید سلیمان

بھوپال

برادر عزیز حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط پا کر ایسی ہی خوشی ہوئی ہے، جیسے کسی دور و دراز

مکتوب نگار کے چچا زاد بھائی (سید ابو عاصم صاحب کے والد مرحوم)

میں رہنے والے عزیز کے خط سے۔ اللہ تعالیٰ تلاقی طرفین کی کوئی صورت پیدا کرے۔ اب حج کا ارادہ آئندہ سال کریں۔ شاید معیشت ہو سکے۔

علی میاں ریح الاول میں برکات ظاہری و باطنی کے ساتھ واپس آئے۔ آپ کی خانگی تجارت میں نقصان کا حال سن کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے۔

اب اخبارات اخبار میں نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ دل کو تکلیف ہوتی ہے اور حالات کے بدلنے پر قدرت نہیں، اس لئے دل و دماغ کی سلامتی بالفعل بے خبری ہی میں نظر آتی ہے، دعا پر اکتفا کرتا ہوں۔

”شخص مذکور کے ”گھر“ کے متعلق آپ لوگوں کو تو پوری اطلاعات ہوں گی۔ کیا آپ کو اُمید ہے کہ اُن کا گھر سنبھل جائے گا، اور اُن کو مل جائے گا؟

جہاں میں ہوں، بحمد اللہ امن و امان اور سکون ہے۔ تاہم جو نئے انتظامات اور اس قسم کے مقامات پر مہر ہے ہیں، یہاں بھی اُن کی اُمید ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر فرمائے۔ مولوی امین احسن صاحب ہیں، تو سلام کہہ دیجیئے۔

حافظ عمران خان صاحب ندوہ سے باسیاب استعفا دے رہے ہیں۔ اب بتائیے کس کو تکلیف دی جائے۔ دارالمصنفین کا مالی حال اس سال بہتر نہیں رہا۔ اسباب ظاہر ہیں۔

والسلام

سید سلیمان ۲۱ فروری ۱۹۴۸ء

۱۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حرمین میں معیت حاصل رہی۔ ۲۔ یہاں سے بعض خطوط میں اس طرح کے ”کنایے“ آئیں گے۔ یہ کشمیر کی طرف اشارہ ہے۔ اور شخص مذکور سے مراد برادرِ سید مظفر حسین شاہ ہیں جن کے گھر تحصیل باغ (پونچھ) سے جہاد کشمیر کا آغاز ہوا اور جن کے تعاون سے ان کے ایک معتقد (سردار عبدالقیوم) نے معرکہ کا آغاز کیا۔ اور جو اُن دنوں دن رات اکی ادھیڑ بن میں رہا کرتے تھے۔

بھوپال -

برادر عزیز نفع المسلمین بمساعیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ، کارڈ مورخہ ۱۵ ربیع الثانی مہدست ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی سے مسلمانوں کو مستفید فرمائیں۔ میں تو ابھی یہاں پاگل ہوں۔ دیکھیے کب آزادی ملے ، اور کس سمت کو حرکت ہو۔ دونوں ملکوں کے تعلیمات مجھے مشورہ طلبی کو بلاتے ہیں۔ ایک آدمی دو آقا کا غلام نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے آقا کا انتخاب کیونکر ہو۔ یہاں بھی جلد کوئی انقلابی قدم اٹھایا جائے گا ، مگر وہ جلد ہو نہیں چکتا۔ اور اس کا اثر خود میرے ذاتی فیصلہ پر ہو رہا ہے۔

آپ کے ”ہمسایہ“ کا حال کیسا ہے ؟ مدت سے خبر نہیں آئی۔

ہلالی صاحب کے متعلق جدہ کے ایک اخباری نمائندہ سے یہاں معلوم ہوا تھا کہ وہ

۱۔ کشمیر۔ ۲۔ استاذ محترم ڈاکٹر تقی الدین ہلالی جنگ سے پہلے بون یونیورسٹی (جرمنی) میں پروفیسر تھے (۱۳۵۰-۱۳۵۲ء)۔ جنگ کے دوران میں وہ براڈ کا سنگ (برن) میں آگئے تھے اور عربی خبروں اور تقریروں کی زبان کی تصحیح ان کے ذمہ تھی۔ ہٹلر کی شکست کے بعد استاذ محترم کے متعلق ہم لوگوں کو بہت تشویش تھی۔ آخر ۱۳۵۶ء میں اطلاع ملی کہ وہ مدت ہوئی، قطر آن کر کش کا ہسپتال منظم پہنچ چکے ہیں۔ جنگ کے خاتمہ پر مفتی امین الحسینی اور عبدالرحمن عوام کی کوششوں سے انہیں عراق آنے کی اجازت مل گئی، جہاں ان کے اہل و عیال مقیم تھے۔ ان دنوں پاکستان آنے کا عزم رکھتے تھے، جو ۱۳۵۷ء میں پورا ہوا۔

مراکش پہنچ گئے۔ اب آپ سے معلوم ہوا کہ وہ عراق آگئے ہیں۔ وہ جب آپ کے یہاں پہنچیں تو اطلاع دیجیئے۔

دارالمصنفین کی تجارت میں امسال پہلی دفعہ خسارہ رہا۔ اللہ تعالیٰ تلافی مافات کرے
کیا وہاں کسی ایسے دارالمصنفین کا امکان ہے؟ مشورہ سے مطلع کیجیئے۔

سید سلیمان

اَنَاؤ

عزیز مکرم ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم۔ مدت سے مکاتبت بند ہے۔ حالات کا تقاضا تھا، میں آج کل مولوی ابوالکلام صاحب کی مجلس اصلاح عربی و فارسی کی کمیٹی کی شرکت کے لئے لکھنؤ جا رہا ہوں۔ آج کل سید حسین ہیں۔ اس لئے اتر گیا۔ اب یہاں اسکولوں اور کالجوں بلکہ یونیورسٹیوں سے بھی عربی و فارسی نکل رہی ہے۔ چنانچہ اگر یونیورسٹی نے اس میں پہل کی ہے۔ ایسی حالت میں اس کمیٹی کا کام دیکھیئے، کیونکہ بار آور ہو۔ بہر حال مرض کے اشتداد سے مایوسی اور ترک علاج کا کوئی سبب نہیں۔ عربی مدارس کی حالت بھی قابل غور ہوتی جا رہی تھی۔
میں نے مدرسین ندوہ کی مجلس اساتذہ کی تجویز پر خان صاحب کو ندوہ سے ہٹ

جہانے کا مشورہ دیا، اور مولوی ناظم صاحب کو قائم مقام مستم بنایا۔ ایک سال بھی یہ نظام نہ چل سکا اور مفتی صاحب اور مولوی ناظم صاحب میں شدید اختلاف رونما ہوا اور مجھے پہلے اس کا خیال تھا کہ یہ علمی حضرات عملی کام انجام نہ دے سکیں گے۔ غیر ندوی یہاں مقبول نہیں ہو سکتا اور ندوی ناپید ہے۔

حیثیت یا ران طرہیت بعد ازیں تدبیر ما۔

برادرم مولوی ناظم صاحب اپنے گاؤں والوں کو لہانے کراچی گئے ہیں۔ شاید آپ سے ملیں، رمضان تک واپس آئیں گے۔

امسال شوال میں پھر سفر حج کا قصد ہے۔ اللہ تعالیٰ راست لائیں۔ مولوی امین صاحب کا ایک مختصر مضمون پردہ پر دیکھا۔ انہوں نے تو میری بات چھین لی۔ ہوں تو سلام کہیے۔

والسلام

سید سلیمان

۲۵ مئی ۱۹۴۸ء

بھوپال

برادرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مدت سے خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ طلب حال کے لیے دل کا تقاضا تھا کہ آپ کا کارڈ ملا۔ ابھی مولوی ابوالکلیث تبلیغی سلسلہ میں آئے تھے۔ ان سے کچھ معلوم ہوا۔

میں اس سال بھی سفر حج سے محروم رہا۔ عین وقت پر سید حسین کا لڑکا ٹائیفائیڈ میں مبتلا
ہوا اور سارا سامان درہم برہم ہو گیا۔ آئندہ دیکھتے کیا ہو۔
آپ کی خیریت کا جو یا ہوں اور دعا گو ہوں۔
معلوم نہیں آپ کے "ہمسایہ" کا کیا حال ہے۔ مجھے اس کا بڑا تعلق خاطر رہتا
ہے۔ واللہ الامر من قبل ومن بعد

آج کل سال دو سال سے مولوی عمران صاحب نے یہاں تبلیغی جماعت کا کام
م شروع کیا ہے، جو کامیاب ہو رہا ہے۔ کل مع اپنی جماعت کے بمبئی گئے ہیں۔
یہ ریاست فتنوں سے اب تک محفوظ تھی، مگر اب کانگریسیوں ہی کے درمیان
حصول اقتدار کے بعد باہم تنافس و تحاسد کی بناء پر منگامہ برپا ہے۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے
ہاتھ ہے۔ والسلام

سید سلیمان
۱۴ جنوری ۱۹۳۹ء

بھوپال

برادر عزیزہ ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، لفافہ وقت پر ملا۔ اگر ہلالی صاحب کے پاس جانا ہو تو میرا بھی
سلام اور شوق ملاقات پہنچا دیں، خدا کرے کہ حج و زیارت سے بھی حب تمنا مشرف ہوں۔
آپ جو عربی رسائل لکھتے ہیں وہ چھپتے کیوں نہیں؟ کیا آج سے زیادہ بھی کوئی وقت

آئے گا جب کہ فتنہ سر پر ہے ۔

آپ کے ہمسایہ کے لئے ہمیشہ دست بدعا رہتا ہوں ۔ میری نگاہ میں اُس کی بڑی اہمیت ہے بلکہ آپ کے گھر کی بقا بھی اُسی پر موقوف ہے ۔ کیا اعلیٰ بہت میں بھی آپ کمزور ہیں ؟ شاہ صاحب ہوں تو سلام قبول کریں ۔

آپ کے رسالہ کی دوبارہ اشاعت سے خوشی ہوئی ۔ اس وقت دارالمصنفین اپنے آپ میں مبتلا ہے ۔ آپ وہیں اشاعت کرا لیں ، چھپنے پر ایک رسالہ بھیج دیجئے گا ۔ دارالمصنفین اور ندوہ ہم سب کے وظائف اختلال کے وقت سے دکن کے وظائف و ادارات بند ہو گئے ۔ مولوی مسعود علی صاحب کوشش میں دہلی گئے ہیں ۔ نتیجہ دیکھیے کیا نکلے ۔

کیونکہ کم کے رد میں اور اقتصاد الاسلام کی تبلیغ میں آپ کی جماعت کی بڑی ضرورت ہے ۔ فتنہ دکن اب بھوپال کے قریب آ رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے ۔ والسلام

سید سلیمان ۱۶ فروری ۱۹۴۹ء

۱۔ پاکستان کے لئے کثیر کی اہمیت پر اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے — راقم بھی ان دنوں استواروں اور کنایوں میں پوری خبر دیا کرتا تھا ۔ ۲۔ سید مظفر حسین شاہ ندوی ۔ ۳۔ اشتراکیت اور اسلام ۔ ۴۔ ادارات : وظیفہ ۵۔ مولانا مسعود علی ندوی ، منجر دارالمصنفین ۔

بھوپال

برادر عزیز حفظکم اللہ تعالیٰ وسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، واپسی اخیر دسمبر کو ہوئی، مگر جہاز ہی میں طبیعت ناساز ہو گئی۔ آخر بستی میں رک جانا پڑا اور ۹ جنوری کو بھوپال پہنچا اور کئی ہفتوں تک کمزوری رہی۔ اب اچھا ہوں۔

افسوس ہے کہ یہاں کے سرکاری مدارس سے علوم دینیہ اور قرآن پاک کی تعلیم موقوف کر دی گئی اور مدرسین علوم دینیہ کو تین ماہ کا نوٹس دے دیا گیا۔ کوشش کر رہا ہوں کہ اوقات سے ان مدرسین کی تنخواہیں ملا کریں، اور ان علوم کی تعلیم مدرسہ میں جاری رہے۔ اور عام مکاتب قرآن پاک و ابتدائی تعلیم کے مسلمان ہر محلہ میں قائم کریں۔

مولوی ابواللیث کا مرکز اب رام پور ہے۔ خط آتے ہیں۔ قرآن پاک کا ہندی ترجمہ کر رہے ہیں۔ آپ کی حجاز میں ملاقات اور موجودہ مقام کی خبر ان کو دے دی ہے۔ افسوس ہے کہ دلیہ بھی ویران ہو چلا۔ اب اس کا کتب خانہ... بھہ... نگرانی میں دے دینے کی تجویز ہے۔

یہ گرامی نامہ تقریباً ایک سال کے وقفہ کے بعد موصول ہوا۔ اس دوران میں راقم بھی سراق و حجاز رہا، اور حضرت الاستاذ قبیلہ بھی حرمین فوکش رہے۔ مکتوب نگار کا مرزبوم (دلیہ)، مضافات بہار کا گل سرید۔ مکتوب خانہ الاصلاح — شاید ہی برصغیر ہند و پاک کے کسی گاؤں میں ایسا اپ ٹوڈٹ کتاب خانہ ہو۔ لکھ پڑھا نہیں گیا۔

اب میرا بھی یہاں سے چل چلاؤ ہے۔ تین ماہ کی رخصت بلا تخواہ ابھی لی ہے۔
یہ آخری فیصلہ کی ٹہید ہے۔

امید ہے کہ اب آپ کا تنفس دُور ہو گیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں اور آپ کے
اپنے دین کا کام لیں۔ آپ کے رفیق میاں عاصم کو سلام و دعا پہنچے۔ والسلام

سید سلیمان

۲ مارچ ۱۹۵۰ء

۱۳۳

کراچی ٹچن اسٹریٹ ڈارمنزل

برادر عزیز اَصلَح اللہ تعالیٰ احوالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ یہاں متعدد پروگرام
اور مقاصد زیر نظر ہیں۔ شاید کہ وہ چند روز میں تکمیل کو پہنچیں۔ قلب کو ہنوز اپنے فیصلہ پر
اطمینان نہیں۔

۱۔ یہ کراچی سے پہلا خط ہے۔ تاریخ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ (۲۶ اگست ۱۹۵۰ء) درج ہے۔
پاکستان تشریف آوری شعبان ۱۳۶۹ھ کی آخری تاریخوں (جون ۱۹۵۰ء) میں ہوئی تھی اور لاہور ہی میں
شرف نیاز حاصل ہوا تھا۔ ۲۔ فیصلہ اقامت پاکستان۔

بہت سے سوالات ایسے ہیں کہ جن پر آپ لوگوں سے تبادلہ خیالات کو جی چاہتا ہے۔ مگر سخن گسترانہ باتوں سے ڈرتا اور بچتا ہوں۔ ملکیت ارض کے متعدد مسائل قابل تحقیق و بحث ہیں۔ جو کچھ آپ کے یہاں چھپ چکا ہے، وہ پڑھ چکا ہوں، مگر وہ آخری حرف نہیں۔ سنا ہوگا کہ عزام بے کراچی آرہے ہیں، مجھے اُن کی آمد سے خوشی ہے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۲ ذیقعد ۱۴۲۹ھ

۱۳۴۴

مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۵۹ء

انہ من سلیمان وانما بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعزۃ عزیزاں مولوی مسعود عالم صاحب ندوی حفظکم اللہ تعالیٰ وسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اب آپ اپنے ضروری مشاغل سے فرصت پا چکے ہیں۔

اس لئے جی چاہتا ہے کہ آپ کو اپنے دارالغربتہ میں کل رات کو بعد مغرب اپنے ساتھ کھانے کی زحمت دوں۔ آپ اور آپ کے میزبان سلطان صاحب اور آپ کے رفیق تشریف لا کر مسرور فرمائیں۔ برادر م مولوی ناظم صاحب اور حکیم نصیر الدین صاحب کو بھی بلارہا

سید سلیمان

والسلام

ہوں۔

۱۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام، سفیر مصر۔ ۲۔ یہ دستی رقعہ خود سلمان میاں لائے تھے۔ ۳۔ جناب سلطان احمد صاحب (موجودہ امیر جماعت اسلامی، پاکستان)۔ ۴۔ مولوی شمس الدین صاحب۔ ۵۔ حکیم نصیر الدین ندوی (جمیرہ)

کراچی ۔

برادر عزیز ایدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط عین حالت انتظار میں ملا۔ کئی روز سے
آپ کی خیریت کے لئے دل میں سخت تقاضا تھا۔ لکھنا ہی چاہتا تھا کہ آپ کا خط آگیا
جزاکم اللہ تعالیٰ۔

رسولِ وحدت کا عربی ترجمہ ہی بھیج دیجیئے۔ وہ بھی مفید ہوگا۔

اب ۱۸ کی شام کو لاہور آنا ہوگا، مگر آپ ہرگز تکلیف نہ کریں، تاکہ سفر کی
صعوبت سے آپ محفوظ رہیں۔ آپ کی صحت دین کی خدمت کے لئے بسا ضروری ہے
عزیزی علی میاں صاحب حجاز سے مصر پہنچ گئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بخیریت
ہوں گے۔ خوب کام کر رہے ہیں۔

آج کل عارضی طور سے مولوی عبدالباری صاحب ندوی آئے ہوئے ہیں۔

اپنے رفقاء محمد عاصم اور شمس الدین صاحبان کو سلام کہہ دیجیئے۔ والسلام

سید سلیمان

۱۴ حضرة الاناذ کا ایک خطبہ، جس کی اصل نہیں مل رہی تھی۔

کراچی۔

برادر عزیز شفاکم اللہ تعالیٰ و مقاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ رسول وحدت کا مسودہ پہنچا، شکریہ۔ آپ کی صحت و
عافیت کا داعی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی توفیقات سے سرفراز کریں۔ آج کل آپ کے
یہاں کیا کام ہو رہا ہے؟

یہاں مسلمان میاں کے لیے مکتبۃ الشرق قائم کیا ہے۔ دارالمصنفین سے کتابیں
منگوائی ہیں۔ ندویوں نے بل کر میرے مشورہ سے ایک شرکت المعارف پبلیشنگ
کمپنی کی صورت میں قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائیں۔

مکہ معظمہ سے عبدالوہاب صاحب دہلوی کا خط آیا ہے۔ جاتا ہے۔

ماہم میاں کو سلام کہہ دیجیئے۔ والسلام

سید سلیمان ۵ مئی ۱۹۵۱ء

کراچی۔

برادر عزیز رفع اللہ شانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، راولپنڈی سے واپسی میں راستہ میں بیمار ہو گیا۔ علالت تو

ایک ہفتہ رہی، مگر ضعف کا سلسلہ بہت دنوں رہا۔ اب اچھا ہوں بحمد اللہ تعالیٰ
امید ہے کہ لغات جدیدہ کا کام پور ہل ہوگا۔

مٹو سے مولوی حبیب الرحمن صاحب اعظمی کا خط آیا ہے جس میں انہوں نے
آپ کے دیار عرب کے لئے بہت اشتیاق ظاہر کیا ہے اور آپ کا پتہ پوچھا ہے اور
آپ تک مجھ سے اس پیغام کے پہنچانے کی خواہش کی ہے۔ میرے خیال میں مناسب ہوگا
کہ آپ ان کو ایک نسخہ ہدیہ بھیج دیں۔

ان کا پتہ یہ ہے: پٹھان ٹولہ مٹو۔ اعظم گڑھ

ٹنڈو آدم (نواب شاہ سندھ میں) ایک دارالعلوم ندوہ کے قیام کی تحریک جاری

ہے، آپ مطلع رہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۰ محرم ۱۳۷۱ھ

کراچی۔ ۵ عزیز مکرم حفظکم اللہ تعالیٰ وسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، الحمد للہ خیریت ہے، اور خیریت مطلوب۔ لغات جدیدہ

۱۔ لغات جدیدہ میں مزید اضافہ تکمیل کا حکم ہے، جس کی تعمیل ایک حد تک ہو چکی ہے۔

۲۔ مٹو ضلع اعظم گڑھ کے ایک روشناس صاحب علم۔ عاجز سے بھی ان کے دوستانہ مراکم تھے۔

کی نظر ثانی کے سلسلہ میں ابھی مزید مہلت آپ کو حاصل ہے۔ متروک الفاظ کی فہرست دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں اناویت کا پہلو ہے۔

نئے رجحان یعنی ترکی دور کے الفاظ و مصطلحات کے بجائے موجودہ رجحان عربیت پر ایک نوٹ مقدمہ میں بڑھانا مناسب ہوگا۔

احتفال علماء الاسلام (کے) ۱۴-۱۵-۱۶ فروری کو جلسے ہیں۔ عراق سے زہاوی صاحب اور محمود صواف آئے ہوئے ہیں۔ باقی مصر و شام کے انقلابات کے سبب مہانوں کی آمد میں دقتیں درپیش ہیں۔ ہندوستان سے علی میاں اور مولوی منظور صاحب کی آمد کی توقع ہے۔ کیا آپ زحمت اٹھا سکیں گے؟ موسم تو انشاء اللہ برائے نہ ہوگا۔ ندوۃ العلیم کی اسکیم ابھی آغاز کی منزل میں ہے۔

عاصم صاحب کو سلام کہہ دیجیئے۔

۱۷-۱۸-۱۹ فروری کو یہاں عربی کانفرنس بھی ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ جنوری ۱۹۵۲ء

۱۰ لغات جدیدہ کی تکمیل جدید کے سلسلے میں راقم نے یہ دونوں تجویزیں پیش کی تھیں۔

۱۱ شیخ محمد امجد زہاوی (عراق کے مشہور اور مخلص عالم، جن کے اخلاص پر پورے ملک اتفاق ہے)

۱۲ محمد محمود صواف، مشہور مجاہد عالم

۱۳ عاجز نے معذرت کی کہ وہ ایک نظم سے وابستہ ہے۔ جب تک امیر کا حکم نہ ہو، کسی اجتماع میں

شرکت نہیں کرتا۔ جماعت اسلامی کو بالکل آخر وقت میں دعوت دی گئی، اس لئے کوئی شریک نہ ہو سکا۔

کراچی ۵

برادر عزیز حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ کل آپ کا کارڈ اور آج اردو خطبہ فلسطین ملا۔ اس زحمت کشی کا شکریہ، میں سمجھا تھا، عربی ترجمہ ہوگا۔ اس سے پہلے آپ نے رسول الوحۃ کا عربی ترجمہ نقل کر کے بھیجا تھا، مگر وہ کاغذات میں ایسا مختلط ہو گیا کہ صرف دو صفحے ملے، باقی نہیں ملے۔ بے چارہ مولوی ناظم صاحب نے اس کی تصحیح و نظر ثانی بھی کر دی تھی۔

احتفال میں آپ کے نہ آنے کا افسوس ہوا۔ بہر حال گزشتہ آنچہ کہ گزشتہ، میرے نزدیک تو علمائے اسلام کا یہ اجتماع بجائے خود تاریخ تھا۔ حضرت شیخ کو ابی نے سبجل جمعیتہ ام القری میں جو خواب دیکھا تھا، اس کی حقیقت یہاں عیاں تھی۔ اگرچہ اس بنا پر کہ یہ پہلا اجتماع تھا، ناقص تھے، تاہم افادہ سے خالی نہ رہا، خصوصاً ایران و نجف کے علماء کی آمد سے مذاہب مختلفہ کے درمیان ایک خوشگوار حد تک رواداری فرق کی راہ میں منزل طے ہوئی۔ خطبے اور تجاویز زیر طبع ہیں۔

میرا خطبہ عربی میں چھپ کر تقسیم ہو چکا۔ معلوم نہیں آپ تک پہنچا یا نہیں؟ سنا ہوگا کہ مولوی اکرام اللہ خاں ندوی بیچارہ نے انتقال کیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت

۱۔ حضرت الاساذ کا خطبہ صدارت فلسطین کانفرنس (۱۳۶ھ)۔ اصلی مسودہ راقم کے پاس محفوظ

تھا۔ عربی ترجمہ الفتح میں شائع ہوا تھا۔

فرمائیں محبت کے آدمی تھے۔

ہمد سلیمان

عزام بے مصر سے یہ خبر لائے ہیں کہ مجمع خداداد الاول نے مجھے اپنا عضو منتخب کیا ہے۔ حکومت عراق نے آخر مارچ میں مجھے بوعلی سینا کی اتنی تذکار میں بغداد بلایا ہے۔
والا امر بید اللہ تعالیٰ۔

۱۴۰

کراچی ۵

برادر عزیز رفح اللہ شانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ تعالیٰ خیریت ہے۔ آپ کی صحت و عافیت کے لئے دعا ہے۔

۱۔ مصر کی کنوی اکادمی۔ غالباً برصغیر ہندوپاک میں یہ اعزاز اور کسی کو نہیں ملا۔

۲۔ بغداد میں ابن سینا کی ہزار سالہ برسی منائی گئی تھی۔ حکومت پاکستان کی سر دھری کے باعث سید صاحب

قبلہ تشریف نہ لے سکے۔ دوسری حکومتیں ایسے بین الاقوامی اجتماعات کو اپنے اہل علم کو اعزاز اور اصرار

کے ساتھ بھیجتی ہیں۔ ہمارے وزیر تعلیم مصارف پر سودا کرنا چاہتے تھے۔ حضرتہ الاساذ کی طبیعت

اس بنیان کو کس طرح برداشت کر سکتی تھی؟

آج کل محمد بشیر ابراہیمی الجزائر 'صاحب البصائر' تشریف لائے ہوئے ہیں۔
 یہ احتفال علمائے اسلام کے سلسلہ میں الجزائر سے چلے گئے، مگر پاسپورٹ وغیرہ کی وجہ
 سے دیر میں پہنچے۔ ملاقات میں آپ کا حال دریافت کیا اور آپ سے اپنی مکاتبت کا ذکر
 کیا۔ مزہ کی بات یہ ہے کہ پوچھا عالمہ ندویہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ رابطہ نسبہ
 نہیں بلکہ تعلیمیہ ہے اور یہ اُس مدرسہ ندوۃ العلماء کی طرف نسبت ہے جس میں تعلیم پاکر یہ
 لوگ نکلے ہیں۔

میں آج لاہور چل رہا ہوں، عجب نہیں کہ ۲۰ تک راولپنڈی بھی پہنچوں۔ بشیر ابراہیمی
 صاحب بھی لاہور اور راولپنڈی کا قصد رکھتے ہیں، اور منظر آباد بھی جائیں گے۔ علمائے کثیر
 سے بھی ملنا چاہتے ہیں۔

مجھے پتہ یاد نہیں۔ اگر اُن کو خط لکھ دیں تو شاید وہ خود آکر لے جائیں۔
 بشیر صاحب محمد عاصم صاحب کو بھی پوچھ رہے تھے۔ سلمان میاں نے ارسال
 میٹرک کا امتحان دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب کریں۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء

۱۔ الشیخ محمد البشیر ابراہیمی — الجزائر کے شہر آفاق عالم، اور عربی زبان کے بے مثال ادیب و
 خطیب و شاعر۔ بلاشبہ پورے عربان میں خطابت اور انشا پر مادی میں شاید ہی کوئی ان کا مثیل ہو۔

کراچی ۵

برادر عزیز حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ایک کارڈ پہلے ملا تھا۔ میں بعض کمیٹیوں کی شرکت کے لئے لاہور چلا گیا تھا۔ اپنا علاج بھی مقصود تھا، اس لئے ایک عشرہ بھر۔ انجکشن کا علاج ڈاکٹری تھا اور مقوی و مفرح قلب دوائیں یونانی تھیں۔ اس سے مرض میں تخفیف تو ہے، مگر ازالہ نہیں ہوا۔

آپ کے موجودہ مذاق طبع کی بنا پر خیال تھا کہ آپ کو برید فرنگ کے مضامین سے اب دلچسپی نہیں رہی ہوگی۔ مگر آپ نے یاد دلایا، تو میں نے آج سلمان میاں سے کہہ دیا ہے کہ آپ کو ایک نسخہ ہدیہ بھجوا دیں۔

لغات جدیدہ مکمل ہو جائے تو اس کی اشاعت کی فکر کی جائے۔ دنیاات یا یاد رفتگاں کے نام سے مجموعہ دنیاات، معارف سے یکجا کر کے شائع کرنا چاہتا ہوں۔ راولپنڈی میں کوئی ایمان دار مکتبہ بھی ہے، ایک قومی کتب خانہ ہے، جس نے فرمائش دے کر کتابیں دی۔ پی سے منگوائیں۔ دو ماہ اس کو رکھ کر دی پی واپس کر دی۔

نہ ڈمیرج پڑا۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

کراچی ۵

۹ اپریل ۱۹۵۳ء

بعضوان : عزیزی محمد عام صاحب
دارالحدودہ راولپنڈی

عزیز مکرم حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے یہ خبر اخباروں میں پڑھی تھی، ذہنی کوفت میں مبتلا تھا اور ہوں۔ اللہ تعالیٰ استقامت کے ساتھ صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ ممکن ہے کہ قید کی پابند اوقات زندگی اُن کی صحت کے لئے مفید ہے۔ اسأل اللہ العافیۃ والسلامتہ۔

سبب قید کا علم نہیں۔ اس کی کاوش ہے۔ اُن کے معالج صاحب کو اُن سے ملنے کی اجازت ملی یا نہیں؟ عزیز موصوف سے قلب کو بڑا تعلق پانا ہوں۔
میں ایک ماہ کے سفر بنگال اور عبور کشور ہند کے بعد ۲۰ مارچ کو کراچی واپس آیا۔ پٹنہ سے گذرا۔ ریاست علی صاحب ندوی اور محی الدین ندوی ملنے آئے تھے۔ لکھنؤ دو دن رہا۔ علی میاں اور احباب ندوہ سے ملاقات ہوئی۔
کبھی کبھی خیریت سے مطلع کرتے رہیں۔ والسلام سید سلیمان ندوی

۱۸ مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح کو گرفتار ہوا اور ۲ اگست ۱۹۵۳ء کو رہائی عمل میں آئی۔ یہ چار خط اسی زمانے میں موصول ہوئے ۱۴۲ و ۱۴۳۔ برادر محمد عام سلمہ کے نام ہیں (تبرکاً انہیں یہاں درج کر دیا گیا ہے) اور دو (۱۴۴ و ۱۴۵) عاجز کے نام جیل کے پتے پر۔ بلکہ چوتھا (۱۴۵) خط جیل کے پتے پر لکھا جا چکا تھا رہائی کی اطلاع ملنے پر چند جملوں کے اضافے کے ساتھ اصلی پتے پر بھیجا گیا۔

کراچی ۵

عنوان : مولوی محمد عاصم صاحب

دارالعروبہ - راولپنڈی

عزیزی ادا اللہ تعالیٰ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ برادر ص
 مسعود عالم صاحب کی نسبت خیریت سے مطلع کر کے میرے دل کی بے چینی کو دور
 کرتے رہتے ہیں۔ حاکم حقیقی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ان کو محفوظ و محفوظ رکھے۔
 المبعوثات کا پرچہ مل گیا۔

کیا مسائل مختلفہ میں برادر موصوف نے کوئی نئی حجت لیا تھا یا کوئی مضمون لکھا تھا،
 یا محض خاموش تھے؟ اب ملے تو پھر مزاج پر کی اور دعا اور سلام پہنچا دیں۔

والسلام

سید سلیمان

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهُ لَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کراچی ۵

عزیز گرامی بسم اللہ عسرت دستہ اہل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ الخدیث تعالیٰ کہ بخیریت ہوں۔ عاصم میاں کے ذریعہ

آپ کی خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے۔

سلمان میاں نے امسال میٹرک پنجاب سے پاس کیا، اور ایف اے میں نام

لکھایا۔

آپ جس حال میں ہیں، یہ بھی اس سفر کی جس میں آپ گام زن ہیں ایک منزل ہے۔

اللہ تعالیٰ استقامت بخشیں۔ اس زمانہ میں بعضوں کی صحت تنہائی کی استراحت، یکسوئی

اور منظم زندگی کے سبب سے درست ہو جاتی ہے۔ خدا کرے کہ یہ نعمت آپ کو بھی ملے۔

آپ نے حدیث پاک کے مطالعہ کے لیے یہ وقت اچھا نکالا، مگر راہ و مای

اہل حدیث کی ہے۔ دوسری طرف بھی کچھ جاننے کی ضرورت ہے، مثلاً اس کے سماعت

ابن الترمذی علی البیہقی بھی دیکھیے۔ میرا کوپہ بھی آپ ہی کا کوپہ رہا ہے۔ نیل الاوطار

زاد المعاد اور مصنفات ابن تیمیہ و ابن قیم و شوکانی و نواب صدیق حسن خاں سب پڑھیں،

پھر دوسرے پہلو کو بھی دیکھا، تو معلوم ہوا کہ حق صرف ایک فرقہ میں منحصر نہیں ہے۔

۱۔ الخدیث کہ ہمارا یہ خیال نہیں اور نہ شیخین (ابن تیمیہ و ابن قیم) یا شوکانی کی کتابیں اس نقطہ نظر سے

پڑھیں کہ یہ اہل حدیث تھے

انسان میں اگر اخلاص، کردار اور دین داری ہو، تو وہ غیر مسلح ہونے پر بھی غیر مسلح نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ اسوۂ یوسف اپنے پورے ظاہری و معنوی رنگ میں ہو۔ میرا ذکر خیر ان محفلوں میں کرنا بجز آپ کی شرافت اخلاق کے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ کے لئے ہر وقت دعائے خیر ہے۔ آپ بھی یہ دعائے یوسفی پڑھا کریں:-
 ناظر السموات والارض، انت دئی فی الدنیا والاخرۃ۔ توفنی مسلماً والحقی بالصلحین۔

عبد الجبار غازی صاحب سلام قبول فرمائیں۔ والسلام
 سید سلیمان ندوی

۱۵ جولائی ۱۹۵۳ء

۱۲۵

انتم من سلیمان وانه لبسم الله الرحمن الرحيم

کراچی ۵

عزیز محترم عجل الله خروجه

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط ملا اور تاریخ دعوت الاسلام فی الہند کا نسخہ بھی ملا

۱۵ میرے معزز و مکرم دوست اور رفیق زنداں۔

آپ کے بدولت میرا نام بھی مصر کے رسائل میں آجاتا ہے۔ اُحَبُّ الصَّالِحِينَ
دولت منہم الخ کا یہی مطلب ہے۔ آپ کی صحت و عافیت بارگاہ الہی میں مطلوب ہے؛
ابن ہمام کی کتابیں، اور ابن التو کمانی علی البیہقی بھی دیکھیے۔ فتح الباری اور عینی میں
غور کیجیے۔ ابن حجر میں بے شبہ وسعت ہے، مگر غمق نہیں۔ عینی میں غمق ہے۔

یہ رسالہ تاریخ دعوة کا پہلا حصہ گویا تمہید ہے اور مقصود اُس کا دوسرا حصہ ہے،
تو پھر تاریخ دعوة کیوں کہیے۔ دعاۃ کہیے۔ وفتنات بینہما۔

الحمد للہ خیریت ہے۔ دار المصنفین کی مالی حالت ریاستوں کی امداد بند ہونے
اور پاکستان سے تجارت نہ ہونے سے گرتی جاتی ہے، تاہم شاہ معین صاحب اپنی سی
کوشش میں لگے ہیں۔

میرے مضامین و فیات کا مجموعہ یاد رنگاں کے نام سے زیر طبع ہے۔ چھپ
جائے تو بھیجوں۔

غازی صاحب اور دیگر رفقاء کو سلام کہیے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۳ اگست ۱۹۵۳ء

جیل میں فرصت ہو تو لغات جدیدہ کا کام ختم کر دیجیے۔ برید فرنگ پر کچھ لکھنے کا
شوق پیدا ہوا؛ شاید اب آپ کے ذوق کی چیز نہ ہو۔
سید رمضان، رمضان کے بعد آئے تھے۔ مطمئن تھے۔ جنوری میں مصر میں

لے دعاۃ کا لفظ آج کل پروپیگنڈا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن حدیث صحیح میں صرف دعوت
کے معنی میں استعمال ہوا ہے (ادعوت بدعاۃ الاسلام)

مؤتمر کی شرکت کا وعدہ لے کر گئے ہیں۔

آپ کی رہائی کی خبر مل کر خوشی ہوئی۔

۸ اگست ۱۹۵۳ء

تاریخ سطر مکاتیب

۶۱۹۵۳

من قبل الحکیم عبد العلی النقشبندی علی الآسیونی

۱۳۴۳ هـ

اذا رتب الحبر مسعود عالم مکاتیب استاذ الشیخ الأکرم
فقلنا لتاریخها ارتجالا جعلنا حسابا صحیحا واسلم

اذا آتت الهجرة مسعود عالم

۶۱۳۴۳

لجمع المکاتیب فی الغم اقدم

۶۱۹۵۳

قطعه تاریخ طبع مکاتیب

۶۱۹۵۳

من الفقیر الحکیم السید عبد العلی البخاری الآسیونی

۶۱۹۵۳

مرتب نموده چو مسعود عالم ز حسن عقیدت ، خلوص مسلم
مکاتیب سید سلیمان ندوی که آمد بنامش همه تا به این دم
ماند از دور جهان یادش بیاند فیضش همه مردمان هم

باین مین تاریخ جمعش نویسم

۶۱۹۵۳

شود باعث فیض با اهل عالم

۶۱۹۵۳

دگر بهر طبعش باین علم بشنو سن ، بحری و عیسوی دو بلا غم
۱۳۴۳ هـ ۱۳۴۳ هـ

شدہ اہل مبارک مکاتیب زرین

۱۳۴۳ھ

علیٰ باعزت فیض در اہل عالم

۱۹۵۲ء

مجموعہ معروفہ مکاتیب سید سلیمان ندوی

۱۳۴۳ھ

جن سے خود اس بندہ ملول کو مشرف فرمایا ہے

۱۹۵۲ء

مرتبہ ولفگار مستود عالم ندوی

۱۳۴۳ھ

اندکس

اشخاص

نام	صفحات کتاب	نام	صفحات کتاب
مستر آمرینل پٹنہ ریجنل سٹی	۸۱	مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی	۵۵۱، ۵۱، ۴۵، ۳۷، ۶۵، ۲۱۱، ۲۱۲
ابراہیم الجبالی	۷۰	مولانا ابوالحسنات نگر ندوی	۱۵۱
شیخ ابراہیم حدی مدبر کتب خانہ		عظیم آبادی	
شیخ الاسلام مدینہ منورہ	۸۲	امام ابو حنیفہ	۱۳۱، ۱۹۷
ابن تیمیہ	۹۲، ۹۱، ۶۳، ۵۳، ۲۲۷، ۱۵۷، ۱۲۳	امام ابو داؤد	۱۳۱
علامہ ابن عبد البر	۱۷۰	سید ابو عاصم صاحب	۱۵۲، ۱۵۵، ۱۶۳، ۱۸۸، ۱۹۹، ۲۰۲، ۲۰۵
ابن البیثم	۴۰	مولانا ابوالکلام آزاد	۲۱۰، ۱۶۵
ابو بکر صدیق	۱۲۸	حکیم ابو انظر امروہی	۱۹۱
ابن حزم	۱۸۳	سید ابوسہیل دسوی بی اے (علیگ)	۲۰۵
ابن الترمذی	۲۲۹	مولانا ابوداؤد مرحوم	۲۰۷
ابن حجر	۲۲۹	ابو سعید بن زنی	۷۳
ابن ہمام	۲۲۹	قاضی احمد خاں اختر	۳۶، ۳۷، ۳۸
ابن قیم	۲۲۷، ۱۵۱	احسان نظامی حقی	۳۷، ۳۷
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۲۴، ۱۶۷	مولانا احمد علی صاحب لاہور	۵۳
مولانا ابوبکر جوہری	۴۶	مولانا احمد سعید صاحب	۱۰۴
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۵۳، ۵۶، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۸۰، ۱۹۱، ۱۹۷	امام احمد بن حنبل	۱۲۷
	۲۲۰، ۲۱۷، ۲۰۸، ۱۹۸، ۲۲۵	مولانا سید احمد شہید بریلوی	۴۱، ۶۲، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۵۱
		اسلم جیرا جوہری	۱۰۲
		مولانا شاہ اسماعیل شہید	۹۱، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۸۶

۱۳۶، ۱۳۴	مولانا سید جلیل مشیت ندوی	۱۷۱	امیر صاحب ندوی
۵۴	جمال الغزنی	۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶	مولانا اشرف علی تھانوی
۸۴	جلیل مظہری	۱۹۷	مولانا اعجاز حسن خاں
۱۸۱، ۶۳	جہانگیر (بادشاہ)	۱۲۵، ۸۸، ۸۷	مولانا اقبال احمد صاحب کبلی
۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۲	حامد علی ندوی (فخیم بکین طلبہ تعلیم)	۶۳-۱۶۲، ۱۸۰، ۱۸۹	اکبر (بادشاہ)
۲۵، ۳۸، ۳۷، ۲۵	مولانا حبیب الرحمن شیروانی	۱۷۹	مولوی اکبر ندوی ایم اے
۵۸، ۵۵، ۵۷		۲۲۱	مولوی اکرام اللہ خاں ندوی
۱۰۲، ۸۸، ۵۹	مولوی حبیب الرحمن اعظمی	۱۰۹	امیر خاں
۲۱۹	حکیم حبیب الرحمن - ڈھاکہ	۱۰۷، ۲۹، ۳۲	مولانا امین احسن اصلاحی
۳۴	حکیم حبیب الرحمن	۱۵۷، ۲۰، ۲۰۸	
۸۹	خواجہ حسن نظامی	۲۸	مفتی امجد الدین اعظمی
۸۷	سید حسن منشی پھلواروی	۲۰۹	الورپاشا
۶۴	سید حسین	۵۴	بدر الدین چینی
۲۰۵، ۳۰۱، ۱۹۰	مولانا حفیظ اللہ اعظمی	۵۸، ۵۰	ڈاکٹر بذل الرحمن
۲۱۲، ۲۱۰	مولانا حمید الدین خراسانی	۳۶	نواب بہادر یار جنگ
۱۳۴، ۱۳۸	منشی حمید اللہ قدوائی	۱۵۳	بوعلی سینا
۳۲، ۲۲، ۲۹، ۱۳۳، ۱۸۱	حمید الدین رئیس اسلام پورہ	۲۲۲	مولانا تقی الدین نعمانی
۵۷	حیات اللہ انصاری	۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۱	علامہ ڈاکٹر تقی الدین السلال
۷۷، ۷۵	مولانا حیدر حسین خاں	۱۷۱، ۱۷۱، ۱۷۱	قاضی شاعر اللہ پانی پتی
۱۴۰، ۱۳۹	حلیل مطران	۲۹، ۳۲، ۵۵	شاہ پیر محمد
۹۵	خیام	۱۸۱، ۲۰۹، ۲۱۲	جامی
۱۸۷	علامہ داؤد جوہری	۵۱	مولانا جلال الدین رومی
۱۵۴	ڈاکٹر داؤد پوتا	۱۵۴	مولانا جلیل احسن ندوی
۳۶	امام داؤد انطاکیہ	۱۲۸	
۱۳۱، ۱۲۷	ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۲۸	
۱۰۵	امام رازی	۱۷۳	
۵۳			

مولوی مشرف الدین دانا پوری ۸۹
 شرف الدین تاج کتب بیٹی ۳۷، ۳۸، ۳۹
 شوق نبوی عظیم آبادی ۴۹
 امیر شکیب ارسلان ۸۴
 شہاب الدین خدا بخش ۱۰۳، ۷۹
 مولوی شمس الدین احمد ۲۱۷، ۲۱۸
 سید صبار الدین دستوی ۱۱۷، ۱۱۸
 مولانا سید صبغت اللہ بختیاری ۱۷۸، ۱۹۹
 صدر الدین قزوئی ۱۲۸
 نواب صدیق حسن خاں ۱۸۷، ۲۲۷
 صلاح الدین النجار (مصری) ۷۰
 مولوی ضیاء الحسن علوی کاکوروی ۸۴
 مولوی ضیاء الدین علوی ۳۰، ۳۳، ۳۶، ۳۹
 ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۵۹
 ضیاء الدین فاروقی جونپوری ۶۴
 مولوی ضیاء اللہ جونپوری ۱۲۲
 طہ حسین (مصری) ۱۸
 میاں طفیل محمد ۱۶۶
 مولوی طیب عثمانی ۱۸۹
 مولانا ظفر احمد عثمانی ۱۹۶
 علامہ ظفر الدین ۱۱۲
 ظہیر الدین بی۔ اے ۸۹
 دانشہ صدیقہ ۱۸۳
 سید عبدالباری دستوی ندوی ۱۲۰
 مولانا عبدالباری ندوی ۲۱۷

مولانا رشید احمد گنگوہی ۱۹۷
 علامہ سید رشید رضا ۵۹، ۶۳
 رضی عظیم آبادی ۸۳
 مولانا رکن الدین دانا ۸۶
 مولانا ریاضت علی ندوی ۸۹، ۹۹، ۱۱۲، ۱۲۱
 رئیس احمد جعفری ندوی ۱۲۳، ۲۲۵
 مولانا ریاض حسن خاں خیال ۳۵، ۳۸، ۴۴، ۸۰
 ۸۵، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۲، ۹۴، ۹۸، ۹۹
 ۱۲۵
 ڈاکٹر زبید احمد ۳۶
 زکریا ناظمی ۹۴
 مولوی سدید الدین ۸۹
 سرور خاں گویا ۹۷
 مولوی سعید ۱۶۹
 سید احمد اکبر آبادی ۱۶۲، ۱۸۷
 سعید رمضان (قاسم) ۲۲۹
 سعید حسن ۱۶۲
 سید سعید الحق دستوی ۱۶۰
 سلطان احمد (لکھنؤ والے) ۲۱۶
 سید سلمان میاں ۱۵۶، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۰۱
 ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۱۶
 ۲۱۸، ۲۲۳، ۲۲۴
 ۲۲۷، ۱۱۴
 سر سلیمان ۱۲۹، ۱۸۷
 سر سید احمد خاں ۱۲۹، ۱۸۷
 علامہ شبلی نعمانی ۲۵، ۵۱، ۵۰، ۸۰
 ۱۰۳، ۱۳۰، ۱۴۰، ۱۴۱
 ۱۲۲، ۱۵۴، ۱۷۷، ۱۷۸

عبدالغبار رانچی	۱۶۰	عبدالغزیز رحیم آبادی	۶۲
عبدالغبار غازی	۲۲۹۰ ۲۲۸	شاہ عبدالغزیز دہلوی	۱۳۲ ، ۵۱
میر عبدالجلیل بلگرامی	۱۵۲	مولانا عبدالغزیز ممین	۳۸
مولوی عبدالحمید خدائیش	۷۹	پروفیسر عبدالقادر الیم - اے	۳۵
مولانا عبدالحق خاں عباس	۱۶۹۰ ۱۶۸	مولانا عبدالقادر قصوری	۳۶
ڈاکٹر عبدالحمید سعید	۷۱	سردار عبدالقیوم پوٹھی	۲۰۸
مولانا سعید عبدالحی مرحوم	۲۱	مولانا عبدالقدوس ہاشمی	۱۵۳
عبدالحی فرنگی محل	۱۳۸	مولانا عبدالکافی	۱۰۷
مولانا عبدالحکیم (مدرس دارالعلوم ندوہ)	۲۲	عبداللطیف اعظمی	۶۲
عبدالرحمن عزام	۲۰۹	عبدالملک آردی	۱۱۱
عبدالرحمن نگرانی	۱۱۶	مولانا عبدالحمید حمیری بناری	۱۳۶
شیخ عبدالدامم	۱۵۲	عبدالحمید قرشی پی	۲۵
عبدالرحمن کاشغری	۸۲۶۸۰ ۵۰۶۲۳	مولانا عبدالماجد دریابادی	۱۱۵ ، ۱۰۶ ، ۵۵
	۱۳۶۱۳۰۰ ۱۰۹ ، ۱۰۶	مولوی عبدالماجد ندوی عظیم آبادی	۱۵۰
	۱۴۰	شیخ عبدالوہاب دہلوی مکہ مکرمہ	۲۱۸ ، ۲۰
عبدالرزاق علیخ آبادی	۳۷۰ ۳۲	عبدالوہاب عزام	۲۲۲۰ ۲۱۶
ڈاکٹر عبدالستار صدیقی	۳۶	قاضی عبدالوہاب	۱۳۱
مولانا عبدالسلام ندوی	۵۰	عبدالوہاب النجار (مصر)	۷۰
(رفیق دارالمصنفین)		عبدالحق خاں ندوی	۱۶۸
مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی	۷۷ ، ۶۵ ، ۶۲	مولانا عبید اللہ سندھی	۱۴۱ ، ۱۵۸ ، ۱۵۷
	۱۴۰ ، ۱۳۹ ، ۱۳۲	شیخ عبید اللہ	۱۸۷ ، ۱۷۹ ، ۱۶۸
مولانا سعید عبدالشکور صاحب (والدہ)	۱۴۳ ، ۱۴۲ ، ۱۴۱	مولوی عتیق احمد	۱۷۸
مرتبہ مکاتیب	۳۵ ، ۲۴ ، ۲۰	حکیم عثمان پاشا	۸۹
	۲۰۶ ، ۷۵	شاہ عزالدین ندوی پھلواروی	۳۶ ، ۱۰۰ ، ۱۳۲ ، ۱۴۲
مولوی عبدالصمد رحمانی	۱۰۵		
ڈاکٹر سعید عبدالعلی (ناظم دارالعلوم ندوہ)	۶۶ ، ۴۱ ، ۴۰ ، ۲۹		
	۱۴۳ ، ۱۱۳ ، ۷۴		
	۱۹۳		

۱۹۷	امام محمدؒ	عزیز الرحمن (ساکن بقیہ - بہار) ۱۵۱	مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجانی ۱۶۳
۲۵	حاجی محمد اختر	۸۳	مولوی عظمت
۱۱۷	مولوی محمد اسماعیل ایم۔ اے	۸۱، ۷۹، ۳۶	ڈاکٹر عظیم الدین
۷۰	محمد احمد العدوی	۹۴	سید عفت اللہ رحمانی
۲۰۶، ۱۵۶	سید محمد اسلم	۱۲۷	حضرت علی بن ابی طالب ^{علاء الدین}
۴۰	مولانا محمد اسماعیل گوہر نوالہ	۱۳۹، ۴۳، ۲۲	سید علی زینبی
۱۴۷	مولانا محمد الیاس	۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰	حضرت عمر بن خطاب
۲۲۰	شیخ محمد امجد زہادی (بندہ)	۱۶۵	مرزا غلام احمد قادیانی
۲۴	محمد اکبر ایم۔ اے (ری۔ پی)	۱۷۰	ملک غلام علی رمادان امیر
۲۲۳	شیخ محمد البشیر الابراہیمی (الجزائر)	جماعت اسلامی پاکستان	میر غلام علی آزاد بگرامی ۱۸۵، ۱۵۲
۶۳	سلطان محمد تغلق	۱۰۸	مولوی غلام محمد ہاشمی
۷۰	مولوی محمد حبیب احمد	۳۰	مولوی حکیم نواز الدین جعفری
۰۳، ۹۴، ۸۱، ۳۵	مولانا محمد سجادؒ	۸۹	مولوی فیض الحق
۱۲۵، ۱۰۶، ۱۰۴		۱۸۹	مولانا قاسم نانوتوی
۱۲۲، ۳۵، ۳۱	مولوی محمد سعید انصاری	۱۲۴	قمر الدین خاں (سابق رکن
۱۹۲، ۱۳۹، ۶۵	مفتی مولانا محمد سعید ندوی اعظمی	جماعت اسلامی)	مفتی کفایت اللہؒ
۱۹۳ - ۲۱۲	محمد سرور جامی	۱۰۵	مولوی کلیم احمد
۱۵۸	مولانا محمد شبلی ندوی (فقیر)	۵۶، ۳۹، ۳۶، ۲۹	۱۹۲
۲۵	مولوی محمد شریف الہ آبادی	۱۷۰	امام مالک
۳۰	مولانا عبد محمد طلحہ ایم۔ اے	۴۴، ۳۵، ۳۱	مولوی مبارک کریم
۱۴۴	محمد علی پاشا خدیو مصر	۱۴۹	مولانا محمد ابراہیم اردی
۸۴	محمد علی الطاہر (قاہرہ)	۱۳۱	امام محمد بن اسماعیل البخاری
۴۶	مولوی محمد علی گریسٹ	۶۳	سید محمد جوہر ندوی

مولوی نذر الحسن ۸۹

نیاز فتح پوری ۱۱

مولانا سید وجید الحق استھامان ۳۵

مولانا ولایت علی صادق پوری ۶۲

شاہ ولی اللہ

۱۲۸۰ ۹۲۰ ۹۱۰ ۵۱

۱۷۶۰ ۱۶۲۰ ۱۵۱

۱۸۷۰ ۱۸۵۰ ۱۷۹

۱۸۹۰ ۱۸۸

ولی الدین خدا بخش ۱۶

صفحات

کتابیں

الاحکام فی اصول الاحکام ۱۲۷

ارشاد الخول (شوکانی) ۱۲۷

الف لیلة ولینہ ۳۴

الاولئل للعسکری ۱۹۵

علامہان فی اقسام القرآن (میرزا غلامی) ۴۲

امیر الہدایات موسوم بہ ارواح ثلاثہ ۱۸۹۰ ۱۲۹

برید فرنگ (سید صاحب) ۲۲۹۰ ۲۲۴

تاریخ امت (اسلم جیرا چوری) ۱۰۲

تاریخ الدعوة الاسلامیہ ۱۸۹

(مسعود عالم ندوی)

تاریخ بنی امیہ (شاہ معین الدین احمد) ۱۹۵

تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۸۴

تاریخ ادب عربی (برید کلین) ۹۱

تاریخ بغداد خطیب ۱۸۴

تفزیۃ الایمان (شاہ اکمل شہید) ۶۲

ثمرات الادراک ۳۴۰ ۳۳۰

جامع ابن عبدالبر ۱۷۰

ڈاکٹر وہبی ۵۴

مولوی ہاشم ندوی ۸۵۰ ۸۲۰ ۳۱

بہاول ۶۳

ڈاکٹر سہرانی آندھری ۴۹

مولانا یعقوب بخش راجب بدایوں ۳۷۰ ۳۷۰ ۳۷۰

یحییٰ بن اکثم ۳۴

حضرت یوسف علیہ السلام ۲۲۸۰ ۱۹۷

کتابیں

صفحات

جزیرۃ العرب فی القرن العشرين ۱۶

جمہورہ البلاغہ (مولانا فراہی) ۱۸۰۰ ۱۷۲۰ ۱۷۳

حجۃ اللہ البالغہ (شاد ولی اللہ) ۱۸۵۰ ۱۷۹

حقی تاریخ شاہ عبدالحق دہلوی ۱۸۹

حیات جاوید (علامہ شبلی نعمانی) ۶۲

خطبہ فلسطینی (سید صاحب) ۲۲۱

حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید ۱۸۷

(برہن احمد)

حاضر مسلمی ہندو غابر محرم ۱۰۰۰ ۸۰۰ ۷۸

(مسعود عالم ندوی)

دستبان المذاہب ۱۸۹

دیار عرب میں چند ماہ (مسعود عالم ندوی) ۲۱۹

دلیل الطالب (ازاب صدیقی حسن) ۱۸۳

رحمت عالم (سید صاحب) ۱۰۵۰ ۱۰۴۰ ۱۰۰

۱۰۹۰ ۱۰۷۰ ۱۰۶

الرو علی المنطقیین (ابن تیمیہ) ۱۲۶

رسالہ دینیات (مولانا مسعود علی) ۱۶۷

نجد الحديث (ريحاني)

نظرة اجمالية في تاريخ الدعوة ۲۲۸ ۶ ۲۲۹
الاسلاميه (مسعود عالم ندوي)

نظام تعليم و تربيت (مناظر آئن گيلان) ۱۶۸ ۶ ۱۶۹

النظرات (المنفلوطي) ۲۶

كتاب النوادر (سيد بايستم ندوي) ۷۸

الوامل الصيب في الكلم الطيب ۱۶۶

(ابن قيم)

ياد رفعتگان (سيد صاحب) ۲۲۹

متفرقات

۲۲ ۶ ۱۶

جامع ازهر

۱۰۹ ۶ ۱۰۴ ۶ ۷۲ ۶ ۱۶

ديوبند

۱۳۱

نوده

۲۲۰ ۶ ۲۰ ۶ ۱۹ ۶ ۱۶

۲۲۱ ۶ ۳۶ ۶ ۷۹ ۶ ۲۸

۷۲ ۶ ۶۶ ۶ ۶۵ ۶ ۵۷

۷۷ ۶ ۷۵ ۶ ۷۷

۸۲ ۶ ۹۳ ۶ ۹۴

۱۰۰ ۶ ۱۰۱ ۶ ۱۰۵ ۶ ۱۱۰

۱۱۲ ۶ ۱۳۳ ۶ ۱۳۷

۱۳۹ ۶ ۱۴۱ ۶ ۱۴۲ ۶ ۱۴۳

۱۴۷ ۶ ۱۴۹ ۶ ۱۵۱ ۶ ۱۵۲

۱۵۸ ۶ ۱۹۱ ۶ ۲۱۰ ۶ ۲۱۹

۲۲۰

۱۵۶

مدرسہ سرائے میر

۲۲ ۶ ۶۴ ۶ ۷۲ ۶ ۷۷

دار المصنفين

۲۰۰ ۶ ۲۰۷ ۶ ۲۰۸

۲۱۰ ۶ ۲۱۳ ۶ ۲۱۸

۲۲۹

۱۷۳

دار العروبة

۱۶۵ ۶ ۱۸۱ ۶ ۱۸۵ ۶ ۱۹۸

۲۰۵

جماعت اسلامي

رسول وحدت (سيد صاحب) ۲۱۸ ۶ ۲۱۷ ۶ ۲۱۵

۲۲۱

۱۳۲

موج المعاني للآلوسي

الزهد والرفاق (امام ترمذي) ۱۷۲

سيرت احمد شهيد (مولانا ابوالحسن علي) ۱۲۶

(ندوي)

سيرت عائشة (سيد صاحب) ۳۲ ۶ ۲۱

شاه ولي الله (مولانا سندھي) ۱۳۲

شرح ابن الترمكلى على البيهقي ۲۲۷

صراط مستقيم (شاه اجماع شيد) ۱۲۸ ۶ ۱۲۹

الصاعيتين (ابو الهلال العسكري) ۲۶

كتاب العمدة (ابن شقيق) ۲۶

العينى (شرح بخارى) ۲۲۹

فتح الباري (ابن حجر) ۲۲۹

كتاب الفهرست (ابن نديم) ۷۸

الفيلسوف الفارسي الكبير ۴۵

قاعدة جلية في التوسل (ابن قيم) ۱۳۲

اقسام اللذات للمازى ۵۳

تصحيح البنين (مولانا ابوالحسن علي) ۱۹۷

(ندوي)

لغات جديدة (سيد صاحب) ۷۰ ۶ ۷۲ ۶ ۲۱۹

مسعود عالم ندوي (۲۲۰ ۶ ۲۲۴ ۶ ۲۲۹)

المثل السائر (ابن الاثير الجزيري) ۲۶

محسن سجاد (مسعود عالم ندوي) ۱۰۷ ۶ ۱۰۹

محمد بن عبد الوهاب (" ") ۱۰۰ ۶ ۱۰۹ ۶ ۱۳۳

محاضرات الالم الاسلاميه (الحضري) ۱۰۲

مسئله ملكيت زمين (مولانا مودودي) ۲۱۶

۲۶

مقدم ابن خلدون

۱۸۹

مكتوبات مجدد الف ثاني



**ALLAMA
IQBAL LIBRARY**

**UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN**